جزیہ اور اسلام

یعنی

اوائل اسلام میں تبدیل مذہب
اور جزیے پر سیر حاصل بحث

◎

تصنیف

مسٹر ڈینیل سی ڈینٹ جونیر

◎

ترجمہ

مولانا غلام رسول مہر

◎

ناشر

شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز
لاہور ۔ پشاور ۔ حیدر آباد ۔ کراچی

طبع اول — ١٩٦٢

تعداد — [redacted] ایک ہزار

طابع — شیخ نیاز احمد

مطبع — علمی پرنٹنگ پریس لاہور

قیمت فی جلد — دس روپے

ناشر

شیخ غلام علی اینڈ سنز ۔ کشمیری بازار ۔ لاہور

بہ اشتراک

فرینکلن پبلی کیشنز لاہور ۔ نیویارک

فہرست ابواب

مقدمه

اس کتاب کا پورا نام ہے : ''ابتدائے اسلام میں تبدیل مذہب اور جزیہ''۔ مصنف کے حالات جتنے بھی مل سکے، الگ بیان کر دیے ہیں ۔ یہاں ان کے اعادے کی ضرورت نہیں ۔

میں نے پہلے پہل یہ کتاب دیکھی تھی تو صرف اس خیال سے اس کے مطالعے پر آمادہ ہوا کہ ہمارے ہاں جزیے کے متعلق جو معلومات مرتب ہو چکی ہیں ، مثلاً مولانا شبلی مرحوم و مغفور کی شہرہ آفاق کتاب ''الجزیہ'' ، ان میں کچھ اضافہ کیا گیا ہو یا ان معلومات کی توثیق کے نئے مصادر تلاش کیے گئے ہوں ۔ کتاب بالاستیعاب دیکھی تو معلوم ہوا کہ یہ ''الجزیہ'' جیسی کتابوں سے مختلف حیثیت رکھتی ہے اور میرے محدود علم کے مطابق پہلی کتاب ہے، جس میں مستند تاریخی دستاویزیں پیش نظر رکھ کر ابتدائی اسلامی دور کے مالیات پر بحث کی گئی ہے ۔ اس سے بخوبی معلوم ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں نے آغاز میں مفتوحین سے کیسا برتاؤ کیا اور ان کی حکومت کے اہم ترین مقاصد و مبانی کیا تھے ۔ مصنف نے ابتدائی باب میں مختلف امور کا عمومی جائزہ لیا ہے ۔ پھر پانچ ابواب میں سواد ، جزیرہ ، شام ، مصر ، اور خراسان کے حالات الگ الگ بیان کیے ہیں ۔ سواد و جزیرہ دونوں کو ہم آج کل عراق کہتے ہیں ۔

بے خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ تاریخوں کے وسیع ذخیرے میں بکھری ہوئی معلومات کو چن چن کر حسن ترتیب سے اکٹھا کرنے اور حق و صداقت کو بروئے کار لانے میں اس کتاب نے جو بلند پیمانہ قائم کر دیا ہے ، اس کی مثالیں بہت کمیاب ہیں ۔ مصنف نے مباحث کا آغاز ولہاؤزن کے پیش کردہ چند نتائج سے کیا ، جنھیں عام مستشرقین درست سمجھتے تھے ،

حالانکہ ان کے لیے درستی کی کوئی معقول و مستند وجہ موجود نہ تھی - پھر اس سلسلے میں ہر ملک کے متعلق اسلام سے پیشتر کے نظام اور خود مسلمانوں کے ابتدائی فیصلوں کو اس حسن و خوبی سے پیش کیا ہے کہ کتاب پڑھنے کے دوران میں ایک ایک پہلو روز روشن کی طرح آشکارا ہوتا جاتا ہے - مختلف واقعات میں مختلف بیانات سے کئی الجھنیں پیدا ہو گئی تھیں ' جن کا حل سمجھ میں نہیں آتا تھا ' لیکن مصنف نے واقعات کو بے تکلف صحیح تاریخی ترتیب میں رکھ کر تمام الجھنیں ختم کر دیں - مجھے یقین رکھنا چاہیے کہ مسلمان اس کتاب کو غور و توجہ سے پڑھیں گے تو انھیں اہم تاریخی مباحث پر بہ طور خود غور و فکر کی نئی راہیں ملیں گی -

کتاب میں ایک مقام پر متعدد واقعات بیان کیے گئے ہیں جنھیں عام مؤرخین متناقض سمجھتے تھے - مصنف نے ان واقعات کو صحیح تاریخی ترتیب میں رکھا تو ہر بیان کردہ تناقض خود بخود ختم ہو گیا - اس قسم کا اسلوب تحریر محض وسعت معلومات کا نتیجہ نہیں ہو سکتا - صاف معلوم ہوتا ہے کہ قدرت نے مصنف کو حقیقت حال کا صحیح اندازہ کر لینے کی خاص صلاحیت عطا کی تھی -

کتاب میں میرے علم کے مطابق متعدد ایسے حقائق بروے کار آئے ہیں ، جو غالباً اکثر اصحاب کے سامنے نہ ہوں گے مثلاً :

۱ - عرب مسلمانوں نے عموماً پابندی عہد کے نہایت اعلیٰ نمونے پیش کیے اور غیر مسلم اکثر مسلمانوں کی صداقت و راستبازی اور پابندی عہد سے ناجائز فائدہ اٹھاتے رہے -

۲ - مسلمانوں نے مقامی انتظامات مقامی لوگوں ہی کے حوالے کر دیے تھے ' لیکن وہ لوگ ابدا ہی سے قصد کیے بیٹھے رہے کہ موقع پاتے ہی آزادی حاصل کر لیں اور اپنا سابقہ نظام بحال کر دیں -

۳ - مسلمانوں کو جزیے سے مستثنیٰ کر دینے کی عام ہدایت تھی ' لیکن غیر مسلم مقامی کارکنوں کا طریقہ یہ رہا کہ ان میں سے جو لوگ اسلام قبول کر لیتے ' ان سے برابر جزیہ لیتے رہتے بلکہ مالیۂ اراضی بھی ان پر زیادہ لگا دیتے اور اپنے ہم مذہبوں کو ہر قسم کی سہولتیں بہم پہنچاتے - بہ ایں ہمہ نو مسلم اپنے نئے مذہب پر قائم و استوار رہے - پھر مسلمان حاکموں کو صحیح حالات کا علم ہوا تو ان نا انصافیوں کی تلافی کی گئی -

۴ - معترضین برابر اعتراض کرتے رہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا یا نو مسلموں کے لیے مالی ترغیبات کا انتظام کیا گیا تھا ' لیکن زیر غور کتاب میں خراسان اور مصر کے متعلق جو حالات پیش کیے گئے ہیں ' ان سے واضح ہوتا ہے کہ جب مالی سہولتیں محکوموں کے لیے نسبتاً زیادہ تھیں ' قبول اسلام کی رفتار مدھم رہی اور جب سہولتیں کم ہو گئیں تو لوگ جوق در جوق حلقۂ اسلام میں داخل ہوئے - نیز جن لوگوں نے ابتدا میں اسلام قبول کر لیا تھا ' وہ مدت تک اپنے ہم مذہبوں کے ہاتھوں تکلیفیں اور مصیبتیں برداشت کرتے رہے ' تاہم انھوں نے مذہب حق کا دامن نہ چھوڑا -

۵ - مسیحی کارکنوں نے مسیحیوں کو ، اسی طرح یہودیوں نے یہودیوں کو اور مجوسیوں نے مجوسیوں کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچانے کا سلسلہ جاری رکھا - بہ ایں ہمہ اسلام صرف اپنی حقانیت کی بنا پر کامیاب ہوا اور جو علاقے مسیحیت ' یہودیت اور مجوسیت کے خاص مرکز تھے ' وہاں صدی ڈیڑھ صدی کے اندر صرف اسلام کی عظمت و برتری کا ڈنکا بجنے لگا -

غرض یہ کتاب محض جزیے اور خراج ہی کے متعلق زیادہ مفصل معلومات بہم نہیں پہنچاتی ' بلکہ تاریخ کے مطالعے کا ایک نیا معیار بھی پیش کرتی ہے ، جس سے مسلمان تاریخ دانوں کو فائدہ اٹھانے میں تامل نہ کرنا چاہیے -

یہ اس کتاب کی حقیقی حیثیت کے متعلق ایک عام بیان ہے — ضروری نہیں کہ ہر فرد مصنف کی تمام آراء یا اخذ کردہ نتائج سے کاملاً اتفاق کرے ۔ مجھے جہاں جہاں ضروری معلوم ہوا، جا بجا حواشی لکھے ۔ اصل معاملہ کتاب کے ہر مطلب کی صحت و عدم صحت کا نہیں ، اصل معاملہ کتاب کے طریق بحث و نظر اور تلاش حقیقت کا ہے ۔ اس اعتبار سے کتاب بڑی بیش قیمت ہے ۔ افسوس کہ مصنف نے ہوائی جہاز کے ایک حادثے میں اچانک وفات پائی ، عمر زیادہ نہ تھی ۔ اگر وہ زندہ رہتا تو مجھے یقین ہے کہ بدرجہا گراں بہا تر کتابیں تصنیف کرتا ۔ انتہائی خوشی ہے کہ ایسی ایک کتاب کو اپنی قومی زبان میں منتقل کرنے کا موقع مجھے ارزانی ہوا ۔

مسلم ٹاؤن ، لاہور

۱۸ ستمبر ۱۹۶۲ء غلام رسول مہر

مصنف کے حالات

ڈینیل سی ڈینٹ جونیر[1] ایک فاضل سیاح اور مخلص عوامی کا رکن تھا ۔ خدمت ملک انجام دیتے ہوئے اس نے ایسے وقت میں وفات پائی ، جب اس کے تمام طبعی قویٰ نشو و ارتقا کے اوج پر پہنچے ہوئے تھے ۔ وہ ۱۹۱۰ء میں بمقام ونچسڑ (مسا چوسیٹس ، امریکہ) پیدا ہوا ۔ ڈاکٹر ڈینیل سی اور ایلزبتھ آر ڈینٹ کا فرزند تھا ۔ ۱۹۲۷ء میں هارورڈ یونیورسٹی سے وابستہ ھوا اور ۱۹۳۱ء میں اعزاز کے ساتھ سند تکمیل حاصل کی ۔ جرمنی الاصل زبانیں اور ادب اس کا خاص موضوع تھے ، لیکن کالج ھی میں اس کی دلچسپیوں کا دائرہ وسیع ھو چکا تھا اور یہی دلچسپیاں آگے چل کر اس کے فکر و عمل میں خصوصیت سے نمایاں ھوئیں ۔ اسی زمانے میں اس نے ضمناً پروفیسر جیمز رچرڈ جیوٹ[2] کے زیر نگرانی عربی کی تعلیم شروع کر دی ۔ یہی زبان کالج کے زمانے میں اس کی ضمنی دلچسپی کا باعث تھی ۔ یہی آگے چل کر اس کا سب سے بڑا عالمانہ مشغلہ بن گئی اور اسی کی بدولت وہ خدمت عامہ میں ایک درخشاں کردار ادا کرنے کے قابل ھوا ، اگرچہ یہ کردار بہت مختصر تھا ۔

ڈینٹ کی دلچسپی کا مرکز یہ تھا کہ رجال و امکنہ سے براہ راست آگاہی حاصل کرے اور وہ برابر سفر کرتا رھتا تھا ۔ جب وہ سکول میں تعلیم پا رھا تھا تو اس نے اپنے والد کے ساتھ وطن کے مغربی و مشرق حصے دیکھے ۔ پھر ایلاسکا کا سفر کیا ۔ بعد ازاں انگلستان، ناروے، جرمنی اور فرانس کی سیاحت

---

1 - Daniel C. Dennett Jr. -

2 - Gewett -

کی ۔ پھر وہ بیروت (لبنان) کی امریکی یونیورسٹی میں پروفیسر مقرر ہوا تو مشرق قریب سے شناسائی حاصل کی ۔ اس کے تمام قدیم مقامات و بلاد ، اس کے رومانی دریاؤں اور تاریخی شاہراہوں کو دیکھا ۔ وہ بہ طور خود صحرائی اور آباد خطوں میں گھومتا رہتا ۔ اس نے دمشق ، بغداد ، ہمدان، طہران ، عمان ، قاہرہ اور خرطوم کے بازار اور مسجدیں دیکھیں اور تدمر، پیٹرا ، پرسی پولس کے کھنڈروں کی تلاش میں مصروف رہا اور ان شہروں کے درمیان جتنی معروف پہاڑیاں اور وادیاں موجود تھیں، ان کی چھان بین میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی ۔ کچھ مدت بعد وہ بیروت سے روانہ ہوا اور نہر سویز میں سے گزرتا ہوا بحیرہ احمر میں پھرا ۔ پھر برطانیہ کی نو آبادی کینیا میں پہنچ گیا ۔ وہاں سے کینیا کے اس علاقے کا سفر کیا ، جہاں خونخوار درندوں کا شکار کیا جاتا ہے ۔ اسی سفر میں اس نے جھیل وکٹوریہ تیانزا کے علاوہ جنوبی روڈیشیا میں دریائے زیمبزی کا وہ آبشار دیکھا، جسے آبشار وکٹوریہ کہتے ہیں ۔ بعد ازاں کیپ ٹاؤن پہنچا اور اس کے پہاڑ کی سیاحت کرتا ہوا افریقہ کے مغربی ساحل کے ساتھ ساتھ انگلستان چلا گیا ۔ وہاں سے وطن پہنچا ۔ وہ جہاں جاتا ، دوستوں کا حلقہ پیدا کر لینا اور مقامی لوگوں سے بے تکلف گفتگوؤں میں ان کے محاسن و معائب ، ان کی امیدوں ، آرزوؤں اور مزاج ، ان کے مقاصد اور طریق فکر کے بارے میں معلومات حاصل کر لیتا ۔

ہارورڈ سے تکمیل کی سند لے چکنے کے بعد ڈینٹ نے تین سال تک بیروت کی یونیورسٹی میں انگریزی اور تاریخ کی تعلیم دی ۔ یہیں اس سے وہ خاتون ملی جو آگے چل کر اس کی بیوی بنی ١٩٣٥ء میں وہ ہارورڈ واپس آیا اور فلسفے میں ڈاکٹر کی ڈگری لی (١٩٣٩ء) - ١٩٣٩ء سے ١٩٤٢ء تک وہ ہارورڈ یونیورسٹی کے

ایلیٹ ھاؤس[1] میں ٹیوٹر کی خدمت انجام دیتا رھا - ۱۹۳۲ء میں ورسسٹر[2] کی کلارک یونیورسٹی میں شعبہ تاریخ سے وابستہ ھو گیا -

کلارک یونیورسٹی میں اسے دور حاضر کی تاریخ پڑھانے کا کام سونپا گیا ، چنانچہ اس نے جن عنوانوں پر لیکچر دیے، ان میں سے بعض کی کیفیت درج ذیل ھے :

۱ - یورپ ۱۸۴۸ء کے بعد سے -
۲ - روس اور مشرق قریب -
۳ - ۱۹۱۹ء کے بعد سے بیس سال کی یورپی تاریخ -
۴ - بین الاقوامی روابط کا ایک جائزہ -

ان عنوانوں سے صاف واضح ھوتا ھے کہ اس کے قلب کی وسعت کا کیا حال تھا اور اس کے علم کے تنوع کی کیا کیفیت تھی یہی چیزیں اس کے لیے وجہ امتیاز بنی رھیں - کلارک یونیورسٹی کے ایک رفیق نے ڈینٹ کے متعلق بالکل ٹھیک لکھا کہ جن لوگوں کو خوش نصیبی سے اس کے ساتھ شناسائی کا شرف حاصل ھوا ، وہ اس کے فہم کی وسعت ، اس کے فکر کی گہرائی اور ولولہ انگیزی کی شدت سے پوری طرح آگاہ تھے - جن طلبہ نے ھارورڈ اور کلارک کی یونیورسٹیوں میں اس سے تعلیم پائی ، وہ کبھی فراموش نہیں کر سکتے کہ اس کے طریق تعلیم میں کیسی روح اور گرمجوشی کار فرما تھی - حیات افروز کہانیوں کا مستقل سلسلہ اس کی زبان پر جاری رھتا اور سرسری گفتگو میں بھی وہ ایسے نقشے کھینچتا کہ جو موضوع زیر بحث آتا ، اس میں ایک خاص زندگی پیدا ھو جاتی اور اس کے تمام اطراف روشنی میں آ جاتے - ڈینٹ کو انسانوں سے انسانوں کی حیثیت میں دلبستگی تھی اور اس کے نزدیک تاریخ عقل کی رھنمائی میں انسانی عمل و جذبہ کے سوا کچھ نہ تھی -

---

1 - Eliot House
2 - Worcestor

کلارک یونیورسٹی سے علیحدگی

دسمبر ۱۹۴۳ سے ڈینٹ نے کلارک یونیورسٹی سے علیحدگی اختیار کی اور محکمہ خارجہ کے اس شعبے سے وابستہ ہو گیا ، جس کا تعلق مشرق قریب سے تھا - ۱۹۴۴ء سے ۱۹۴۷ء تک اسے بیروت کے امریکی سفارت خانے میں مددگار خصوصی کا عہدہ حاصل رہا - اسے ملک اور باشندوں سے براہ راست آگاھی تھی - وہ ان کی زبان ، تاریخ، عادات ، مذھبی تقسیمات ، سیاسی عزائم اور وفاداریوں سے بخوبی آگاہ تھا - ان لوگوں کے کردار کی استواریوں اور کمزوریوں ، ان کے مجلسی نظام اور سیاسی تنظیم کے متعلق بھی پورا علم تھا - وہ ھر چیز کو عربوں کے نقطۂ نگاہ سے دیکھ سکتا تھا اور سب کو معلوم تھا کہ وہ عربوں کا مخلص دوست ھے -

تاھم یہ دوستی یا اس کے خلاف کوئی چیز کبھی مسلک اور طریق کار میں ڈینٹ کے فیصلے پر اثر انداز نہ ھو سکی - اس میں یہ صلاحیت موجود تھی کہ ھر راہ عمل کا اندازہ کامل غیر جانبداری سے کر لیتا - یہ بھی جان لیتا کہ کون سی چیز غیر ضروری ھے اور کون سی چیز طبعی حالات میں ھونی چاھیے - ذاتی پسند و نا پسند سے بالکل الگ ھو کر وہ سیاسی اور اخلاق فیصلے کرتا - ھر فیصلے کی قدرو قیمت پیش نظر رکھتا - شہادتوں کے توازن میں کسی پلے کو جھکنے نہ دیتا - اس خصوصیت ، نیز افراد و معاملات کے متعلق براہ راست معلومات اور محرکات و مقاصد کے سلسلے میں اس کی طبعی صلاحیت نے مشرق قریب کے لیے اسے بے حد گرانقدر مشیر بنا دیا تھا ، خصوصاً اس لیے کہ وھاں کے حالات نازک تھے - صورت حالات پیچیدہ تھی - لوگوں کے مزاج اور روابط متناقض اور لحظہ بہ لحظہ متغیر رھتے تھے - جنگ کے نہایت نازک دور میں شام و لبنان کا امریکی وزیر مختار ڈینٹ کو اپنا ’’دست راست،، سمجھتا تھا - اس کے رفیقوں نے آزادی اور فیاضی سے اعتراف کیا کہ ڈینٹ نے دونوں ملکوں کے متعلق امریکہ کے مسلک کو کامیاب بنانے میں نہایت ممتاز حصہ لیا -

ڈینٹ کی وفات اچانک ہوائی جہاز کے ایک حادثے میں ہوئی، جب وہ حبشہ میں سفر کر رہا تھا ۔ جہاز ناگہانی طریق پر ایک چٹان سے ٹکرایا اور ایک ایسی شخصیت کی زندگی ختم ہوئی جس کے متعلق گرانقدر توقعات تھیں ۔ امریکہ نے ایک وفادار اور وسیع المعلومات خدمت گزار کھویا ۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ ایک ایسا فاضل اور معلم چھنا ، جس کا علم مشرق قریب کے ماضی و حال کے متعلق حد درجہ وسیع تھا اور افراد و مسائل کے متعلق جس کی روشن رائے امریکہ کے لیے اس دور میں انتہائی بیش قیمت تھی ۔ آگے ایسا دور آنے والا تھا ' جس میں زمانہ قدیم اور دور حاضر کی دنیا کی شاہراھوں پر مشتبہ سیاسی سرگرمیوں کے باعث تاریکی پھیلنے والی تھی ۔ ایسے موقع پر ڈینٹ جیسی ہستی کا ضیاع حد درجہ نقصان رساں تھا ۔ ڈینٹ کو ڈاکٹر کی ڈگری کے لیے دور حاضر کے یورپ کی سفارتی تاریخ اور خلافت بنی امیہ کی سیاسی و اقتصادی تاریخ میں انہماک رہا ۔ یہ دونوں چیزیں آگے چل کر بے حد ضروری ثابت ہوئیں ۔ ایسا معلوم ہوتا ھے کہ قدرت نے پہلے ھی اسے ان کاموں کے لیے تیار کر دیا تھا ۔ اگر ان دو دائروں کے متعلق پوری معلومات موجود نہ ہوتیں ، جن میں صدیوں کا فصل تھا تو آج مشرق قریب کے معاملات کی نسبت دانشمندانہ راہ عمل اختیار کرنا شاید ھی ممکن ہوتا ' کیونکہ ھم آج جن بنیادی اور عملی مسائل سے دوچار ھیں، ان میں سے اکثر ان ھی دو دوروں کی مذھبی و سیاسی کشمکشوں کی میراث ھیں ۔

ڈینٹ نے ڈاکٹر کی ڈگری کے لیے جو مقالہ لکھا ، اس میں عرب حکومت کے متعلق ولہاوزن کے پیش کردہ دلائل کا جائزہ لیا تھا ' جس میں اُن ماخذ کی روشنی سے فائدہ اٹھایا ' جو ولہاوزن کو نصیب نہ ہوئے ۔ نیز ان خاص کتابوں سے استفادہ کیا ' جو ولہاوزن کے بعد لکھی گئیں اور وہ زیادہ تر اسی کی کتاب پر مبنی

نہیں ۔ تحقیق و تفتیش سے ڈینٹ اس نتیجے پر پہنچا کہ عرب سلطنت کا زوال محکوموں کی اقتصادی اور سیاسی شکایات کا نتیجہ نہ تھا ـــــ ولہاؤزن کی کتاب شائع ہونے کے بعد عام نظریہ یہی تھا ـــ بلکہ یہ زوال عرب معاشرے کی عام وضع و نوعیت اور خاص خاندانی و انتظامی وجوہ کا نتیجہ تھا ۔ مثلاً ایک وجہ یہ تھی کہ بنو امیہ میں سے آخری خلیفہ نسب کی بنا پر خلافت کا حقدار نہ تھا اور وہ خاندان حکومت میں مرکزیت پیدا نہ کر سکا، خصوصاً فوجوں پر نظم و ضبط قائم رکھنے میں ۔ نیز عربوں کی ایک عجیب خصوصیت یہ ہے کہ وہ نہ خود حکومت کر سکتے ہیں نہ کسی کے محکوم رہ سکتے ہیں[1] ۔ اس مقالے کے پہلے باب میں اموی نظام محاصل کے شرعی اصول پر بحث کی ہے ۔ دوسرے باب میں اس نظام کا عمل دکھایا ہے ۔ تیسرے باب میں اہم انتظامی اداروں، خصوصاً فوج پر بحث کی ہے اور چوتھے باب میں آخری اموی خلیفہ مروان ثانی کے سوانح حیات بیان کرکے اس کے عہد حکومت پر نقد و تبصرہ کیا ہے ۔

پیش نظر کتاب میں ڈینٹ امویوں کے ماتحت مسئلہ محاصل کے اندر بہت گہرا چلا گیا ہے اور اس موضوع پر ولہاؤزن کے مسلمہ نظریات کا رد کیا ہے، خصوصاً وہ نظریہ جو مسلمان فقہاء اور مؤرخوں میں سے اکثر کے بیانات کے صریح خلاف ہے، جن کی شہادت ولہاؤزن نے اس بنا پر رد کردی تھی کہ یہ لوگ اپنے عہد میں نشو و نما پائے ہوئے اقتصادی اداروں کو دور فتوحات سے نسبت دیتے رہے تاکہ ان پر پیغمبر اسلام (صلعم) اور خلفائے راشدین کی مہر لگ جائے ۔ ڈینٹ نے اس موضوع پر پانچ باب

---

۱ ۔ یہ نظریہ اس لحاظ سے نا قابل قبول ہے کہ عربوں کی حکمرانی کے جو روشن شواہد صرف تاریخ کے صفحات پر نہیں ؛ بلکہ روئے زمین کے مختلف خطوں کی پیشانی پر ثبت ہیں، ان سے کون انکار کر سکتا ہے ؟ باقی رہا حکمران خاندانوں کا بننا اور بگڑنا تو اس سے کوئی بھی قوم مستثنیٰ نہیں ۔

لکھے ، جن میں محاصل کے متعلق تمام معلومات کا جائزہ سختی سے لیا - اس میں اسلامی مصادر، ہمعصر مسیحی مصادر اور مصر کے تعلق میں حال کی دریافت شدہ پیپری[1] سے بھی کام لیا اور ثابت کردیا کہ مسلم فقہاء اور مؤرخین نے سواد ، جزیرہ[2] ، شام ، مصر اور خراسان کے محاصل کی نسبت جو کچھ لکھا ، وہ سلطنت عرب کے ان پانچ صوبوں کے تاریخی نشو و ارتقاء سے پوری مطابقت رکھتا ہے اور ان تحریرات کو بہ حیثیت مجموعی قابل اعتماد سمجھنا چاہیے - غرض ولہاؤزن کی دلیل کا سب سے بڑا سہارا زائل ہوگیا - پوری تاریخی تحریک کی جو تعبیر اس نے کی — اسی کی پیروی بیکر اور کائتانی جیسے فضلاء نے کی — اس پر ڈینٹ کی تحقیقات کی روشنی میں نظر ثانی کرنی چاہیے - خود ڈینٹ نے اپنی تحقیقات کے نتائج تمہید کے آخر میں بیان کر دیے ہیں -

ڈینٹ هارورڈ ہی میں تھا، جب اس نے ہنری پائرن[3] کی کتاب ''محمد اور شارلمین''[4] کا انتقاد تیار کر لیا تھا - اب رسالہ سپیکولم[5] (جلد ۲۳ نمبر ۲ اپریل ۱۹۴۸ء) میں ڈاکٹر رچرڈ این فرائی[6] کے زیر اہتمام شائع ہو چکا ہے - اس مقالے میں ڈینٹ نے پائرن کی ان مختلف دلیلوں کا جائزہ لیا ہے ، جو اس نے اپنے نظریے کی تائید میں پیش کی تھیں - نظریہ یہ تھا کہ اسلام کی توسیع نے رومی امن کا حلقہ توڑ دیا ، جو اس وقت تک بحیرہ روم پر

1 - پیپری جمع ، پیپرس واحد یونانی میں کاغذ کو کہتے ہیں - زمانہ قدیم میں مصری ایک خاص پودے کی چھال پر لکھتے تھے - یونانی و رومی دور اور ابتدائی دور کی بہت سی تحریرات ایسے ہی کاغذات پر ملی ہیں - میں نے اشتباہ سے قاری کو محفوظ رکھنے کے لیے آئندہ بھی جا بجا پیپری یا پیپرس کا لفظ استعمال کیا ہے اسی سے انگریزی کا لفظ پیپر (paper) نکلا بہ معنی کاغذ -

2 - سواد اور جزیرہ عراق کے جنوبی و شمالی حصوں کے پرانے نام ہیں -

3 - Henry Pirenne -

4 - Mohammed and Charlemagne -

5 - Speculum -

6 - Frye -

مسلط رہا تھا۔ ساتھ ھی بیزنطیم اور مشرق کے تجارتی تعلقات مغربی یورپ سے منقطع کرکے از منہ وسطیٰ کی ابتدا کی۔ اس طرح میرو ونجی حکمرانوں پر زوال طاری ھوا اور روپے کا اقتصاد از منۂ وسطیٰ کے طبعی اقتصاد میں منتقل ھوگیا۔ تمام متعلقہ عوامل ــ تاریخی، سیاسی اور اقتصادی ــ پر گہرے غور و فکر کے بعد ڈینٹ اس نتیجے پر پہنچا:

> ''کوئی ایسی شہادت نہیں ملتی کہ عرب بحیرۂ روم
> میں ساتویں یا آٹھویں صدی میں مغرب کی تجارت
> کو روکنا چاھتے تھے یا انھوں نے اسے روکا''۔

نیز میرو ونجی یا کارولنجی دور کی خالص اقتصادی تعبیر، جس کے لیے پائیرن نے کوشش کی: ''یقیناً مستوجب رد ھے۔ وجہ یہ کہ اقتصادی عوامل . . . . ایک بڑے عملیۂ اسباب میں محض چند پہلوؤں کی حیثیت میں موجود تھے اور انھیں اصل اسباب کا بڑا حصہ قرار نہیں دیا جا سکتا''۔

پائیرن کے نظریات کے جائزے میں ڈینٹ نے پھر یہ ثابت کر دیا کہ اس کے فکر کی حیثیت و نوعیت کیا تھی۔ اس کا علم کتنا صحیح اور مفصل تھا۔ اس کے نزدیک تاریخ خونریزی سے پاک واقعات کا سلسلہ نہیں، بلکہ انسانی محرکات، مفادات اور مقاصد کا ایک الجھا ھوا لچھا ھے، جسے صرف تربیت یافتہ اور آگاہ فکر ھی کے ذریعے سے سلجھایا جا سکتا ھے۔ ڈینٹ کے دل و دماغ میں تاریخ کے صحیح مطالعے کی صلاحیت موجود تھی۔ دماغ ایسا تھا جو کسی بھی انسانی شے کو توجہ یا احترام کے ناقابل سمجھ کر اس سے روگردانی کے لیے تیار نہ تھا اور دل ھمدردانہ بصیرت سے لبریز تھا۔ ڈینٹ کے ایک دوست نے اس کے متعلق کیا خوب کہا: ''ھم اسے اپنے میں سے منتخب سمجھتے تھے اور جانتے تھے کہ وہ ھم سب کی زندگی کے لیے روشنی کا سامان ھے''۔

(ھارورڈ یونیورسٹی) (ولیم ٹامسن)

تمہید

اسلام کی پہلی دو صدیوں میں مفتوحہ اقوام کے محاصل پر اتنا وسیع ذخیرہ موجود ہے کہ اس فہرست میں جو پہلے ھی خاصی طویل ہے، کسی نئی کتاب کا اضافہ جسارت معلوم ہو سکتا ہے ۔ اسلامی تاریخ کا مطالعہ کرنے والوں کو جن مسائل سے سابقہ پڑتا ہے ، وہ ویسے ھی ھیں، جو مشرقی رومی سلطنت کے حالات پر غور و بحث کرنے والوں کے سامنے آتے رھتے ھیں ۔ اگر بیزنطینی تاریخ کے فاضلوں کو (iugum) اور (caput) مالیۂ زمین ، اور محصول پر (dominus) اور (colonus) اور مفرورین (agrideserti) کی اصطلاحیں پریشان کرتی ھیں تو عربی تاریخ کا ذوق و شوق رکھنے والوں کے سامنے بھی مقررہ اور متناسب رقوم ، خراج اور جزیہ، اقطاعات اور متروکہ جاگیروں، معاھدے کی بنا پر حوالگی قبول کرنے، شہروں اور بہ زور مفتوحہ زمینوں، مفروروں اور نو مسلموں کے مسائل پیش آتے ھیں ۔ غرض تشخیص کی بنیاد اور فراھمی مالیہ کا طریقہ خاص غور و فکر کے محتاج ھیں ۔ دونوں صورتوں میں پیچیدگی اس وجہ سے پیدا ھوئی کہ دونوں سلطنتوں کے مختلف صوبوں میں یکساں نظام رائج نہ تھا ۔ رومیوں کے ھاں شہادتیں بہت کم اور عربوں کے ھاں بہت زیادہ ھیں ، لیکن یہ شہادتیں متصادم و متناقض حیثیت کی ھیں ۔ ان میں سے کسی ایک کے متعلق بھی کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس نے آخری اور فیصلہ کن حل دریافت کر لیا ہے ، جو باعث اطمینان ہے ۔ میں بھی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اس کتاب میں آخری حل پیش کر دیا گیا ہے ۔

گزشتہ چالیس برس میں اسلامی محاصل کے متعلق جو کتابیں لکھی گئیں ، وہ مخصوص نوعیت کی تھیں، نیز اُن کا دائرۂ بحث عربی

سلطنت کے خاص صوبوں تک محدود تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آج کوئی ایسی کتاب موجود نہیں جس کی طرف مسئلے کی عمومی حیثیت سے دلچسپی رکھنے والا قاری متوجہ ہو سکے۔ اگر وہ ثانوی حیثیت کی کتابوں سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے گا تو اسے معلوم ہوگا کہ معمولات و آراء اس درجہ متناقض ہیں، جن سے اس کی پریشانی ختم ہونے کے بجائے بڑھتی جائے گی۔ زیر غور کتاب کے اندر نظام محاصل کو اسی صورت میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے، جس صورت میں یہ مشرق و مغرب کی ان سر زمینوں کے اندر رائج تھا، جو ایرانیوں اور رومیوں کی محکوم تھیں اور یہ کتاب اُن شہادتوں پر مبنی ہے، جو مصنف مہیا کر سکا۔ تاہم یہ آخری آراء کی تالیف و ترتیب پر مبنی نہیں۔ قاری کو جلد معلوم ہو جائے گا کہ میرے اپنے نظریات ہیں اور میرے سامنے خاص مقاصد ہیں۔ مثلاً یہ کہ بحیثیت عمومی میں اُن بڑے نتائج پر مطمئن نہیں، جنھیں عربوں کے، مالی اداروں کی ابتدا اور نشو و نما کے متعلق مدت سے مسلم مانا جاتا ہے۔

میں قاری کو متنبہ کر دینا چاہتا ہوں کہ اس موضوع کے متعلق میرا نقطہ نگاہ ایک مورخ کا ہے۔ مجھے نظام محاصل سے بہ حیثیت نظام کوئی دلچسپی نہیں، بلکہ اس کے سیاسی اور اقتصادی نتائج سے دلچسپی ہے۔ سوال یہ ہے کہ عربوں نے جو ملک فتح کیے، اُن کے متعلق وہ کون سے انتظامات عمل میں لائے؟ نیز ان انتظامات کے سلسلے میں خلفا کے سیاسی مقاصد پر کیا اثر پڑا؟ مسیحیوں، یہودیوں اور مجوسیوں کے حلقہ بگوش اسلام بننے سے سلطنت کی مالی حیثیت کس حد تک خطرے میں پڑی؟ کیا عراق میں مجلسی بد نظمی اور عباسیوں کے برپا کردہ انقلاب کی کامیابی میں نظام محاصل کو ایک اہم عامل کی حیثیت حاصل تھی؟ جہاں جہاں ان مسائل، نیز ان جیسے دوسرے مسائل کے متعلق مہیا شدہ معلومات سے زیادہ روشنی نہیں مل سکی

انھیں اختصاراً پیش کر دیا گیا ہے ۔ سب سے بڑھ کر یہ — جیسا کہ کتاب کے نام سے ظاہر ہے — کہ اس میں خراج اور جزیے یعنی مالیۂ اراضی اور محصول سر کی نوعیت پر خاص زور دیا گیا ہے ۔ اس معاملے کے متعلق میں جن نتائج پر پہنچا ، وہی اس میں وقت اور زحمت صرف کرنے کی موزوں وجہ جواز ہیں ۔

پہلا باب

اہم مسائل کا جائزہ

یہ اعزاز جولئیس ولہاؤزن[1] کو حاصل ہے کہ اس نے دولت عربیہ اور اس کے سقوط کا نظریہ سب سے پہلے پیش کیا ۔ جس کے عمومی نکات برابر مسلم مانے گئے اور اب تک مانے جاتے ہیں ۔ اس نے اپنی جرمن کتاب (''دولت عربیہ اور اس کا سقوط'' ـــــ مطبوعہ برلین ۱۹۰۲ء) میں مندرجہ ذیل اصول قائم کیے :

۱ ۔ فتح کے وقت عربوں نے مفتوحہ اقوام سے ایک معین رقم بہ سلسلۂ خراج اور ایک معین مقدار بہ سلسلہ پیداوار زرعی وصول کی ۔

۲ ۔ اس خراج کی تشخیص مقامی اور کیسائی حکام نے کی ، جو فتح سے بیشتر ان فرائض کی بجا آوری کے ذمہ دار تھے اور ان ہی نے خراج جمع کیا ۔

۳ ۔ یہ خراج یقیناً اراضی پر محاصل اور آمدنی پر ٹیکس ـــــ محصول سر ـــــ لگا کر وصول کیا گیا ، لیکن عربوں کو تشخیص و وصول کے ذرائع یا تشخیص کنندوں کی نگہداشت عدل سے کوئی سروکار نہ تھا ۔

۴ ۔ خراج اور جزیہ کی اصطلاحات کا مطلب یہ سمجھا گیا کہ اول سے مقصود محصول اراضی اور دوم سے مقصود محصول سر ہے ۔ تاہم ایک صدی سے زیادہ مدت تک یہ دونوں اصطلاحیں

---

1 - Julius Wellhausen -

مترادف سمجھی جاتی رہیں اور ان سے مقصود محض خراج تھا ' یہاں تک کہ ۱۲۱ھ (۷۳۹ء) کے بعد خود عربوں میں بھی محصول اراضی اور محصول سر کے درمیان کوئی امتیاز باقی نہ رہا ۔

۵ ۔ جو شخص دائرۂ اسلام میں داخل ہو جاتا ' اسے محض محصول سر — جزیہ — ہی سے نہیں' بلکہ ہر خراج سے بھی مستثنیٰ کر دیا جاتا ۔

۶ ۔ جو زمینیں غیر مسلموں کے قبضے میں تھیں ' اگر ان کے مالک دائرۂ اسلام میں داخل ہو گئے یا وہ مسلمانوں کے ہاتھ فروخت کر دی گئیں تو انھیں محصول سے مستثنیٰ کر دیا گیا ۔

۷ ۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلام قبول کر لینے کے لیے ایک زبردست اقتصادی محرک بروئے کار آ گیا اور وسیع پیمانے پر قبول اسلام سے تین نتیجے پیدا ہوئے :

(الف) عرب جو محاصل وصول کرتے تھے ' ان میں ناگزیر طریق پر کمی آ گئی ۔

(ب) خراج گزار جماعتوں پر مالی بار ناقابل برداشت ہو گیا ' کیونکہ جو محاصل لوگ داخل اسلام ہونے سے پیشتر ادا کرتے تھے ' وہ ان لوگوں کے کندھوں پر ڈال دیے گئے ' جو اپنے مذاہب پر قائم رہے ۔

(ج) بہت سے نو مسلم زمینیں اور گاؤں چھوڑ کر عرب شہروں میں پہنچ گئے ۔ جہاں وہ عربوں کے " موالی " بن گئے — یہاں انھیں یہ سیاسی شکایت پیدا ہوئی کہ سر پرست ان سے کامل مجلسی مساوات کا برتاؤ نہیں کرتے ، خصوصاً حکومت کی طرف سے انھیں پنشنیں نہیں ملتیں ۔

چنانچہ وہ لوگ حکومت کی استواری کے لیے ایک مستقل خطرہ بن گئے ۔

۸ - عراق کے حاکم حجاج بن یوسف نے مالیے میں تخفیف کا انسداد پیش نظر رکھتے ہوئے نو مسلموں پر از سر نو خراج کا پورا بار ڈال دیا اگرچہ قانوناً یہ جائز نہ تھا ۔ اس طرح انھیں شہروں سے نکال کر پھر زمینوں پر بھیج دیا ۔

۹ - متقی خلیفہ عمرؓ بن عبدالعزیز نے ۱۰۰ھ (۷۱۸ء — ۷۱۹ء) میں فیصلہ فرما دیا کہ قبول اسلام کے بعد ہر فرد محاصل سے مستثنیٰ ہو جاتا ہے ، لیکن جس اراضی سے محصول وصول ہوتا تھا ، اسے معافی میں منتقل ہونے سے روکنے کے لیے عمرؓ بن عبدالعزیز نے ۱۰۰ھ سے حکم دیے دیا کہ نہ کوئی اراضی مسلمان کے ہاتھ فروخت ہو اور نہ کوئی اراضی کسی کے قبول اسلام سے معافی میں منتقل ہونے پائے ۔ اس کے بعد نو مسلم کے لیے دو صورتیں رہ گئیں : اول یہ کہ اراضی پر قابض رہے اور خراج کے برابر اس کا مالیہ ادا کرتا جائے ، دوم یہ کہ اراضی چھوڑ کر شہر میں منتقل ہو جائے ۔ نو مسلم اکثر آخری طریقہ اختیار کرتے رہے ۔

۱۰ - ۱۲۱ھ (۷۳۹ء) میں خراسان کے حاکم نصر بن سیار نے حکم دے دیا کہ آئندہ تمام لوگ ، خواہ وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم ، اراضی کا مالیہ ادا کریں، لیکن جزیہ صرف غیر مسلموں سے وصول کیا جاتا تھا اور اس سے ان کی تحقیر مقصود تھی[1] ۔

---

1 - یہ سورۂ توبہ کی آیت ۲۹ کی طرف اشارہ ہے جس میں یہ الفاظ آئے ہیں : حتیٰ یعطوا الجزیہ عن ید و ہم صاغرون ، صاغرون کا ترجمہ عموماً ذلت کیا جاتا ہے ، حالانکہ اس کا صحیح ترجمہ یہ ہے کہ وہ خوشی سے جزیہ دینا قبول کر لیں اور ان کی سر کشی ٹوٹ چکی ہو۔امام شافعیؒ نے کتاب الام میں وہم صاغرون کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ ان پر اسلامی حکومت کے قوانین جاری ہو جائیں ، یعنی وہ اسلامی حکومت کے قوانین کے آگے جھک جائیں ۔

۱۱ - چونکہ اکثر مسلمان فقہاء اور مورخ ان دس نکتوں کی مخالفت کرتے ھیں ، اس سے ولہاؤزن کی رائے کے مطابق یہ نتیجہ نکلتا ھے کہ ان لوگوں نے دیدہ دانستہ حقائق کی مخالفت کی ۔ انھوں نے توضیح تو کر دی ، لیکن فتح کے وقت جو معاصر اقتصادی ادارے موجود تھے ، ان کا حوالہ دے کر وہ برأت کی کوشش میں کامیاب نہ ھوئے : ''مسلم فقہاء عموماً ان حالات کو اھمیت دیتے رھے ، جو شدید ضروریات یا رجحانات کے تحت تدریجاً بروئے کار آئے ، پھر ان پر وہ رسول اللہ ﷺ اور پہلے خلفاء کی سنت سے تقدیس کی چھاپ لگاتے رھے ۔ ''[1]

ولہاؤزن کے نظریے کا نہایت سر گرم حامی سی' ایچ بیکر[2] تھا ' جس نے اس کا اطلاق مصر پر کیا ۔ وہ ابتدا میں کہتا ھے کہ تقریباً تمام عرب روایات میں ایک قطعی رجحان نئے تطابقات کے لیے موجود ھے ' خصوصاً بالکل ابتدائی دور کے متعلق ''[3] پھر دعویٰ کرتا ھے کہ عربوں نے مصریوں سے خراج میں نقد روپیہ طلب کیا اور اس کا حساب یوں کیا کہ پوری مردانہ آبادی پر فی کس دو دینار عائد کیے ، ساتھ ھی وہ خراج جنس شامل کرلیا ، جسے یونانی ''ایمبولی''[4] کہتے تھے ۔ یہ خراج اھل مصر خود جمع کرتے تھے اور اس سلسلے میں وھی طریقے اختیار کیے گئے ' جو بیزنطینی نظام میں رائج تھے ۔ یقیناً اس کا ایک حصہ قدیم بیزنطینی محصول سر پر مبنی تھا ' تا ھم اس محصول سر کو عربوں کی اصطلاح جزیہ سے کوئی تعلق نہ تھا ۔ اسی طرح دو دینار کی شرح کو بھی کوئی تعلق نہ تھا اور اسے بھی جزیہ کہا جاتا تھا ۔ یہ در اصل ''فی کس محصول''[5] سے ملتا جلتا تھا ' مگر ''فی کس محصول[6] نہ تھا'' ۔ جب تک عربوں

---

1 ۔ ولہاؤزن ص ۷ ۱ ، نیز ص ۱۶۹-۱۸۷ ' ۱۵۱-۱۵۳ ' ۲۹۷-۳۰۰

2 ۔ Becker ۔

3 ۔ بیکر کی کتاب Beitrage جلد دوم ص ۸۲ ۔

4 ۔ Embole ۔ اس کا مفہوم ھے محصول بہ شکل گندم ۔

5 ۔ جرمن لفظ Kopfsteuerartig ھے ۔

6 ۔ جرمن لفظ Kopfstetter ھے ۔

کو کارندے ملتے رہے ـــ وہ جمع کرنے والے اور تشخیص کرنے والے کارندے نہ تھے ـــ ان کے نزدیک محصول اراضی اور جزیہ میں کوئی امتیاز نہ تھا ۔ اسلام قبول کرتے ھی ھر فرد اور اس کی جائداد تمام محاصل سے مستثنیٰ ھو جاتے ۔ اس نظام سے پہلا اختلاف عبدالعزیز بن مروان کی حکومت مصر کے زمانہ میں ھوا ۔ اس نے راھبوں پر بھی ایک دینار محصول عائد کر دیا ۔ یہ محصول اس خراج کے علاوہ تھا ، جو مقامی سرکاری افسر فراھم کرتے تھے ۔ ۱۰۶ھ - ۱۰۷ھ (سنہ ۷۲۴ء — ۷۲۵ء) میں عبیداللہ بن حجاب نے مردم شماری کرائی تو خراج اور جزیے کا حقیقی نظام نافذ ھوا ۔ تمام لوگ محصول اراضی ادا کرتے تھے ، مگر جزیہ صرف غیر مسلموں سے لیا جاتا تھا ۔[1]

بیکر کو اپنے موقف کی تائید کے لیے اور شہادت مل گئی ۔ وہ کہتا ھے کہ مصر کے اندر اسلامی حکومت کی پہلی صدی کے کاغذات میں لفظ خراج ملتا ھی نہیں[2] ۔ اس نے اپنی کتاب میں جو کیفیت پیش کی ، اس کی تفصیلات متعدد مقالوں میں بیان کیں ، جو سب اس کی دوسری کتاب ''دراسات اسلامیہ[3]'' میں جمع ھو گئیں (مطبوعہ لیپزگ ۔ ۱۹۲۴ء جلد اول ص ۱۰۱ - ۲۶۳) نیز ملاحظہ فرمائیے ''دراسات الاوراق البردی''[4] جلد زیڈ ، اے ۲۲ ، ۱۹۰۸ء ، ص ۱۳۷-۱۵۴ ۔

محاصل کے موضوع پر نہایت سیر حاصل بحث لیون کائتانی[5] کی اطالوی کتاب ' وقائع اسلامیہ'[6] (مطبوعہ میلان — ۱۹۱۲ء جلد ۵ ص ۲۸۰ - ۵۳۲) میں ملتی ھے ۔ کائتانی نے اپنے انتقاد کی بنیاد زیادہ تر یہ بنائی کہ ماخذ اصلاً ناقابل

---

1 - بیکر کی کتاب ص ۸۱-۱۱۲ ۔
2 ۔ بیکر کی کتاب Papyri Schott-Reinhardt جلد سوم ص ۳۹ ۔
3 - Islamstudien -
4 - Papyrusstudien -
5 - Loue Cactani -
6 - Annali dell' Islam -

اعتماد ہیں : اسلامی فقہ کا جو دبستاں پہلی اور دوسری صدی ہجری میں مدون ہوا ، اس میں مسلم علماء نے قرآن و احادیث کے مقدس متون کے مطالعہ کے بعد ایک ایسا نظام مرتب کیا ، جو ان کے نقطۂ نگاہ کے رو سے روح اسلام کے عین مطابق تھا اور اسی پر رسول اللہ ؐ کے زمانے میں عمل ہوتا تھا ، لیکن یہ نظام دو سو سال بعد مرتب ہوا۔ یہ مثالی نظام زیادہ تر عملی زندگی سے پیدا ہوا ، غالباً فقہاء کی مصنوعی تخلیق ہے اور اس نظام سے جزواً ہی مطابق ہے ، جو مسلم معاشرے کی روزانہ عملی زندگی میں بروئے کار آیا ۔ جن مثالیت پسندوں نے اسلامی قوانین مدون کیے ، انھوں نے اسلام کے تاریخی ارتقاء کا صرف وہ حصہ قبول کیا اور اصل نظام میں قائم رکھا ، جو ان کے اصول——یا ان کے رجحانات——کے مطابق تھا ۔ ابتدائی دور کے ان فقہا نے دور اول کے تمام تذکروں اور روداودں کو اپنے خاص مقاصد کا رنگ دے دیا اور عظیم القدر اسلامی ڈرامے کے اعلیٰ کرداروں کو اپنے مثالی اصول و تصورات کے مطابق لباس پہنا کر پیش کیا ۔ اس طرح وہ یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ رسول اللہ ؐ اور خلفاء (راشدین) خصوصاً (حضرت) عمرؓ کے ماتحت حکومت کے معاملات ایسے انداز پر جاری رہے جو نظری اعتبار سے مثالی اور کامل و اکمل تھا[1] ۔

اس بنیادی مفروضے کے مطابق کائتانی نے مسلمان مصنفین کے بیانات و روایات کے بیشتر حصے سے انکار کا راستہ پیدا کر لیا اور وہ اس خاص نکتے کے اثبات پر بہ ظاہر آسانی سے پہنچ گیا ، جو اس کے پیش نظر تھا ۔ یوں وہ بالعموم بیکر اور ولہاؤزن سے ہمنوا رہا ، لیکن خاص معاملات میں ان سے اختلاف

1 ۔ کائتانی کی کتاب جلد پنجم ص ۲۸۲ - ۲۸۳ ۔

بھی کیا ۔ مثلاً دو دینار جزیے کی شرح ، جسے وہ فریب پر مبنی قرار دیتا ہے ۔

کائتانی کے بعد نہایت ممتاز علمی کارنامہ ایڈولف گرھمان[1] نے انجام دیا ' جس نے یونانی اور عربی کاغذات سے مقالوں کے ایک سلسلے میں شہادت پیش کی ' ان میں سے اہم یہ ھیں :

۱ ۔ عربی پیپرس کی چھان بین کے مسائل Actes du Ve Congres International de Papyrologie (برسلز سنہ ۱۹۳۸ء) ص ۱۲۲—۱۳۴ ۔

۲ ۔ Apercu de Papyrologie arabe (سوسائٹی رائل ایجپشین دی پیپرولوجی قاہرہ ۱۹۳۲ء) جلد اول ص ۲۳—۹۵ ۔

۳ ۔ عرب پیپرولوجی کے مسائل (Archiv Orientalni III ۱۹۳۱ء ' ص ۳۸۱—۳۹۳ ، V ۱۹۳۳ء ص ۲۷۳—۲۸۳ ' VI ۱۹۳۴ء ص ۱۲۵—۱۳۹ ' ص ۳۷۷—۳۹۸) ۔

۴ ۔ ''مصری کتب خانے میں عرب پیپری'' قاہرہ ۱۹۳۴—۱۹۳۸ء ۔

۵ ۔ Edizione di Testi Arabi' Papiri della R Universita di Milano ایکیلی ووگلیانو میں میلان ۱۹۳۷ء جلد اول ص ۲۴۱—۲۶۹ ۔

عمومی حیثیت سے دیکھا جائے تو بیکر جو کچھ لکھ چکا تھا گرھمان نے اس میں کوئی اضافہ نہیں کیا ' خصوصاً ابتدائی تصانیف میں ، جو صرف معلوم عام واقعات کی تفصیل پر مبنی ھیں ' لیکن وہ اپنی آخری تصنیف میں اس رائے سے متفق معلوم ہوتا ہے کہ جزیے کے علاوہ ایک خاص محصول سر بھی لگایا گیا تھا ۔

---

1 - Adolf Grohmann-

خراج کے بارے میں اس کا بیان ہے کہ اس لفظ کا مطلب اوائل میں محصول اراضی تھا ' لیکن عموماً اسے محصول بھی سمجھا جا سکتا تھا[1] - اس دعوے میں اس نے وہ تمام بڑے نکات پیش کر دیے ' مگر ان کے لوازم کا خیال نہ کیا - ہم آگے چل کر اپنا نقطۂ نگاہ تفصیل سے پیش کریں گے -

ھنری لامنز[2] نے محصول اراضی اور جزیے میں تمام دوسرے نقادوں سے بیشتر امتیاز قائم کر دیا - ساتھ ھی وہ بیکر اور کائتانی کی چھان بین کا بڑا مداح ہے[3] - وہ کہتا ہے کہ سفیانیوں کو مسلمانوں کے سامنے خراج پیش کرنے میں کوئی بے عزتی محسوس نہ ہوئی اور نو مسلموں کو محصول سر یا جزیے سے مستثنیٰ کر دیا گیا[4] -

تاریخ مصر کے لیے وہ نوٹ بے حد اہم ھیں ' جو ایچ ' آئی بیل نے اپنی تصنیف The Aphrodito Papyri, Greek Papyri in the Briti h Museum IV 1910 ص ۸۱—۸۲ ۱۶۶—۱۷۷ کے ساتھ شامل کیے - اسی طرح اموی خلفاء کے ماتحت مصر کے نظم و نسق کے بارے میں اس کا مقالہ قابل قدر ہے - Byz. Zeit, XXVIII ۱۹۲۸ء ص ۲۷۸—۲۸۶) - بد قسمتی سے بیل عربی کا ماہر نہ تھا - اور عربی ماخذ سے اپنی معلومات حاصل کرنے کے لیے وہ بیکر کے مشورے پر تکیہ کرتا رھا ، لہذا اس کی کوشش یہ رھی کہ پیپری سے جتنی شہادت ملے وہ بیکر کے نظریے کے مطابق ہو - یہ کام اس نے پورا کر دیا ، لیکن بڑی مشکلات پیش آئیں -

---

1 - گرھمان کی کتاب ص ۱۲۴ - ۱۲۵ -

2 - Henry Lammens -

3 - ھنری لامنز کا مقالہ خلافت یزید اول پر - یونیورسٹی سینٹ جوزف - بیروت - جلد پنجم ۱۹۱۱ء ص ۱۲—۲۴ -

4 - ایضاً جلد ششم ۱۹۱۳ء ص ۱۰۴ -

اس موضوع پر مزید اهم بحثیں مندرجہ ذیل میں ملتی ھیں :

۱- مارٹن ھارٹ مان[1] : ''ابتدائی دور اسلام کے نظم و نسق کی سرگزشت پر مقالہ'' جو اورینٹل لٹریری جرنل میں شائع ھوا (برلین جلد ۷ ۱۹۰۴ء ۲ ص ۴۱۴-۴۶۵) -

۲- اے ایس ٹرٹن[2] کی کتاب ''خلفاء اور ان کی غیر مسلم رعایا'' (آکسفورڈ ۱۹۳۰ء) -

۳ - نبیہ ایبٹ[3] کی کتاب ''کرہ پپیری ایفروڈٹو سے اورینٹل انسٹی ٹیوٹ میں'' (شکاگو ۱۹۳۸ء ص ٦٧، ٧٥ - ٧٦، ۹۴-۹۵) -

۴ - مارٹن سپرینگلنگ[4] ''فارسی سے عربی'' (A.J.S.L, L.V.I ۱۹۳۹ء ص ۱۷۵ - ۲۲۴، ۳۲۵ - ۳۳٦) -

۵ - اے این پولیاک[5] : اسلامی قانون میں اراضی کی درجہ بندی اور فنی اصطلاحات (A.J.S.L., L.V.I, I. ۱۹۴۰ء ص ۵۰—٦۲) -

٦ - نکولس پی آگنیڈز[6] : ''مالیات کے متعلق اسلامی نظریے'' (نیو یارک ۱۹۱٦ء) ان کے علاوہ فان کریمر[7]، ویل[8]، فان برشم[9] اور ڈوزی[10] کی مشہور ابتدائی تصانیف بھی کار آمد ھیں -

بعد کی تمام تصانیف میں ان تین نکتوں سے کبھی اختلاف نہ کیا گیا، جو سب سے پہلے ولہاؤزن نے پیش کیے :

۱ - مسلم مآخذ کا یہ رجحان کہ وہ ان اداروں کو ابتدائی دور سے منسوب کرتے ھیں، جو بعد کے دور میں پیدا ھوئے۔

- Martin Hartmann - 1
- Tritton - 2
- Nabia Abbott - 3
- Martin Sprengling - 4
- Poliak - 5
- Aghnides - 6
- Kremer - 7
- Weil - 8
- Berchem - 9
-Dozy - 10

۲ - خراج اور جزیہ کو مترادف سمجھنا -

۳ - یہ رائے کہ اسلام میں داخل ہونے پر ہر شخص خراج سے مستثنی ہو جاتا تھا -

ان نکات کو قبول کر لینے سے جو مشکلات پیدا ہوتی ہیں :

۱ - **مسئلہ طریق بحث :** ولہاؤزن نے پہلے ایک نظریہ پیش کیا، پھر اس کی شہادت واضح کر دی - آخر میں ان تمام شواہد کو محلِ نظر قرار دے کر رد کر دیا، جو نظریے سے متناقض تھے اور مزید ثبوت پیش نہ کیا - کسی مستند مآخذ کو سراسر غلط قرار دے دینا درست مانا جا سکتا ہے، لیکن اس تاریخی طریق بحث کے بارے میں ہمیں کیا رائے قائم کرنی چاہیے، جس کے مطابق کسی ایک پیرا گراف کے چند فقرے درست مان لیے جاتے ہیں، باقی غلط اور ساختہ قرار دے جاتے ہیں ؟ بایں ہمہ اس کے لیے کوئی معقول وجہ پیش نہیں کی جاتی - مثلاً ولہاؤزن ابن عساکر کا ایک بیان اپنے استدلال کی تائید میں پیش کرتا ہے، اگرچہ اس بیان کا بیشتر حصہ ولہاؤزن کے عام نظریے کی تردید ہے[1] - موصوف بڑی بے تکلفی سے ابن عساکر کے متعلق ہر وہ چیز رد کر دیتا ہے، جو اس کے نزدیک مناسب نہیں - وہ کہتا ہے : "جس حد تک بیانات اس کے آراء سے متاثر نہیں، کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ انھیں کیوں قدیم مآخذ سے پیدا کردہ قرار نہ دیا جائے - یہ بیانات سراسر مثبت ہیں[2]" - پھر ولہاؤزن یہ ثابت کرتا ہے کہ اراضی کو مفتوحہ لوگوں کی ملکیت میں چھوڑ دیا گیا تھا - کائتانی اس سلسلے میں ابو یوسف کا حوالہ دیتا ہے (صفحہ ۳۵) - اس کا اخذ کردہ نتیجہ تو بہ ظاہر صحیح معلوم ہوتا ہے، تاہم زیر بحث عبارت میں صرف یہ واضح کیا گیا ہے

1 - ولہاؤزن ص ۱۷۹ — ۱۸۱ -
2 - ایضاً ص ۱۸۱ - ۱۸۲ -

صلح کی بنا پر فتح شدہ زمین اور جنگ کی بنا پر فتح شدہ زمین میں فرق ہے - کاشانی کے نزدیک اس قسم کا فرق سرے سے موجود ہی نہ تھا[1]۔

تاریخی طریق بحث کا یہ شیوہ محل نظر ہے - میں سمجھتا ہوں کہ اگر کوئی نظریہ ایسا تجویز کیا جا سکتا ہے ، جو عام تاریخی روایت کے مطابق ہو تو وہ اس نظریے کے مقابلے میں زیادہ قابل اعتماد ہے ، جو تاریخی روایت کے متفرق اجزاء پر مبنی ہو -

۲ - متضاد اصطلاحات - ہمیں ایسے جملے ملتے ہیں ، جیسے اراضی پر جزیہ اور سروں پر خراج - یہ جملے اس غرض سے پیش کیے گئے کہ جزیہ اور خراج مترادف ثابت ہوں - ایسا نتیجہ اخذ کرنا یقیناً واضح معلوم ہوتا ہے ، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ اراضی پر جزیہ محصول اراضی تھا اور سروں پر خراج کو جزیہ سمجھنا چاہیے - ہم علم اللسان پر نہیں ، تاریخی اصطلاحات پر گفتگو کر رہے ہیں - ہمارے سامنے مسئلہ یہ نہیں کہ ان محاصل کو کیا کہا جاتا تھا ، مسئلہ یہ ہے کہ وہ تھے کیا - مثلاً اگر عبدالحکم کے متعلق ہم متفق الرائے ہیں کہ وہ جانتا تھا ، جزیہ محصول سر ہے تو اس نے اراضی پر جزیے کا جملہ کیوں استعمال کیا؟[2] یہ ظاہر اس لیے کہ جس ماخذ سے اس نے فائدہ اٹھایا ، اس میں یہی درج تھا - اس کے مطابق جزیے سے مراد بعض اوقات خراج تھا ' مگر سوال یہ ہے کہ آیا جزیہ بطور خراج اور جزیہ بر اراضی مترادف تھے؟

۳ - لوگوں کے قبول اسلام کے بعد خراج ادا کرنے والے گروہ کی مشکل - اگر مقررہ خراج کم یا زیادہ نہیں ہو سکتا تھا تو نتیجہ یہ نکلا کہ ہر غیر مسلم محصول گزار کا انفرادی بار

---

1 - کاشانی جلد پنجم ص ۳۲۸ -

2 - عبدالحکم ص ۱۵۳ -

همسایے کے قبول اسلام سے بڑھتا جاتا تھا - اگر صورت حال یہی تھی تو عربوں کو اس سے کیا نقصان پہنچا ، جب وہ مقررہ رقم برابر لے رہے تھے؟ ایک طرف ولہاؤزن اور بیکر حجاج اور عمر بن عبدالعزیز رض کے قانون کی توضیح میں صرف یہ کہتے ھیں کہ قبول اسلام سے عربوں کے مالیے کو نقصان پہنچا، دوسری طرف اُن کا بیان یہ ھے کہ محصول گزار جماعت کے انفرادی محاصل ناقابل برداشت حد تک گرانبار ہوگئے تھے اور سلطنت میں جو سیاسی بے چینی پیدا ہوگئی تھی، اس کا سبب یہی بتاتے ھیں - اب یا تو یہ سمجھنا چاھیے کہ عربوں کا بھاری نقصان ھوا یا یہ سمجھنا چاھیے کہ مختلف محصول گزار گروھوں کو شدید نقصان پہنچا - لیکن منطقی اعتبار سے دونوں ھدف مضرت نہیں بن سکتے تھے ، کیونکہ ھمارے نزدیک مقررہ مقدار خراج غیر متبدل تھی -

۴ - جزیے کی اھمیت - ولہاؤزن کے نزدیک جزیے کی رقم اتنی معمولی تھی کہ اس سے استثنا تبدیل مذھب کا معقول اقتصادی محرک نہیں بن سکتا تھا،[1] لیکن یہ رائے محاصل اراضی اور جزیے کی متناسب مقداروں کے جائزے پر مبنی نہیں ، جن کا ذکر پیپری میں آ چکا ھے - اگر یہ درست ھے تو ھم پہلے عباسی خلیفہ کے اس فرمان کے متعلق کیا کہیں گے کہ جو لوگ میرا مذھب قبول کر لیں گے اور میری نماز ادا کریں گے ، انھیں جزیے سے مستثنیٰ قرار دیا جائے گا - ساتھ ھی یہ رائے ظاھر کی گئی ھے کہ گرانقدر خراج اور دوسرے تکلیف دہ واجبات کے باعث بہت سے دولتمندوں اور غریبوں نے مسیح[۴] کا مذھب چھوڑ دیا[2] -

---

1 - ولہاؤزن ص ۱۷۶ -

2 - Evtts' ساویرس ابن المقنع کی کتاب History of the Patriarchs of the Coptic Church of Alexandria سکندریہ کے قبطی کلیسا کے بطریقوں کی تاریخ) ملاحظہ ھو Patrologia Orientalis جلد پنجم ص ۱۸—۱۹۰ - اس ماخذ کا حوالہ آئندہ محض سیویرس (Severus) کے نام سے دیا جائے گا -

اس عبارت میں ''محصول سر'' سے مراد ''جزیہ'' ھے - ولہاؤزن اور بیکر دونوں کی شہادت کے مطابق جزیے کا مطلب محصول سر ھے، کیونکہ یہ لفظ اُس وقت استعمال کیا گیا ، جب اس نے ایک مخصوص اصطلاح کی حیثیت اختیار کر لی تھی - پھر اگر مسیحی ۱۳۳ ھ (۷۵۱ء - ۷۵۲ء) میں اس لیے مسلمان ھو گئے کہ جزیے سے نجات پائیں تو ھمیں یہ یقین کس طرح دلایا جا سکتا ھے کہ انھوں نے ۳۳ھ (۶۵۳ء - ۶۵۴ء) میں ایسا نہ کیا ؟

۵ - تاریخی سنین - سب سے بڑی مشکل یہ ھے کہ خراج اور جزیے کی اصطلاحات کا واضح اور متعین مطلب کب قرار پایا؟ ولہاؤزن کہتا ھے کہ ۱۲۱ھ میں یہ خراسان سے شروع ھوا - بیکر کا بیان ھے کہ ۱۰۶ھ ، ۱۰۷ھ میں مصر کے اندر شروع ھو چکا تھا - گرھمان کہتا ھے کہ یہ دوسری صدی کے وسط کا واقعہ ھے - لامنز کے نزدیک اسے سفیانیوں کے وقت کا یا اس سے تھوڑا عرصہ بعد کا واقعہ سمجھنا چاھیئے - اس کے لیے کسی مسلم یا مسیحی مآخذ سے براہ راست شہادت کا خفیف سا اشارہ بھی نہیں ملتا - کسی پیپرس میں اس کا سراغ موجود نہیں - (امام) ابو یوسف (۷۳۱ء — ۷۹۵ء) مصنف کتاب الخراج ۱۲۱ھ (۷۳۹ء) میں صرف چند سال کے تھے - پھر کیا یہ عجیب معاملہ نہیں کہ سب سے بڑی سند ھونے کے با وجود انھوں نے اس مسئلے کا ذکر تک نہیں کیا؟ کیا یہ حد درجہ حیرت انگیز امر نہیں کہ مالی معمولات میں اتنا اھم انقلاب بہ ظاھر دو صوبائی گورنروں کی مرضی کے مطابق عمل میں آیا، جو ھمارے علم کی حد تک خلیفہ سے کاملاً آزادی کی حالت میں یہ سلسلہ جاری کر رھے تھے؟ نیز یہ انقلاب مصر کے اندر چودہ سال پیشتر بپا ھو چکا تھا ، اس کے بعد کسی دوسری جگہ اس کے اجرا کا خیال آیا ؟

۶ - مآخذ - ھمیں یہ یقین دلایا جاتا ھے کہ دوسری صدی کے فقہاء نے رائج شدہ معمولات کو جائز ثابت کرنے کے لیے بعد کے

ادارے خلفاء راشدین سے منسوب کردیے ۔ اگر ایسا ہوا تو کونسی وجہ ہے کہ انہوں نے وہ ضوابط خلفاء راشدین سے منسوب کیے جو بعد کے دور میں موجود نہ تھے ؟ مثلاً کائتانی درست نہیں سمجھتا کہ دو دینار جزیہ فتح کے وقت ہر مصری پر عائد کیا گیا تھا ۔ یہ امر یقینی ہے کہ عبدالحکم کے زمانے میں ہر مصری پر دو دینار کا جزیہ موجود نہ تھا ۔ پھر (حضرت) عمرؓ سے ایسا جزیہ منسوب کرنے کے سلسلے میں عبدالحکم کے پیش نظر کون سا محرک تھا ؟ بلاذری ہمیں بتاتا ہے کہ (حضرت) عمرؓ نے سواد[1] میں مقررہ خراج کا نظام نافذ کیا اور خلیفہ مہدی نے متناسب خراج جاری کر دیا[2] ۔ اگر بلاذری کے زمانے میں متناسب خراج کا نظام رائج تھا تو اس نے کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ (حضرت) عمرؓ کی ایجاد تھا ؟ اگر فقہاء کوئی ثابت الاصول قانون پیش کرنا چاہتے تھے تو انہوں نے اتنے زیادہ متناقض بیانات کیوں روا رکھے ؟

بلاذری کا مطالعہ کہیں سے بھی شروع کر دیاجائے، پندرہ منٹ کے اندر اندر کم از کم ایک اور عموماً زیادہ مثالیں مل جائیں گی، جن سے واضح ہوگا کہ فتح کے وقت جو فیصلے کیے گئے تھے، ان میں اموی خلفاء یا ابتدائی دور کے عباسی خلفاء نے ترمیم کر دی ۔ کائتانی نے کہا کہ مسلمان مورخوں نے بڑے اسلامی ڈرامے کے عظیم الشان وقائع خود وضع کر لیے اور انہیں ایسے ''محکم سانچے'' میں ڈھالا، جو ان کے مثالی اصول کے مطابق تھا[3] ۔ اس نے ''محکم سانچے'' سے بڑھ کر نامناسب جملہ کبھی استعمال نہ کیا ۔ جس شخص نے بھی معیاری اسلامی تاریخوں کا مقابلہ

---

1 ۔ عراق کا جو میدانی علاقہ دریاؤں کی لائی ہوئی مٹی سے بنا تھا، عرب اسے سواد کہتے ہیں ۔ کیونکہ وہاں کی زمین کا رنگ سیاہی مائل تھا ۔
2 ۔ فتوح البلدان بلاذری ص ۲۷۲ ۔
3 ۔ کائتانی جلد پنجم ص ۲۸۳ ۔

کیا ہے ، وہ کبھی اس خیال کو دل میں جگہ نہیں دے سکتا کہ یہ لوگ ''محکم سانچے'' میں ڈھلی ہوئی شہادتیں پیش کر رہے ہیں ۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ بے اندازہ حقائق پیش کرتے ہیں اور ایسی روایتیں بھی ان کے ہاں بے شمار ملتی ہیں ، جو باہم متناقض ہیں ۔

تمام مستند اسلامی مصادر میں نہایت واضح بیانات موجود ہیں کہ عربوں نے مصر میں ایک چیز کی ' شام میں دوسرا طریقہ اختیار کیا ۔ عراق میں ان کے اصول تصفیہ اور تھے اور خراسان میں اور ۔ مصر میں دو دینار جزیے کی عام حکایت کسی دوسرے صوبے کے متعلق پیش نہیں کی گئی ۔ سواد کے متعلق عموماً یہ کہا جاتا ہے کہ (حضرت) عمرؓ نے زمین کی پیمائش کرائی اور اس پر خراج عائد کر دیا ' البتہ لوگوں پر جزیہ لگایا ۔ خراسان اور ماوراء النہر کے متعلق عام شہادت یہ ہے کہ مختلف شہروں نے مقررہ خراج کی شرط پر حوالگی قبول کر لی ۔ وہاں خراج یا جزیے کا کوئی نظام موجود نہ تھا ۔ ایک بھی مسلمان فقیہہ یا مؤرخ کا نام نہیں لیا جا سکتا ' جس نے غیر مشتبہ طور پر دعویٰ کیا ہو کہ اس عمل کے متعلق پوری عربی سلطنت میں یکسانی موجود تھی ۔ یکسانی کی تصویر پیش کرنے کے بجائے مسلم مصادر نے اہتماماً وہ صورت حال واضح کرنے کی کوشش کی ' جو مختلف صوبوں میں پیش آئی تھی ۔

حقیقت یہ ہے کہ ولہاؤزن اور اس کے حامیوں نے جو موقف اختیار کیا ' وہ اتنی مشکلات میں محصور ہے کہ از سر نو جائزہ لینے اور چھان بین کرنے کا متقاضی ہے ۔ اس کتاب میں جن نکتوں کی توضیح کی گئی ہے ' ان کا ایک اجمالی مرقع ذیل میں درج ہے :

۱ ۔ فتح کے وقت جو فیصلے کیے گئے تھے ' وہ یکساں نہ تھے اور اس حقیقت کا اعتراف اسلامی مصادر نے واضح طریق پر کیا ہے ۔

۲ - اگر مطالعہ کرنے والا شخص یہ جان لینے کی زحمت گوارا کرے گا کہ فلاں عبارت میں سلطنت کا کون سا حصہ زیر بحث ہے اور اس کے مالی انتظامات کی کیفیت کیا تھی تو متصادم شہادت کی بیشتر مشکلات ختم ہو جائیں گی - یہ یقینی و قطعی ہے کہ خراسان میں صورت حال وہ نہ تھی ' جو سواد اور مصر میں تھی ' لہذا خراسان میں نصر بن سیار کے قوانین و ضوابط صرف اسی صوبے کے متعلق سمجھے جا سکتے ہیں اور ان سے کسی دوسرے مقام کے حالات پر کوئی روشنی نہیں پڑتی - مثلاً یہ پیش نظر رکھنا لازم ہے کہ دبستان عراق کے فقہاء جو کچھ لکھ رہے تھے ، وہ صرف عراق کے متعلق درست تھا ' اس کا اطلاق مصر پر نہیں ہو سکتا -

۳ - خراج اور جزیے کو مترادف مان لیا جائے تو اس کا مطلب خراج نہ ہوگا ' صرف محصول ہوگا - محصول کا مطلب صوبے میں پورا جمع شدہ خراج بھی ہو سکتا ہے ' لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ عربوں کے پیش نظر صرف مجموعی خراج تھا - محصول کا عام مفہوم از منۂ قدیمہ سے جاری تھا اور صدیوں بعد جاری رہا - پس جب امام ابو یوسف " خراج سر " (کتاب الخراج طبع بولاق سنہ ۱۳۰۲ھ ص ۷۰) لکھتے ہیں تو ہم اس کا ترجمہ محصول سر کرتے ہیں - اسی طرح جب بلاذری میں یہ جملہ آتا ہے : " اراضی' جس پر ایرانی اراضی کا جزیہ عائد تھا" (ص ۳۵۱ سطر ۱۲-۱۳) تو ہم اس کا ترجمہ کرتے ہیں : اراضی ' جس پر ایرانیوں کے زمانے کا محصول عائد تھا - یعقوبی (جلد دوم ص ۱۷٦ سطر ۲۰) " خراج سر" لکھتا ہے عبدالحکم میں (ص ۱۵۵ سطر ۷) اراضی پر جزیے کا جملہ آیا ہے - بہت سی مثالوں میں سے یہ چند ہیں ، جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ صدیوں تک خراج اور جزیے کی اصطلاحوں کا عام مفہوم محصول تھا ، نہ کہ خراج اور ان کا مطلب اراضی یا

سر کے تعلق میں حسب عبارت قرار دیا جائے گا یعنی زمین یا سر یا گردن کا محصول ۔

عام مفہوم کے علاوہ ان لفظوں کے خاص معنی بھی تھے ۔ خراج کا مطلب تھا محصول اراضی اور جزیے کا مطلب تھا محصول سر ۔ یہ خاص معنی اسلام سے پیشتر بھی رائج تھے اور بعد میں بھی رائج رہے ۔ اس کی ایک دلچسپ متوازی مثال یونانی پپیری میں ملتی ہے، جہاں بیل[1] نے بتایا کہ یونانی لفظ δημοσια کا عام مفہوم محصول نقد اور خاص مفہوم محصول اراضی ہے[2] ۔ سواد میں محاصل کو خراج بھی کہا جاتا تھا اور جزیہ بھی ۔ مصر میں اراضی پر جزیہ اور فی کس جزیہ کی اصطلاحیں رائج تھیں[1] ۔ ان حقائق کو پیش نظر رکھ لیا جائے تو ہر اسلامی کتاب کا صحیح ترجمہ کر لینا مشکل نہیں، کیونکہ ہر عبارت کا مفہوم واضح کر دیتا ہے کہ زیر غور لفظ عام معنی میں استعمال کیا گیا ہے یا خاص معنی میں ۔

---

1 - Bell -

2 - بیل ص ۱۷۰ -

3 - مثلاً متون اور پپیری میں ملاحظہ ہو گرھمان ابرکو (Apercu) ص ۱۷ نوٹ نمبر ۱ - نیز Archiv Orientalni VI (۱۹۳۴ء) ص ۳۰ نوٹ نمبر ۲ -

دوسرا باب

سواد

یہ حقیقت سب پر واضح ہے کہ ساسانی سلطنت جزواً جزواً عربوں کے قبضے میں آئی اور عربوں نے چند ترمیمات کے ساتھ وہ انتظامی ڈھانچا قائم رکھا ، جو سلطنت میں مدت سے رائج چلا آرہا تھا ۔ صرف ڈھانچا ہی قائم نہ رکھا ، بلکہ جس زبان میں دفتری کارروائی ہو رہی تھی ' وہ بھی مستعمل رہی ۔ جو کارکن ساسانیوں کے ماتحت انتظامات کے ذمہ دار تھے ' جس حد تک ممکن تھا ' وہ عربوں کے ماتحت بھی بر سر کار رہے ۔ ہر شخص کو طبعاً توقع رکھنی چاہیے تھی کہ ان ہی اصول پر فیصلہ ہوا ہوگا اور اس حقیقت کی پوری تصدیق خود عربوں کے بیانات سے ہوتی ہے[1] ۔ سواد میں جو کارندے عربوں کے ماتحت کام کر رہے تھے ' معلوم ہوتا ہے کہ وہ قدیم طبقۂ امراء کے چند بچے کھچے ارکان تھے ، زیادہ تر دھاقین یعنی دیہات کے مالک ، بڑے بڑے زمیندار تھے[2] ۔ ان لوگوں نے ، جن میں سے ایک یا دو بہ طور خاص شہرت پزیر تھے ، عربوں کو " دیوان " کے نظم و ترتیب میں بیش بہا امداد دی ۔ یہ امداد صرف مالیے کی فراہمی تک محدود نہ تھی ، بلکہ محاربین کے وظائف کے سلسلے میں صرف سے بھی تعلق رکھتی تھی ۔ ان کے تعاون سے عربوں کو جو فائدہ پہنچا ، اس کا ذکر سپرنگلنگ نے تفصیل سے کیا ہے[3] ۔

---

1 - طبری جلد اول ص ۹۶۲ سطر ۱۶—ص ۹۶۳ سطر ۴ ، نولڈیکی ص ۲۴۶—۲۴۷ ، ابو یوسف ص ۲۱ ۔

2 - طبری جلد اول ص ۲۴۷۰ ۔

3 - سپرنگلنگ (Sprengling) " فارسی سے عربی " From Persian to Arabic Ajsl LXVI سنہ ۱۹۳۹ ء ص ۱۷۵—۲۲۳ ۔

چونکہ عربوں کا نظام محاصل اصلاً وہی تھا ، جو ایرانیوں کے عہد میں رائج تھا ، لہذا ایرانی نظام محاصل کو سمجھ لینے سے عربوں کے نظام محاصل کی بھی وضاحت ہو جائے گی ۔ خسرو اول نوشیرواں (سنہ ۵۳۱ء — سنہ ۵۷۹ء) سے پیشتر محصول اراضی فصلوں کے متناسب تھا ۔ یہ طریق تشخیص بہ ظاہر اصولی اعتبار سے سراسر منصفانہ نظر آتا ہے ، لیکن حقیقتاً غیر منصفانہ بن گیا تھا کیونکہ اکثر کسانوں کی فصلیں اس انتظار میں سڑتی رہتی تھیں کہ سرکاری ناظر آئے ، پیمائش کرے اور واجب محصول لے لے۔ اس خرابی کی اصلاح کے لیے خسرو نے زمین کی پیمائش کرائی اور اس کے لیے جریب کو وحدت قرار دیا (جریب دو ہزار چار سو مربع میٹر تھی)۔ جس اراضی میں غلہ پیدا ہوتا تھا ، اس کے لیے فی جریب سالانہ ایک درم محصول مقرر ہو گیا ۔ تاکستان اور برسیم کے لیے فی جریب بالترتیب سالانہ آٹھ اور سات درم دیے جاتے تھے۔ کھجور کے چار درختوں یا زیتون کے چھ درختوں پر ایک درم لیا جاتا تھا ۔ دوسری زرعی پیداوار یا پھل والے اکا دکا درختوں کے لیے ، جو کسی باغ کا حصہ نہ تھے ، کوئی محصول عائد نہ تھا[1] ۔ خسرو نے محصول سر کی بھی اصلاح کی ۔ اس سے پیشتر طریقہ یہ تھا کہ جو سرکاری افسر تشخیص و فراھمی کے لیے مقرر ہوتے ، وہ ایک مقررہ رقم پوری آبادی کے درمیان (اپنے خیال کے مطابق مناسب انداز میں) تقسیم کر دیتے[2] ۔ خسرو نے جو اصلاح کی اس کے مطابق بیس سال سے پچاس سال کی عمر تک ہر مرد کے لیے محصول سر دینا لازم قرار پایا ، البتہ مقدار محصول ہر فرد کی آمدنی پر مبنی تھی اور یہ علیٰ قدر مراتب سالانہ بارہ ، آٹھ ، چھ اور چار درم تھی ۔ اکثریت طبعاً کمترین مقدار (چار درم) ادا کرتی اور ہر شخص

---

1 - طبری جلد اول ص ۹۶۱ سطر ۱۳—۹۶۲ سطر ۹ نولڈیکی ص ۲۴۳—۲۴۵ کرسٹنسن (Christensen) ص ۳۶۱ -

2 - کرسٹنسن ص ۱۱۸ ، ۳۶۲ -

کو یہ محصول ادا نہیں کرنا پڑتا تھا ۔ خصوصیت سے سات خاندانوں کے افراد مستثنیٰ رکھے گئے تھے ، ان میں سے ایک حکمران خاندان بھی تھا ۔ اکابر (العظما یا بزرگ) بھی جو نظم و نسق کے رئیس تھے ' اس محصول سے مستثنیٰ تھے[1] ۔ اسی طرح سپاہی ' مذہبی پیشوا' معتمدین اور بادشاہ کے ملازمین خاص بھی یہ محصول ادا نہیں کرتے تھے[2] ۔ گویا خاص استحقاق رکھنے والے طبقوں ـــــ حکمران ' فوجی ' مذہبی اور تعلیم یافتہ امراء ـــــ اور عام لوگوں کے درمیان امتیاز قائم کر دیا گیا تھا ۔ نظری اعتبار سے محصول سر عوام سے لیا جاتا تھا' تاکہ بادشاہ اور مذہبی پیشوا وہ فرائض ادا کرسکیں ' جو عوام ادا نہیں کر سکتے تھے ، لیکن یہ محصول عوام کے لیے کمتری کا ایک داغ اور مجلسی پستی کا ایک نشان بھی تھا[3] ۔

یہ بیان سراسر طبری سے ماخوذ ہے ، جس نے اسے سرکاری دفاتر سے حاصل کیا، جسے ''خدائی نامہ'' کہتے تھے ۔ اس کے متعدد عربی تراجم موجود تھے ۔ جن میں سے مشہور ترین ابن المقفع کا ترجمہ تھا ۔ یہ ۷۶۰ء سے بیشتر ہو چکا تھا[4]۔ محصول سر کے متعلق طبری کی معلومات کی تصدیق ھیون سانگ چینی کے بیان سے بھی ہوتی ہے، جو ہمیں بتاتا ہے کہ ایران میں تمام خاندان محصول سر ادا کرتے تھے اور فی کس محصول کی شرح چار روپہلی سکے تھی[5] ۔

---

1 ۔ کرسٹنسن ص ۹۸ــ۱۰۵ ۔
2 ۔ ایضاً ص ۳۶۲ ۔
3 ۔ نولڈیکی ص ۲۴۶ ۔ نوٹ نمبر ۱ ۔ ۴ ۔
4 ۔ کرسٹنسن ص ۵۵ ۔ ۵۶ ۔
5 ۔ ھیون سانگ کا فرانسیسی ترجمہ مطبوعہ پیرس سنہ ۱۸۵۸ء جلد دوم ص ۱۷۹ نیز دیکھیے سیموئل بیل (Beal) کی کتاب ''مغربی دنیا میں بدھ دستاویزیں'' (Budhist Records of the Western World) ۔ مطبوعہ لندن ۱۸۸۴ء جلد دوم ص ۲۷۸ ، نیز نولڈیکی ص ۲۴۴ نوٹ نمبر ۲ ۔ محصول سر کے متعلق بیشتر کے دور کے لیے دیکھیے لیزرس گولڈ شمٹ کی جرمن کتاب بابلی تالمود جلد ششم ۔

فتح سواد کے احوال و ظروف اس لیے خاصی اہمیت رکھتے ہیں کہ ان سے واضح ہوتا ہے، عربوں نے کیوں ساسانی نظام اختیار کیا ۔ اسلام کے دوسرے محاربات فتح کی طرح ساسانی سلطنت پر بھی پہلا حملہ ایک چھاپے کی صورت میں ہوا تھا ، جس میں ابتداً غیر متوقع کامیابی حاصل ہوئی[1] ۔ مشرق ساحل عرب پر اہل ردت کی جنگوں میں جس شخص نے خاص درجۂ امتیاز حاصل کیا ، وہ مثنیٰ بن حارثہ الشیبانی تھا ۔ مثنیٰ نے دین سے ہٹے ہوؤں کو حق پر قائم کر دیا تو ایک چھاپا دجلہ و فرات کے ڈیلٹے پر مارا ، جس میں بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا اور مزاحمت بہت کم ہوئی ۔ یہ خبر (حضرت) ابوبکرؓ کو ملی تو انھوں نے مثنیٰ کی اعانت کے لیے خالدؓ بن الولید کو بھیج دیا ۔ کائٹانی نے بالکل صحیح لکھا ہے کہ خیال یہ نہ تھا سلطنت کا تختہ الٹ دیا جائے ، محض مال غنیمت حاصل کرنا تھا یا غالباً یہ مدعا تھا کہ اس علاقے کے عرب قبائل کو ، جو برائے نام مسیحی تھے ، اسلام کے حلقہ بگوش بنا لیا جائے[2] ۔ ۱۳ھ میں خالدؓ کو شام بلا لیا گیا ۔ اس وقت تک بہت سے اہم شہر فتح ہو چکے تھے اور ان میں سب سے بڑا شہر الحیرہ تھا ۔ حوالگی کی نوعیت کے متعلق عموماً اتفاق رائے

---

1 ۔ (مترجم) یہاں فاضل مصنف کو غلط فہمی ہوئی اور یہ غلط فہمی اکثر لوگوں کو ہوئی ، کیونکہ صورت حال خاصی پیچیدہ تھی ۔ جو عرب ایرانیوں کے ماتحت تھے ، وہ اپنے ہم قوموں میں اسلام کی اشاعت سے طبعاً متاثر ہوئے ۔ ان میں بے چینی پیدا ہوئی ۔ مقامی ساسانی حکام اس بے چینی کو نظر انداز نہیں کر سکتے تھے ۔ انھوں نے سختیاں شروع کیں ۔ حاکم و محکوم میں اسی کشمکش نے وہ صورت حال پیدا کر دی ، جسے مصنف نے المثنیٰ بن الحارثہ کا حملہ قرار دیا ہے ۔ نیز مسلمان وقت کے حالات کے مطابق فتح کی صورت میں مال غنیمت ضمناً لیتے تھے ۔ لیکن لوٹ مار ان کا شیوہ نہ تھا ۔ جن لوگوں نے بھی ان پر ایسا الزام لگایا ، وہ یقیناً ایک تہمت کے مرتکب ہوئے ۔ افسوس کہ بعض مشہور مسلم مؤرخ بھی غلط تصورات کے تحت غلط فہمی کا شکار ہوئے ۔

2 ۔ کائٹانی جلد دوم ص ۹۱۵ ۔

ہے ، اگرچہ مقدار خراج کے بارے میں رائیں مختلف ہیں - ساسانیوں کی طرف سے (الحیرہ کا) حاکم ایاس بن قبیصہ تھا - اس نے گفت و شنید کی پیشکش کی تو خالدؓ نے اس کے سامنے تین صورتیں پیش کیں : اول قبول اسلام ' دوم ادائے خراج (جزیہ)' سوم جنگ کی بنا پر فیصلہ - ایاس نے دوسری صورت قبول کی اور نوے ہزار درم خراج مقرر ہوا[1] - دوسری روایات میں مقدار ایک لاکھ درم ، اسی ہزار درم اور ستر ہزار درم بیان کی گئی ہے[2] - ایک زیادہ مفصل روایت مظہر ہے کہ خراج کا حساب یوں کیا گیا تھا : کل چھ ہزار آدمی تھے ، جن پر بالاوسط چودہ درم عائد کیے گئے - ان کی مقدار پانچ قیراط تھی - اس طرح کل رقم چوراسی ہزار درم بن گئی ، جو سات قیراط کے ساٹھ ہزار درم کے برابر تھی[3] - (امام) ابو یوسف نے خالدؓ کی مہم کا بیان بڑی تفصیل سے دیا - انہوں نے لکھا کہ الحیرہ میں سات ہزار آدمی تھے ، جن میں سے ایک ہزار بیماری یا عجز کے باعث خراج ادا کرنے کے ناقابل قرار دے گئے ، لہذا حساب چھ ہزار آدمیوں کی بنا پر کیا گیا اور خالدؓ نے ساٹھ ہزار درم کی رقم کا مطالبہ کیا - ساتھ ہی کہہ دیا کہ جن لوگوں کے پاس خراج ادا کرنے کا کوئی ذریعہ نہ ہو یا وہ عوام کی خیرات پر زندگی گزار رہے ہوں ، انہیں مستثنیٰ رکھا جائے - رقم کی فراہمی کا ذمہ وہ لوگ اٹھا لیں ، جنہیں باشندے منتخب کریں - اگر کسی مسلمان کارکن کی امداد کے لیے درخواست کی جائے گی تو اس کا انتظام کر دیا جائے گا اور بیت‌المال سے اس کی تنخواہ ادا کی جائے گی - خالدؓ نے اپنی طرف سے ضمانت دے دی کہ باشندوں کو عبادت کی آزادی ہوگی اور باشندوں نے اقرار کر

---

1 - طبری جلد اول ص ۲۰۱۷-۲۰۱۸ -
2 - بلاذری ص ۲۴۳ سطر ۱-۶ - یعقوبی جلد دوم ص ۱۴۷ سطر ۱۶-۱۷ -
3 - بلاذری ص ۲۴۳ سطر ۱۸-۲۰ -

لیا کہ وہ کوئی معاندانہ قدم نہ اٹھائیں گے یا ایرانیوں کو امداد نہ دیں گے[1] ۔ اس قسم کی شرطیں آلیس[2] اور بانقیا[3] کے متعلق بھی طے ہوئیں ۔ بانقیا اور حوالی کے معاھدے کے لیے ایک ''دھقان'' نے گفت و شنید کی تھی ، جس کا نام ابن صلوبا[4] تھا ۔ بعض شہروں نے جنگ کے رو سے فیصلہ کرنا چاھا اور وہ قوت کے بل پر فتح کر لیے گئے ۔ ان میں عین التمر بھی شامل تھا اور جب یہ مقام فتح ھوا تو خالدؓ نے اس کے بعض باشندے قتل کرا دیے ، بعض کو غلام بنا کر بیچ دیا اور باقیوں سے خراج وصول کیا[5]۔

عین التمر کے سقوط سے فوراً بعد خالدؓ کو شام جانے کا حکم ھو گیا اور مہم انجام کو پہنچی ۔ یہ محض ایک چھاپا مار مہم تھی ۔ عربوں کو خیال بھی نہ تھا کہ مفتوحہ علاقے میں کوئی مستقل نظام قائم کرنا ھے اور نہ کوئی نقشہ اُن کے سامنے تھا کہ شہروں سے باھر کسانوں اور جاگیروں سے کیسا برتاؤ کیا جائے گا ۔ ان کا واسطہ محض بعض بلدیات کی منظم حکومتوں سے رھا یا ایک دو ''دھقانوں'' سے سابقہ پڑا ، جنھوں نے ایک مقررہ رقم ادا کرنے کا ذمہ اٹھا کر حفاظت کا انتظام کر لیا ۔ الحیرہ کو جنگی کارروائیوں کا مرکز بنا لیا گیا، لیکن وہ مستقل قیامگاہ یا مرکز حکومت قرار نہ پایا کیونکہ عربوں کی حکومت جیسی بھی تھی ، خالدؓ اور المثنیٰ کے ساتھ جابجا منتقل ھوتی رھتی تھی ۔ خالدؓ کا طرز عمل دو اصول پر مبنی تھا، اول عملی، دوم قانونی ۔ خالدؓ کی فوج بہت مختصر تھی ۔ مقصد مال غنیمت تھا اور حکومت کے متعلق معلومات محض ابتدائی حیثیت رکھتی

---

1 - امام ابو یوسف ص ۸۳ سطر ۱۲—۲۱ -
2 - بلاذری ص ۲۴۲ سطر ۲۰ -
3 - ایضاً ص ۲۴۵ سطر ۸—۹ -
4 - ایضاً ص ۲۴۴ ، سطر ۱۹ - ۲۰ ، طبری جلد اول ص ۲۰۱۹ سطر ۱۷ - ۱۸ -
5 - طبری جلد اول ص ۲۰۷۷ سطر ۳ - ۵ ، بلاذری ص ۲۴۷ ، ابو یوسف ص ۸۶ ، سطر ۵—۹ -

تھیں - تصور بھی چنداں وسیع نہ تھا - لہذا اس نے جو بھی حل پیش کیا ، وہ حقیقت پسندانہ اور عملی تھا - شرعی سند کے لیے اس کے سامنے قرآن مجید کی نویں سورت (توبہ) کی اُنتیسویں آیت تھی[1] - نیز آنحضرت ؐ کا اسوۂ حسنہ تھا اور آپ نے یوحنا بن رؤبہ صاحب ایلہ سے معاہدہ کیا تھا ' جس کے مطابق یوحنا نے تین سو بالغ مردوں میں سے ہر ایک سے ایک ایک دینار لے کر سالانہ تین سو دینار کی رقم ادا کرنے کا وعدہ کیا تھا - آنحضرت ؐ نے اسی قسم کے معاہدے تبوک ، اذرح اور مقنا کے ساتھ کیے تھے[2] ، مگر بنو قریظہ نے مقابلہ کیا تھا ' چنانچہ وہ قتل کیے گئے یا غلام بنا لیے گئے - بالکل یہی سلوک خالدؓ نے عین التمر کے باشندوں سے کیا تھا[1] -

خالدؓ کی مہم اتنی ایرانیوں کے خلاف نہ تھی، جتنی صوبہ حیرہ کی سرحد قدیم کے سامی باشندوں کے خلاف تھی، تاہم اس نے ایرانیوں کو طبعاً چونکا دیا اور وہ فوجیں جمع کرنے لگے تھے کہ جوابی اقدامات شروع کریں - ۱۳ھ کے موسم گرما میں المثنیٰ ان کے مقابلے میں کامیاب رہا، مگر اس کی حالت اتنی نازک تھی کہ طلب امداد پر مجبور ہوا - وفات سے قبل خلیفہ ابوبکرؓ کا آخری عمل یہ تھا کہ ابو عبیدہ ثقفی کی سرکردگی میں تازہ رضاکار بھیجے ، ان کا جنگی کردار جسر کی تباہ کن لڑائی میں شہید ہو گیا - عربوں کو مراجعت پر مجبور ہونا پڑا[4] - ایرانیوں کو چاہیے تھا کہ اس فتح سے فائدہ اٹھا کر غنیم کا پیچھا کرتے ۔ لیکن انھوں نے کچھ نہ کیا -

1 - مراد وہ آیت ہے جس میں اداءِ جزیہ کا ذکر ہے (مترجم)
دیکھیے مارٹن ہارٹ مان کی جرمن کتاب جلد ہفتم ص ۳۲۲ -
2 - بلاذری ص ۹۵ -
3 - ایضاً ص ۲۱ -
4 - کائتانی جلد سوم ص ۱۷۱ -

اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ ان میں داخلی اختلافات تھے ۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ اس واقعہ کی اہمیت سمجھنے میں ناکام رہے۔ اس اثناء میں الحیرہ ایرانیوں کے ہاتھ آ گیا ۔ (۱۴ھ ۶۳۵ء) کے موسم خزاں میں المثنیٰ نے دوبارہ الحیرہ لینے کے لیے جارحانہ اقدام شروع کیا ۔ بویب کی جنگ میں کامیابی کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ دوبارہ الحیرہ میں داخل ہو گیا ۔ یہ شکست ایسی تھی کہ ساسانیوں نے داخلی اختلافات ترک کر دیے اور یزد جرد سوم بادشاہ بن گیا ۔ آئندہ سال موسم گرما میں ایرانیوں کے قدیم حریف ہرقل کی فوج جنگ یرموک میں تباہ ہو گئی تو ایرانیوں کو اس خطرے کی وسعت کا احساس ہوا ، جو ان کے سر پر منڈلا رہا تھا ۔ فریقین نے تیاریاں شروع کر دیں ۔ اگست ۶۳۶ء میں (حضرت) عمرؓ نے سعد بن ابی وقاص کو ایک بڑی فوج دے کر مشرق جانب بھیجا ۔ چونکہ شام میں یونانیوں (مشرقی رومیوں یا بیزنطینیوں) کی مزاحمت درہم برہم ہو چکی تھی ، اس لیے اب خاصی فوج بھیجی جا سکتی تھی اس دوران میں ساسانیوں پر واضح ہو گیا کہ الحیرہ کو عراق میں فوجی کلید کی حیثیت حاصل ہے ۔ انھوں نے دوبارہ شہر پر قبضہ کر کے اسے مستحکم بنا لیا ۔ بعض دوسرے شہر بھی لے لیے، جو عربوں کے قبضے میں تھے ۔ قادسیہ کے میدان میں جو الحیرہ سے چند میل مغرب میں تھا ، وہ جنگ ہوئی ، جس نے پیش نظر معاملے کا آخری فیصلہ کر دیا (مئی یا جون ۶۳۷ء) اگرچہ اس جنگ کا پیمانہ یرموک کے مقابلے میں کمتر تھا ، لیکن یہ بھی یرموک کے برابر فیصلہ کن تھی ۔ عرب تیسری مرتبہ الحیرہ پر قابض ہو گئے ۔ جولائی میں ایرانیوں کا مرکز حکومت المدائن (ٹیسیفون) ان کے ہاتھ آ گیا اور کچھ مدت بعد انھوں نے یزد جرد کی فوج کے باقیات جلولا کی جنگ میں تباہ کر دیے جو عراق اور سطح مرتفع ایران کی سرحد پر واقع تھا[1] ۔ اس فتح

---

1 - دیکھیے کائتانی جلد سوم ص ۲۰۵ ۔ ۲۱۶ ۔

سے وادی دجلہ و فرات کا پورا علاقہ، جو جزیرہ کے جنوب میں واقع تھا ، ساسانیوں سے ہمیشہ کے لیے پاک ہو گیا ۔

عرب پسند کرتے تھے یا نہیں کرتے تھے، مگر اب انھیں مفتوحہ علاقے کا مستقل انتظام کرنا پڑا ۔ (حضرت) عمرؓ نے پہلا قدم یہ اٹھایا کہ کوئی مرکز حکومت بنا جائے ۔ انھیں معلوم ہوا تھا کہ المدائن کی آب و ہوا خراب ہے اور شہر کے حالات اچھے نہیں ۔ ان کا خیال تھا کہ کوئی ایسی جگہ قابل ترجیح ہے ، جہاں غیرمسلم عناصر کا زیادہ اثر نہ ہو ۔ چنانچہ انھیں حسب دلخواہ جگہ مل گئی اور وہاں نیا شہر الکوفہ وجود میں آیا ۔

دوسرا قدم نظم و نسق کا قیام تھا ۔ خالدؓ نے جو انتظامات کیے تھے ، اُن کے مطابق عربوں کے لیے براہ راست اقتدار کا کوئی انتظام نہیں ہوا تھا اور معاملات موجود بلدیاتی عاملوں کے حوالے کر دیے گئے تھے ۔ سعدؓ نے ساسانیوں کو شکست دی تھی ، نہ کہ مقامی آبادی کو ۔ اس وجہ سے ایک وسیع علاقہ سامنے آ گیا تھا ، جہاں کوئی نظم حکومت نہ تھا ۔ مفتوحہ لوگوں سے خراج کا مطالبہ نا ممکن تھا ، کیونکہ وہ ادا کرنے کے لیے موجود ہی نہ تھے ۔ یا تو مارے جا چکے تھے یا بھاگ گئے تھے ، البتہ کسان اراضی پر موجود تھے ۔ لیکن اراضی کے اصل مالک غیر حاضر تھے اور کسانوں سے یہ امید نہیں ہو سکتی تھی کہ معاہدوں پر دستخط کر کے اپنا مالیہ خود فراہم کریں گے ۔ یہ کام خود عربوں کو انجام دینا پڑا ۔ اس سلسلے میں انھوں نے جو بڑے فیصلے کیے ، اُن کے متعلق تمام لوگ متفق الرائے ہیں ۔

مال غنیمت کی تقسیم اور خمس مکہ مکرمہ[1] بھیج چکنے

---

۱ - یہ مصنف کی صریح غلط فہمی ہے ۔ خمس مکہ معظمہ نہیں مدینہ منورہ بھیجا گیا ہوگا ، کیونکہ مرکز حکومت مدینہ ہی تھا ۔

کے بعد فاتحوں کی فوری خواہش اور توقع یہ تھی کہ خود زمینوں کے مالک بن جائیں ۔ مجاہدین خود کاشتکار نہیں بن سکتے تھے ۔ ان کی رائے یہ تھی کہ اراضی کی ملکیت سنبھال لیں ۔ کاشتکاروں (العلوج) کی محنت سے فائدہ اٹھائیں[1] اور تقسیم میں تقریباً تین تین کاشتکار ایک ایک عرب کے حصے میں رکھے گئے تھے[2] ۔ اس سلسلے میں قبیلۂ بجیلہ کے لیے ابتدائی اقدامات شروع ہو چکے تھے ، جو جنگ قادسیہ کی فوج کا ایک چوتھائی حصہ تھا ۔ چنانچہ انہیں سواد کا ایک چوتھائی حصہ دینے کا وعدہ ہو گیا تھا[3] ۔

اگرچہ معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا میں (حضرت) عمرؓ بھی زمین کی تقسیم کے متعلق ایسی ہی رائے رکھتے تھے ، مگر اب انھوں نے رائے بدل لی ۔ جیسا کہ (امام) ابو یوسف نے بیان کیا ہے ۔ اس کی وجہ غالباً عسکری تھی ، یعنی بڑے بڑے شہروں میں فوجیں رکھنا ، سرحدوں کا استحکام و دفاع اور میدان جنگ میں ایسی فوج کا قیام ، جس کے لیے پوری عرب آبادی کی قابل جنگ مردانہ قوت درکار تھی ۔ (حضرت) عمرؓ نے سوچا کہ اگر آدمیوں کی بڑی تعداد مالکان اراضی کی راحت طلب زندگیوں میں منہمک ہو گئی تو مذکورہ بالا مقاصد فوت ہو جائیں گے[4] ۔

(حضرت) عمرؓ جس فیصلے پر پہنچے ، اس کے متعلق بہت سی روایات ہیں ۔ انھوں نے (حضرت) عثمانؓ ، (حضرت) علیؓ ، (حضرت) طلحہؓ ، (حضرت) ابن عمرؓ کی تائید سے نہایت ممتاز صحابہ میں سے دس آدمیوں کی مجلس شوریٰ بلائی ، جس نے (حضرت عمرؓ کے) مندرجہ ذیل بیان سے اتفاق کیا :

---

1 ۔ ابو یوسف ص ۱۴ ، دیکھیے سطر ۱۲ کے بعد ۔
2 ۔ بلاذری ص ۲۶۶ سطر ۱۵ ، کاشانی جلد پنجم ۳۵۴—۳۵۶ ۔
3 ۔ بلاذری ص ۲۶۷ ، دیکھیے سطر ۱۱ کے بعد ۔
4 ۔ ابو یوسف ص ۱۴ سطر ۳۱ ۔ ص ۱۵ سطر ۲ ۔

" میں نے خمس مقررہ مقصد کے لیے الگ کر لیا اور باقی مال غنیمت ان لوگوں میں تقسیم کر دیا ، جنھوں نے لڑائی فتح کی تھی ۔ لیکن ساتھ ھی فیصلہ کر دیا کہ زمین باشندوں ھی کے پاس رھے اور ان پر خراج لگا دیا ، نیز جزیہ مقرر کر دیا (یہاں جزیے سے مراد واضح طور پر محصول سر ھے) - یہ جزیہ (یہاں جزیے سے مراد واضح طور پر محصول اراضی اور محصول سر دونوں ھیں) تمام مسلمان مجاھدین اور بعد میں آنے والی نسلوں کے فائدے کے لیے فے ھوگا[1] "۔

اس کے جواز کے لیے قرآن مجید کی اٹھاونویں سورت (سورۂ حشر) کی چھ سے دس تک آیات پیش کیں ۔ یعنی : " جو مال لوٹا یا اللہ نے اپنے رسول پر بستیوں والوں سے سو اللہ کے واسطے اور رسول کے واسطے اور قرابت والے کے اور یتیموں کے اور محتاجوں کے اور مسافر کے تاکہ نہ آئے لینے دینے میں دولت مندوں کے تم میں سے . . . اے رب! بخش ھم کو اور ھمارے بھائیوں کو جو ھم سے پہلے داخل ھوئے ایمان میں اور نہ رکھ ھمارے دلوں میں بیر ایمان والوں کا "[2] -

(حضرت) عمرؓ کا استدلال یہ تھا کہ اگر زمین ان مجاھدین میں تقسیم کر دی گئی ، جنھوں نے اسے فتح کیا تو نتیجہ یہ ھوگا کہ حکومت آمدنی کے اس ذریعے سے محروم ھو جائے گی جو دوسرے مسلمانوں ، غریبوں ، یتیموں ، اور اخلاف ـــ جو آئیں گے ـــ کو وظیفے دینے کے لیے لازم ھے اور ان کا دعویٰ یہ تھا کہ تقسیم کے خلاف فیصلہ خود قرآن مجید پر مبنی ھے -

---

1 - ابو یوسف ص ۳۱ ، سطر ۲۰ — ۳۰ -
2 - (ان آیات کا ترجمہ حضرت شیخ الہند کا ھے) ابو یوسف ص ۲۵ ، دیکھیے سطر ۲۵ کے بعد -

ھارٹ مان نے اس پر سختی سے نکتہ چینی کی ھے ۔ اس کی رائے ھے کہ لفظ افا سے اشارہ فے کی طرف نہیں ـــ یعنی مسلم فقہاء کی اصطلاح کے مطابق، جو اسے زمین اور جزیے کی آمدنی کے لیے استعمال کرتے ھیں ـــ بلکہ منقولہ مال غنیمت کی طرف ھے آیات ٦-٨ میں مال غنیمت ھی کا ذکر ھے ، لیکن آیات ۹ اور ۱۰ کا تعلق بالکل جداگانہ موضوع سے ھے ۔ اور وہ ھے انصار مدینہ و مہاجرین کا باھم تعلق ۔ (حضرت) عمرؓ نے یہ آیات صحیح طریقے پر استعمال نہیں کیں یا خیال یہ ھے کہ بعد کے لوگوں نے یہ توجیہ غلط طریق پر ان سے منسوب کر دی[1] ۔ یہ یقینی ھے کہ آیت ۹ اور آیت ۱۰ کا تعلق اس موضوع سے نہیں ، جس سے ٦ ، ٧ ، ٨ کا تعلق ھے ۔ یہ بھی یقینی نہیں کہ فے سے مراد صرف منقولہ مال غنیمت ھے کیونکہ وان برشم ھمیں بتاتا ھے : فے کے ایک عام معنی بھی ھیں ، یعنی ھر وہ چیز، جو غنیم سے لی جائے[2] ۔

(حضرت) عمرؓ نے ان آیات کا حوالہ دیا یا نہ دیا ، یہ چنداں اھم معاملہ نہیں ، اھم معاملہ یہ ھے کہ وجوہ خواہ کچھ ھوں مگر انھوں نے تمام مسلمانوں کا مفاد پیش نظر رکھتے ھوئے فیصلہ کر دیا کہ سواد کی زمین حکومت کی ملکیت ھوگی ۔ اس کا ثبوت قطعی یقینی ھے اور اس پر بہت کچھ لکھا جا چکا ھے ھارٹ مان کو بھی اس سے انکار نہیں[3]۔

---

1 ۔ ھارٹ مان ص ۴۱۵—۴۱۹ (مترجم) ھارٹ مان کی یہ رائے بالکل غلط ھے ۔ فے کا لفظ اس مال کے لیے بھی استعمال ھوا ھے۔ جو کافروں سے بلا مقابلہ حاصل ھو اور اس مال یا املاک کے لیے بھی جو جزوا جنگ اور جزوا صلح کی بنا پر حاصل ھوں ۔ یہ اموال و املاک عام مسلمانوں کے علاوہ یتامیٰ ، مساکین، مسافروں وغیرہ کے لیے استعمال ھوتے تھے ۔

2 ۔ وان برشم ص ۹ ۔

3 ۔ ھارٹ مان ص ۴٦۵ ، بلاذری ص ۲٦۵ - ۲٦٦، ماوردی ص ۳۰۲ سطر ۱۳ بیعد ، طبری جلد اول ص ۲۳٦۹ - ۲۳۷۰ ۔

جب یہ امر پختہ ہو گیا کہ سواد کی زمین حکومت کی ملکیت ہے تو سوال پیدا ہوا کہ اس پر ٹیکس کیوں کر لگایا؟ ان کے پیش نظر زمین کی چار مختلف شکلیں تھیں :

۱ ـ الحیرہ اور دوسرے شہر ، جن پر معاهدوں کے ذریعے سے قبضہ ہوا ـ

۲ ـ جاگیریں اور دیہات ، جو اس وقت تک سابق مالکوں کے قبضے میں تھے ، انھیں عموما ''دھقان'' کہتے تھے ـ

۳ ـ جاگیریں اور دیہات ، جو ساسانی شاھی خاندان یا امراء کی ملکیت تھے مگر اب ان کے مالک مفقود تھے ـ

۴ ـ مردہ اور غیر مزروعہ زمین ـ

حیرہ کے متعلق شہادتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ اگرچہ اسے ایرانیوں نے دو مرتبہ فتح کیا اور دونوں مرتبہ عربوں نے ان سے واپس لے لیا ، تا ھم جو معاهدہ خالدؓ سے ہوا تھا ، وہ برابر جاری رہا ـ یحیی بن آدم لکھتے ہیں کہ حیرہ سے ایک مقررہ رقم لی جاتی تھی ، جسے باشندوں نے باھم تقسیم کر لیا تھا ، لیکن اس میں ''فی کس'' کا کوئی معاملہ نہ تھا[1]ـ مزید بر آں حیرہ کے شہری اپنی زمینیں فروخت کر سکتے تھے اور یہ حق صرف ان جماعتوں کو ملا ، جنھوں نے مقررہ رقم کی بنا پر صلح کرلی اور زمین کی ملکیت اُن سے نہ چھنی[2] ـ الیس کا معاهدہ بھی برابر جاری رہا جس طرح ''دھقان'' ابن صلوبا کا معاهدہ ـ اس نے خالدؓ کا حکم

1 ـ یحیی بن آدم ص ۳۶ ، سطر ۱۰ نیز درعسان جلد پنجم ص ۲۷۶ نوٹ نمبر ۲ ـ

2 ـ بلاذری ص ۲۴۵ ، سطر ۱۱ ـ ۱۲ ابو یوسف ص ۱۶ سطر ۱۹ ـ

تسلیم کرتے ہوئے اپنی اور باشندوں کی طرف سے رقم ادا کرنا منظور کر لیا تھا[1]۔ ولہاؤزن اور کائتانی ابن صلوبا سے انتظامات کی توثیق پر متفق‌الرائے ہیں[2] غرض جن لوگوں کے پاس ایک مقررہ رقم ادا کرنے کا معاہدہ تھا، وہ بطور خود جس طریق پر چاہتے تھے، رقم اکٹھی کر لیتے تھے۔ یہ رقم ادا ہو جاتی تھی اور عرب حکومت ان کے معاملات میں کوئی مداخلت نہیں کرتی تھی۔

دوسری قسم کی زمین وسعت و اہمیت میں سب سے بڑھی ہوئی تھی۔ اس میں وہ تمام مزروعہ زمینیں شامل تھیں، جو بڑی بڑی جاگیروں اور دیہات میں بٹی ہوئی تھیں۔ ''دھاقین'' یعنی مقامی امراء کے ہاتھ میں ان کا نظم و نسق تھا۔ ساسانیوں نے انھیں مقامی مقدمات کے فیصلوں اور محاصل کی فراہمی کا ذمہ دار بنا رکھا تھا۔ (حضرت) عمرؓ نے بھی ان سے وہی کام لینا چاہا۔ ایسی کوئی شہادت نہیں ملتی کہ وہ لوگ بہ طور خاص ساسانیوں کے وفادار تھے۔ کم از کم یہ ظاہر ہے کہ ان میں سے خاصی بڑی تعداد موجود رہی۔ ان کے ساتھ عربوں کا کوئی معاہدہ نہیں ہوا اور نہ ان پر کوئی ذمہ داری عائد تھی۔ ان کے متعلق یہی سمجھا گیا کہ انھوں نے فتح میں مزاحمت کی۔ (حضرت) عمرؓ کی رائے تھی کہ ان کے املاک قانونی اعتبار سے حکومت کے املاک ہیں، لیکن ان سے کہہ دیا گیا کہ اگر محاصل ادا کرتے رہو گے تو تمھارا قبضہ بحال رہے گا اور (حضرت) عمرؓ نے وہی محاصل تجویز کیے، جو پہلے کسریٰ کو ادا کیے جاتے تھے۔ اب دریافت طلب امر یہ تھا کہ وہ لوگ کیا کچھ ادا کرتے تھے۔ (حضرت) عمرؓ نے اپنے نمائندوں کو حکم دے دیا کہ بعض ''دھاقین'' کو بلائیں اور ان سے پوچھیں[3] پھر انھوں نے ایک کمیشن بھیجا

1۔ طبری جلد اول ص ۲۰۱۷ ، سطر ۳ - ۹ -
2۔ ولہاؤزن جلد ششم ص ۵۰ ، کائتانی جلد دوم ص ۹۳۰ ، نوٹ نمبر ۴ و ۵ -
3۔ ابو یوسف ص ۲۱ ، سطر ۲۶–۲۸ ، ص ۹۴ سطر ۵ -

جس کے رئیس عثمان بن حنیف تھے - کمیشن پورے سواد میں پھرا - ایک اور کمیشن حذیفہ بن الیمان کی سرکردگی میں بھیجا ، جس نے دریائے دجلہ کے پورے مشرقی خطے کا دورہ کیا تا کہ املاک کی تعداد و وسعت کے متعلق معلومات و اعداد فراہم کرے[1] - ان لوگوں نے زمین کی جریب بہ جریب پیمائش نہ کی ، کیونکہ یہ پیمائش ایرانیوں کے زمانے میں ہو چکی تھی -

معلومات فراہم ہو چکیں تو (حضرت) عمرؓ نے مالیہ عائد کر دیا - جس کے متعلق روایات مختلف ہیں - ایک روایت کے مطابق (حضرت) عمرؓ کا فیصلہ یہ تھا کہ فی جریب زمین پر ایک درم نقد ادا کیا جائے اور ایک قفیز[2] پیداوار دی جائے ، جو فوجوں کی خوراک کے لیے استعمال ہوگی اور اس میں فصلوں کا کوئی امتیاز نہ رکھا گیا[3] - ماوردی نے اس روایت کی توثیق کی ، ساتھ ہی یہ بتایا کہ سواد سے باہر عراق کے دوسرے حصوں میں زمین کا مالیہ فصلوں کے بنظر مختلف تھا[4]-

دوسری روایت یہ ہے کہ (حضرت) عمرؓ نے مالیہ فصلوں کے مطابق مقرر کیا - تمام مصادر متفق ہیں کہ تاکستانوں سے فی جریب دس درم وصول کیے جاتے تھے[5]- (اس میں استثناء بھی تھا - ماوردی نے بتایا ہے کہ عراق کے دوسرے حصوں میں تاکستانوں کا مالیہ چھ درم فی جریب[6] تھا) کھجور

---

1 - بلاذری ص ۲۶۹ ، سطر ۲ ، سطر ۲۰ -
2 - قفیز میں بارہ صاع ہوتے ہیں ، ہر صاع آٹھ رطل کا اور ہر رطل نصف سیر ، اس طرح قفیز کا وزن ایک من آٹھ سیر ہوا (مترجم) -
3 - بلاذری ص ۲۶۹ ، سطر ۱-۳ ، سطر ۶-۷ ، سطر ۲۰ ؛ ابو یوسف ص ۲۱ -
4 - ماوردی ص ۲۵۶ ، سطر ۱۹ - ۲۵۷ -
5 - بلاذری ص ۲۶۹ ، سطر ۱۶ ، ص ۲۷۰ ، سطر ۱ ، سطر ۱۷ ، ابو یوسف ص ۲۰ - ۲۱ -
6 - ماوردی ص ۲۵۷ -

کے درختوں پر محصول دس یا آٹھ درم تھا ۔ کنے پر چھ درم ۔ سبزیوں اور برسیم پر پانچ یا دس درم ، گندم اور جو پر چار اور دو درم فی جریب[1]۔ طبری ہمیں بتاتا ہے کہ (حضرت) عمرؓ نے عموماً خسرو ہی کی قائم کردہ شرحوں کی پیروی کی ۔ فرق صرف اتنا ہوا کہ (حضرت) عمرؓ نے غیر مزروعہ زمین پر بھی مالیہ عائد کر دیا اور وہ فی جریب پیداوار میں سے ایک قفیز نہیں ، دو قفیز لیتے تھے[2]۔

سوال یہ ہے کہ ان دو روایتوں میں تطابق کی کیا صورت ہے ؟ کائٹانی نے ــ جیسا کہ توقع تھی ــ دوسری روایت رد کر دی ۔

اس مسئلے کا حل یحیٰی بن آدم کے ایک بیان میں ملتا ہے ۔ بیان مظہر ہے کہ جب مغیرہ بن شعبہ[3] سواد کا عامل تھا تو اس نے خلیفہ کو لکھا کہ یہاں گندم اور جو کے علاوہ بھی چیزیں پیدا ہوتی ہیں ، مثلاً مٹر ، انگور ، سبزیاں ، برسیم اور تل ان چیزوں پر آٹھ درم فی جریب محصول عائد کر دیا گیا[4]۔

مغیرہ تھوڑی دیر کے لیے بصرہ کا عامل رہا ۔ ۱۶ھ میں اسے ایک تہمت کے باعث معزول کر دیا گیا ۔ پھر ۲۲ھ میں وہ کوفہ کا عامل مقرر ہوا ۔ حقائق یہ معلوم ہوتے ہیں : ساسانیوں کے زمانے میں غلہ پیدا کرنے والی زمینوں پر بنیادی مالیہ ایک درم فی جریب تھا ۔ تاکستانوں ، برسیم ، زیتون اور کھجور کے درختوں پر مالیہ لیا جاتا تھا ، لیکن باقی زمینیں مالیے سے مستثنیٰ تھیں اور ان سے لوگ اشیاے خوردنی حاصل کرتے تھے[5]۔ طبری کا بیان ہے کہ

---

1 ۔ ابو یوسف ص ۲۱ سطر ۲۶ــ۲۸ ، ص ۳۹ ، سطر ۵ ۔
2 ۔ طبری ، جلد اول ص ۹۶۲ سطر ۱۶ــص ۹۶۳ سطر ۴ ۔
3 ۔ کائٹانی جلد پنجم ص ۳۶۹ ۔
4 ۔ بلاذری ص ۲۷۰ سطر ۱ــ۳ ۔
5 ۔ لوکلڈیکی ص ۲۴۵ ۔

(حضرت) عمرؓ نے وہ تمام جنسیں مالیے سے مستثنیٰ قرار دے دیں، جو ایرانیوں کے زمانے میں مستثنیٰ تھیں[1]۔ معلوم ہوتا ہے کہ (حضرت) عمرؓ نے اساساً غلے پر ایک درم فی جریب مالیہ عائد کیا تھا اور ایک قفیز جنس کا زائد بوجھ ڈال دیا تھا۔ چند سال بعد (حضرت) عمرؓ ہی کے عہد خلافت میں (۲۲ھ) مغیرہ نے خلیفہ کی توجہ غلے کے علاوہ دوسری غذائی جنسوں کی طرف منعطف کرائی، جن پر کوئی مالیہ عائد نہ تھا۔ در اصل حضرت عمرؓ کے ضابطے نے کسانوں میں یہ تحریک پیدا کر دی کہ غلے کی جگہ زمینوں میں زیادہ قیمتی فصلیں پیدا کریں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ (حضرت) عمرؓ نے مالیے کی نئی شرحیں تجویز کیں اور ان میں مختلف فصلیں شامل ہوگئیں۔ دونوں روایتوں میں ایک بنیادی حقیقت نظر انداز کی گئی اور وہ یہ کہ دو مختلف واقعات تھے، جن کا وقوع ایک ہی وقت میں قبول کر لیا گیا۔ اس وجہ سے روایتیں مختلف ہو گئیں۔ تاہم اگر انہیں دو مختلف واقعوں کی کیفیتیں قرار دیا جائے تو دونوں اپنی جگہ درست ہیں اور انھیں ایک دوسری کا تکملہ سمجھنا چاہیے۔ اس توجیہ کی تائید ماوردی کے اس بیان سے ہوتی ہے کہ باقی عراق میں صورت حال مختلف تھی اور یہ تین دو مرتبہ دیا گیا۔ ایک درم فی جریب کی عام شرح کی روایت ایسی نہ تھی کہ اسے نظر انداز کیا جاتا۔ اس کے برعکس بخوبی معلوم ہے کہ عراق میں محاصل جریب فصلوں کے مطابق تجویز کیے جاتے تھے۔ عراق کے باقی حصوں میں تشخیص کا نظام اس وقت جاری ہوا، جب سواد کا فیصلہ ہو چکا تھا۔ اور اس بارے میں ساسانی نظام کی پیروی کی گئی تھی۔ مغیرہ نے پورے نظام کو یکساں بنا دیا۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ یہ زمین معاہدے کے بغیر لی گئی تھی،

1۔ طبری جلد اول ص ۲۹۶۰ - ۲۹۶۳۔

اور عرب حکومت کو پورا حق تھا کہ کسی بھی وقت مالیے کی شرح تبدیل کردے اور اس نے تبدیل کر دی ۔ حق و انصاف ھی کے پیش نظر مناسب نہ تھا کہ معمولی درجے کی زمینوں اور نہایت زرخیز زمینوں کا مالیہ یکساں ھوتا ، چنانچہ (حضرت) علیؓ نے حکم دے دیا کہ جن زمینوں میں گندم کی بوائی گھنی ھو، ان سے ڈیڑھ درم فی جریب مالیہ وصول کیا جائے اور جہاں گندم کی حیثیت معمولی ھو ان سے فی جریب ۲/۳ درم مالیہ لیا جائے ۔ ساتھ ھی یہ حکم بھی دے دیا کہ تاکستان سے صرف اس وقت مالیہ وصول کیا جائے جب انگور کے پودوں کی عمر تین سال سے زیادہ ھو جائے[1] تشخیص میں اس وجہ سے بھی کمی بیشی کی جاتی تھی کہ زمین دریا اور منڈی سے کتنے فاصلے پر ھے[2] ۔

سواد میں مالیہ زمین کو ''خراج علی مساحۃالارض'' کہا جاتا تھا ، یعنی وہ خراج ، جو زمین کی پیمائش کے بعد عائد کیا گیا ۔ یہ اس خراج سےمختلف تھا ، جو سالانہ فصل کے فی صد پر مبنی تھا اور اسے ''خراج'' علی‌المقاسمہ'' کہتے تھے ۔ سب سے آخر میں ''خراج علی‌المقاطعہ'' تھا ، یعنی وہ مقررہ رقم، جسے ادا کرنے کا عہد مختلف شہر کر چکے تھے ، مثلاً حیرہ[3] ۔ واضح ھو کہ پہلی دو صورتوں میں خراج سے مراد مالیہ اراضی ھے اور آخری صورت میں خراج سے مراد مقررہ رقم خراج ھے ۔

زمین کی تیسری اور چوتھی قسم ، جس کے متعلق (حضرت) عمرؓ کو فیصلہ کرنا پڑا، وہ تھی جو سابق بادشاہ اور شاھی خاندان کی

---

1 ۔ بلاذری ص ۱۷۲ سطر ۴ ۔ ۱۱ ۔
2 ۔ ایضاً سطر ۱۸ ۔ ۱۹ ۔
3 ۔ بلاذری ملاحظہ ھو ص ۸۶ ، کائتانی جلد پنجم ص ۳۲۴ ' برشم ص ۴۵ ، ماوردی ص ۲۶۰ ، دوزی بھی ملاحظہ فرمائیے جلد دوم ص ۳۳۵ ۔

ملکیت تھی - نیز جو زمین غیر مزروعہ پڑی تھی - ان زمینوں کے سابق مالک موجود نہ تھے ، جن کے یہ حوالے کی جاتی ، البتہ شاہی زمینوں پر کسان موجود تھے - خلیفہ نے ان زمینوں کی ملکیت اسلامی حکومت کے نام پر خود سنبھال لی اور انھیں وہ جس طرح چاہتے ، تقسیم کر سکتے تھے - مثلاً زمینوں میں کاشت کرا کے پیداوار بیت‌المال میں داخل کر سکتے تھے - کسانوں سے پیداوار کی جتنی مقدار چاہتے، لے لیتے - انھیں کسانوں میں تقسیم بھی کر سکتے تھے اور بیچ بھی سکتے تھے - یا چھوٹے چھوٹے قطعات میں تقسیم کرکے یہ قطعات بطور جاگیر ان لوگوں کو دے سکتے تھے، جو سیاسی نقطہ نگاہ سے ان کے مستحق تھے- پھر وہ چاہتے تو پورا مالیہ بطور خراج وصول کرتے اور چاہتے تو صرف عشر لیتے[1] - (حضرت) عمرؓ نے سواد میں ان تمام لوگوں کی زمینیں خود سنبھال لیں (حکومت کے نام پر)، جو جنگ میں مارے جا چکے تھے یا زمینیں چھوڑ کر بھاگ گئے تھے - اسی طرح کسریٰ اور اس کے خاندان کی زمینوں، تمام دلدلوں، پورے دیر یزید اور کسریٰ کے ضبط کردہ املاک ، جن پر وہ خود قابض ہو گیا تھا ، تصرف میں لے لیے[2] -

(حضرت) عمرؓ نے ان املاک کو اپنے ضبط و نظم میں رکھا، لیکن (حضرت) عثمانؓ اور ان کے جانشینوں نے ان ضبط شدہ زمینوں کو، جنھیں ''صوافی''[3] کہتے تھے، اپنے حامیوں کو خوش رکھنے کے لیے بہ طور جاگیرات (قطائع) انھیں دے دیا[4] جب یہ زمینیں خلیفہ

---

1 - ابو یوسف ص ۳۳ -

2 - بلاذری ص ۲۷۲ سطر ۱۶-۱۹، ص ۲۷۳ سطر ۳-۷ ، ابو یوسف ص ۳۲ سطر ۲۲-۲۴ ، یرمجہ ص ۱۴۳-۱۴۴، بکر جلد اول ص ۲۲۱-۲۲۳، ص ۲۳۸-۲۴۰ -

3 - صوافی کے معنی ابتدا میں اس غنیمت کے تھے جو سردار کے لیے الگ کی جاتی تھی ، یہاں صوافی سے مراد ہے وہ زمینیں ، جو براہ راست خلیفہ کی نگرانی میں تھیں -

4 - بلاذری ص ۲۷۳ ، سطر ۸ ، ص ۲۷۴ سطر ۳ ، ابو یوسف ص ۳۰ سطر ۲۲، ص ۳۲ سطر ۱۶ ، ص ۳۷ سطر ۱۰ -

کی نگرانی میں تھیں ، کسانوں سے صرف زمین کا مالیہ لیا جاتا تھا ، لیکن اہم نکتہ یہ ہے کہ خلیفہ کو اس بارے میں فیصلہ کرنے کا پورا حق حاصل تھا ۔

مالیے کے متعلق جو کچھ کہنا تھا ، وہ تو کہا جا چکا ہے سوال یہ ہے کہ اس کے علاوہ محصول سر (جزیہ) بھی عائد تھا؟ اس باب میں روایات بالکل واضح اور متفق ہیں کہ غیر مسلم جزیہ ادا کرتے تھے ۔ صرف ان شہروں کے لوگ مستثنیٰ تھے، جن سے معاہدہ ہو چکا تھا ۔ ایسے لوگ وہ محصول ادا کرتے جو ان کے اپنے کارکن ان پر عائد کر دیتے ۔ اس بارے میں بھی حیرہ کی مثال سامنے ہے ۔ بالغ مردوں میں سے غریبوں ، بے روزگاروں ، اندھوں ، بیماروں ، پاگلوں ، بھکاریوں ، مسیحی خانقاہوں کے ایبٹوں اور راہبوں کو بہ طور خاص مستثنیٰ کر دیا گیا تھا ۔ اس سلسلے میں اصل یہ تھی کہ یہ لوگ خیرات پر زندگی بسر کرتے تھے ۔ تمام عورتیں اور نابالغ بچے بھی جزیے سے مستثنیٰ تھے[1] باقی تمام لوگ جزیہ ادا کرتے تھے اور ثروت و آمدنی کی بنا پر تین درجے تجویز کر دیے گئے تھے، یعنی اڑتالیس درم ، چوبیس درم اور بارہ درم سالانہ ۔ اسلامی مصادر میں ایک بھی بیان نہیں ، جس سے جزیے یا تشخیص کی شرحوں کے متعلق کسی قسم کا نقص و اختلاف ہو ۔[2]

اس یکسانی و یک آہنگی کے باوجود کائتانی اس بیان کو قبول نہیں کرتا کہ (حضرت) عمرؓ کے احکام کے مطابق عثمان بن حنیف نے مالیہ اور جزیہ وصول کیا ۔ ”واضح ہے کہ خراج سے مراد پوری رقم مالیہ تھی اور اس کی اصل کے متعلق کسی قسم

---

1 - ابو یوسف ص ۷۰ ۔

2 - بلاذری ص ۲۶۹ سطر ۹-۱۰ ، ص ۲۷۱ سطر ۱۳-۱۶ - ابو یوسف ص ۵۶ ، ۵۷ ، ۶۰ ، ۱۹۷ ، ماوردی ص ۲۲۹ سطر ۷-۱۰ ، یعقوبی جلد دوم ص ۱۴۳ سطر ۱۲-۱۳ ۔

کی توضیح موجود نہ تھی - پھر عثمان بن حنیف کے زمانہ تک مسلمانوں کے دل میں خراج اور جزیہ کے درمیان کوئی ویسا امتیاز موجود نہ تھا جیسا بعد میں قائم ہو گیا اور جو راقم الحروف کے عہد کے اندر اسلامی دنیا میں عام ہے -[1]''

استدلال یہ ہے کہ دونوں اصطلاحیں مترادف تھیں اور عربوں نے دو محصول نہیں لگائے تھے، ایک زمین پر اور دوسرا فی کس (جزیہ) نہایت عجیب امر یہ ہے کہ کائتانی سے جو اقتباس لیا گیا ہے، وہ یعقوبی (جلد دوم ص ۱۷۳-۱۷۵) پر تبصرے کی حیثیت رکھتا ہے - اگر ہم زیر غور حصے (ص ۱۷۳ سطر ۱۲ بعد) کا جائزہ لیں تو یہ حیرت انگیز انکشاف ہوتا ہے کہ وہاں خراج یا جزیے میں سے کوئی بھی لفظ استعمال نہیں کیا گیا - جزیے کے متعلق یعقوبی مظہر ہے کہ ''محصول رقاب (گردنوں) پر لگایا گیا تھا''۔ اسی طرح بلاذری جزیے کا لفظ استعمال کرنے کے بجائے کہتا ہے (ص ۲۶۹، سطر ۹) کہ '' محصول لوگوں کے سروں پر عائد تھا - دوسری جگہ (ص ۲۷۱، سطر ۱۳) 'دھاقین' پر اور (ص ۲۷۱، سطر ۱۵) ہر آدمی کے سر پر'' کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں - (امام) ابو یوسف بھی لفظ جزیہ استعمال نہیں کرتے[2]-

بہ ہر حال ہم نے ثبوت میں جو مصادر پیش کیے ہیں، ان تمام سے واضح ہے کہ سواد کے لوگوں پر جزیہ لگایا گیا تھا اور اس کے لیے ''رقاب پر'' یا ''سروں پر'' یا ''فی کس'' کے الفاظ استعمال ہوئے - یہ حقیقت ہمارے نظریے کا زبردست ثبوت ہے کہ خراج و جزیہ کے معنی کو نظر انداز کرتے ہوئے دو محصول یقیناً موجود تھے اور ان میں حسب ضرورت امتیاز کی شکل یہ

---

1 - کائتانی جلد پنجم ص ۳۷۶ -
2 - ابو یوسف ص ۴۳ سطر ۱۲-۱۶ -

تھی کہ ایک کو ''زمین،، سے اور دوسرے کو ''سر یا گردن،، سے متعلق سمجھا جاتا تھا ۔

کائٹانی کا ایک دعویٰ یہ بھی ھے کہ اڑتالیس، چوبیس اور بارہ درم کا تناسب (حضرت) عمرؓ نے نہیں بلکہ بعد کے خلفا نے قائم کیا تھا[1] ۔ پھر خود ھی وہ (کائٹانی) کہتا ھے کہ عربوں نے ساسانیوں کا مروجہ نظام اختیار کر لیا تھا[2] لیکن اگر حضرت عمرؓ نے ساسانی نظام اختیار کر لیا تو اس میں وہ حصہ بھی شامل تھا، جسے ساسانی ''محصول سر،، کہتے تھے اور اس محصول سے جیسا کہ ھم ابھی بیان کر چکے ھیں ۔ عورتیں اور بچے مستثنیٰ تھے ۔ نیز اس میں محصول گزار کی آمدنی کے مطابق درجہ بندی کر دی گئی تھی اگر عربوں نے ساسانی نظام اختیار کر لیا تو انھوں نے یقیناً دیکھ لیا ھوگا کہ اس میں محصول کی دو قسمیں ھیں ۔ عربوں نے جو تصفیہ کیا، اس کا بہترین اور نہایت جامع خلاصہ یحییٰ ابن آدم کی کتاب میں ملتا ھے (ص ۷-۸) یعنی : ''سواد ایک وقت میں بنطیوں کے ماتحت تھا، پھر ایرانیوں نے ان پر غلبہ پا لیا اور انھیں نئے آقاؤں کو خراج دینا پڑا (یہاں خراج عام معنی میں استعمال ھوا ھے) ۔ جب عربوں نے ملک فتح کیا تو انھوں نے بنطیوں، ''دھاقین،، اور پورے سواد کو اسی حالت میں رکھا، جس حالت میں انھیں پایا ۔ عربوں نے لوگوں پر جزیہ عائد کیا ۔ ھر ایک کے پاس جتنی زمین تھی، اس کی پیمائش کرائی اور ان پر خراج عائد کر دیا (یہاں خراج مالۂ زمین کی اصطلاح میں استعمال ھوا ھے) ۔ علاوہ بریں عربوں نے وہ زمین بھی سنبھال لی، جو کسی کی ملکیت نہ تھی ۔ اسے ''صوافی امام،، کہنے لگے[3]،، ۔ ساسانیوں کے نظام محاصل میں ایسی کوئی چیز موجود نہ تھی،

---

1 ۔ کائٹانی جلد پنجم ص ۳۸۱ ۔
2 ۔ ایضاً ص ۳۶۹-۳۷۰ ۔
3 ۔ ایضاً ص ۳۵۷ ۔

جیسے خراج کی معین رقم سے کوئی مناسبت ہوتی - عربوں کے نظام کی بھی یہی کیفیت تھی - اگر کائتانی اور ولہاؤزن کا نقطہ نگاہ قبول کر لیا جائے تو سواد کے متعلق اسلامی تحریرات کا پورا ذخیرہ رد کر دینا پڑے گا -

ثابت ہو چکا ہے کہ سواد کے باشندے زمین پر مالیہ ادا کرتے تھے اور اس کی تشخص فصلوں کے لحاظ سے فی جریب مقررہ رقم کے مطابق ہوتی تھی، نیز وہ جزیہ ادا کرتے تھے، جس کے درجے آمدنی کے مطابق قائم کر دیے گئے تھے - پھر زیادہ تر مثالیں ایسی ملتی ہیں کہ ''دہاقین'' یعنی مقامی روساء یہ محصول جمع کرتے تھے - اب یہ معلوم کرنا دلچسپی کا باعث ہوگا کہ محکمہ محاصل یا دیوان کار فرمائی سے کیونکر عہدہ برآ ہوتا تھا -

بد قسمتی سے اس معاملے کے متعلق معلومات بہت کم ہیں - کوئی واضح بیان موجود نہیں، جس کا سبب غالباً یہ ہے کہ اہل قلم کا تعلق صرف اصول محاصل سے تھا اور انہوں نے فرض کر لیا تھا کہ کتابیں مطالعہ کرنے والے لوگ طریق فراہمی کے باب میں سب کچھ جانتے ہیں - اس مسئلے پر بہترین معلومات پروفیسر سیرینگکنگ کے مقالے میں ملتی ہیں[1] جس کا حوالہ بار بار آچکا ہے - اسی کی طرف رجوع کرنا چاہیے[1] -

ہماری معلومات کا مفاد یہ ہے : جنگ قادسیہ کے بعد سواد کے تمام ''دہاقین'' نے سعدؓ بن ابی وقاص سے شرطیں طے کر لیں[2] ١٦ھ میں مغیرہ بن شعبہ نے فوج کی تنخواہوں کے لیے پہلا دیوان مشہور وزیر مال زادتان فروخ کے والد کی مدد سے قائم کیا - مختلف مصادر میں اس کے مختلف

---

1 - سیرینگکنگ صفحہ ۵۷، ۲۲۳ -

2 - ابو حنیفہ الدینوری ص ۱۳۳، سطر ۶ - ۱۰؛ طبری جلد اول ص ۲۳۷۴ سطر ۵ - ٦ -

نام مذکور ہیں اور اسے مختلف طریقوں پر لکھا جاتا ہے، مثلاً فیروزان، پیرواز، برووان اور بروا: ۔ انتہائی کوشش یہ تھی کہ اصل فارسی نام پیروزہ یا پیروزان سے عربی تلفظ قریب تر ہو جائے[1] ہمیں اور بھی بہت سے آدمیوں کے نام بتائے گئے ہیں جو جمع شدہ مالیہ وصول کرتے تھے[2] ۔ ۲۰ھ میں (حضرت) عمرؓ نے اصل دیوان ایرانیوں کے نمونے پر قائم کیا، جس میں آمد و خرچ کا پورا حساب لکھا جاتا تھا اور کوئی چیز چھوڑی نہیں جاتی تھی ۔ جن لوگوں کے وظیفے مقرر تھے، ان کی فہرست بھی طبقاتی ترتیب کے مطابق تیار کر لی گئی تھی، تاکہ کوئی بد لظمی واقع نہ ہونے پائے[3] ۔ بصرہ میں جو دیوان قائم کیا گیا تھا، اس میں صرف خرچ لکھا جاتا تھا، لیکن (حضرت) عمرؓ نے جو دیوان قائم کیا تھا، اس میں آمد بھی درج کی جاتی تھی[4] ۔ خلافت معاویہؓ کے زمانے میں جامع اصلاح ہوئی ۔ یعقوبی کا بیان ہے کہ عبداللہ بن دراج خلیفہ کے موالی میں سے تھا ۔ اسے ۴۱ھ میں خراج عراق کا کام سونپا گیا ۔ اس نے معاویہؓ کو لکھا کہ مجھے ''دھاقین'' نے بتایا ہے، جو زمینیں کسریٰ اور اس کے خاندان کے پاس بہ طور صوافی موجود تھیں، ان سے خراج اراضی کے ضوابط کے مطابق محاصل وصول نہیں کیے جاتے تھے، البتہ ''دھاقین'' کو کچھ مل جاتا تھا ۔ ان زمینوں کے متعلق رجسٹر حلوان میں موجود تھے ۔ معاویہؓ نے ابن دراج کو ہدایت کی کہ ان زمینوں کی فہرست تیار کرے اور ان کے لیے بند بنوانے کا انتظام کیا جائے ۔ ابن دراج نے اس حکم کی تعمیل کی اور اس طرح مالیے میں پانچ کروڑ درم کا

---

1 ۔ بلاذری ص ۳۰۳ سطر ۱۳-۱۴، سپرینگلنگ ۱۸۶-۱۸۷ ۔
2 ۔ بلاذری ص ۲۶۹ سطر ۱۲-۱۳، طبری جلد اول ص ۲۴۵۵ سطر ۱۶ ۔ ص ۲۴۵۶ سطر ۴ ۔
3 ۔ ابن الطقطقی ص ۱۰۱ سطر ۴، ص ۱۰۲ سطر ۳، طبری جلد اول ص ۲۴۱۱ سطر ۱۵، ص ۲۵۹۵ سطر ۴، بلاذری ص ۴۵۳ سطر ۱۸-۱۸ ۔
4 ۔ کائتانی جلد چہارم ص ۳۶۹، سپرینگلنگ ص ۱۸۰ ۔

اضافہ ہو گیا[1] - یعقوبی نے یہ بھی بتایا ہے کہ زیاد نے، جو ۴۵ھ سے ۵۰ھ تک بصرہ اور ۵۰ھ سے ۵۳ھ تک صوبے کا حاکم تھا، سب سے پہلے دیوان قائم کیے - اس نے تمام رجسٹروں کی نقلیں تیار کرائیں اور خط و کتابت کے لیے محرر مقرر کیے، جن میں عرب بھی تھے اور موالی بھی - وہ بولنے اور لکھنے میں مشاق تھے[2]-

یعقوبی کے ان دو بیانوں سے واضح ہوتا ہے کہ اگرچہ عام دعوے کے مطابق (حضرت) عمرؓ نے صوافی کو اپنی نگرانی میں لے لیا تھا، تاہم ان کے جانشین ان کی وسعت اور مقدار پیداوار سے بے خبر تھے - اگرچہ دعویٰ کیا گیا کہ (حضرت) عمرؓ نے ۲۰ھ میں سب سے پہلا دیوان قائم کیا تھا، مگر اس سے پچیس سال بعد تک کوئی حقیقی دیوان موجود نہ تھا - اس کے علاوہ بھی بعض پریشان کن پہلو موجود ہیں، مثلاً ابن دراج کو ''دھاقین'' کے ذریعے سے کیوں صوافی کے وجود کا علم ہوا؟ در آں حالیکہ وہ خود ان سے فائدہ حاصل کر رہے تھے - سپرینگلنگ کی رائے یہ ہے کہ ''دھاقین'' جمع محاصل کا بار اپنے کندھوں سے اٹھا کر عربوں کے کندھوں پر ڈالنے کے لیے مضطرب تھے[3] بلاذری نے یہ توجیہ پیش کی ہے کہ ابن دراج نے بعض بنجر زمینیں (موات) قابل کاشت بنا لی تھیں، جن میں دلدلیں بھی تھیں اور جھاڑیاں بھی - ان کے لیے بند تعمیر کرا دیے تھے، جو ۶ھ یا ۷ھ کی بڑی طغیانی میں تباہ ہو گئے تھے[4] ، لہذا اغلب ہے جب معاویہؓ نے ابن دراج کو حکم دیا تو زیر غور صوافی دلدلی زمینیں بنی ہوئی تھیں اور وہ

---

1 - یعقوبی جلد دوم ص ۲۵۸ سطر ۱۳، ص ۲۵۹ سطر ۲ -
2 - ایضاً ص ۲۷۹ سطر ۱-۸ -
3 - سپرینگلنگ ص ۱۸۳ -
4 - بلاذری ص ۲۹۲ سطر ۵، ص ۲۹۳ سطر ۴ -

جاگیریں نہ تھیں' جو ساسانی امراء سے ضبط کر کے (حضرت) عمرؓ نے براہ راست اپنی نگرانی میں لے لی تھیں - ''دھاقین'' نہیں چاہتے تھے کہ نظم و نسق کا بار عربوں کی طرف منتقل ہو جائے' صرف یہ چاہتے تھے کہ ان زمینوں سے دوبارہ نفع بخش پیداوار ہونے لگے - اور اس کہانی کا ثبوت یوں ملتا ہے کہ حجاج کے زمانے میں بند دوبارہ تباہ ہوئے تو اس نے ان کی درستی کا خرچ برداشت کرنے سے انکار کر دیا - وہ ''دھاقین'' کو نقصان پہنچانا چاہتا تھا' کیونکہ اسے شبہہ تھا کہ ''دھاقین'' نے باغی ابن الاشعث کا ساتھ دیا ہے[1] -

ھمیں علم نہیں کہ معاویہؓ کے زمانے سے پیشتر دیوان کی کارفرمائی کی کیا کیفیت تھی - یقیناً کوئی نہ کوئی نظام موجود تھا ، جو دیسی محصلوں کے اعتماد و دیانت کی نگرانی کر سکتا اور اس غرض سے رجسٹروں کی خاصی بڑی تعداد مہیا رکھی گئی ہوگی - مصر کی پپیری سے جزواً اور روایات سے تفصیلاً ظاہر ہوتا ہے کہ (حضرت) عمرؓ کی وفات سے پیشتر محاصل کا اچھا نظام موجود تھا اور یہ جاننا غالباً موجب حیرت ہو کہ عراق کا انتظام اتنا اچھا نہ تھا - سلطنت کے حقیقی نظم اور نوکر شاہی کی تخلیق کا سہرا معاویہؓ کے سر ہے - معاویہؓ نے مشرق میں زیاد اور مغرب میں سرجون ابن منصور کی امداد سے دور حاضر کے مفہوم کے مطابق حقیقی وزارت مال قائم کی - اس سے پیشتر عام زمینوں اور صواف کے مالیوں کے درمیان کوئی امتیاز نہ تھا - دونوں ذریعوں سے جو رقمیں آتیں ، وہ بیت المال میں جمع ہو جاتیں اور عربوں میں تقسیم کر دی جاتیں - (حضرت) عمرؓ صواف میں سے لوگوں کو بہت کم جاگیریں دیتے تھے ، مگر (حضرت) عثمانؓ اور (حضرت) علیؓ نے کہیں زیادہ فیاضی سے کام لیا - معاویہؓ

1 - بلاذری ص ۲۹۳ سطر ۱۲—۲۰ -

نے عام زمینوں کے مالیے اور صوافی کی آمدنی میں امتیاز قائم کیا[1] ۔ صوافی کی آمدنی دس کروڑ درھم تھی ۔ معاویہؓ نے بعض زمینیں اهل خاندان کو دے دیں اور یہ اصول قائم ہو گیا کہ صوافی عموماً حکمران خاندان کی ملکیت ھیں[2] ۔ معاویہؓ کی خلافت کے بعد یہ معمول بھی قائم ہو گیا کہ ہر صوبے کا مالیہ اسی کے اندر صرف ہو ، بلکہ عراق کے بعض اضلاع کو کامل مالی خود مختاری حاصل تھی ۔ معاویہؓ کا انحصار صرف شام کی آمدنی پر تھا ۔ اس وجہ سے حکم دیا گیا کہ ہر صوبے کی آمدنی میں سے خاص رقم اغراض خلافت کے لیے دمشق کے بیت المال میں بھیجی جائے اور جیسا کہ لامنز نے بتایا ھے ، اسی عمل سے بیت المال کے متعلق بیت اللہ کا تصور ختم اور اس کی جگہ شہنشاھی خزانے کا تصور پیدا ھوا ، جس کی تنظیم نوکر شاھی کے اصول پر ہوئی تھی اور جو شہنشاھی اور سیاسی اغراض کے لیے استعمال ھوتا تھا ۔ ضروری نہ تھا کہ وہ اغراض مذھبی بھی ھوں[3] ۔

یہ معاویہؓ کی سرگرمی تھی ، جو یعقوبی نے بیان کی ھے ۔ یہ بتانا ممکن نہیں کہ عراق کے دیوان میں مروجہ طریقوں کے علاوہ کیا کیا جدتیں کی گئی تھیں ، لیکن یہ واضح ھے کہ معاویہؓ کے زمانے سے نظام اعلیٰ پیمانے پر پہنچ گیا ۔

سواد کے تعلق میں آخری مسئلہ قبول اسلام کا ھے یعنی جب کوئی مقامی آدمی مسلمان ہوجاتا تھا تو کیا وہ صرف جزیے سے مستثنیٰ ھو جاتا تھا ، جیسا کہ اهل علم نے بیان کیا ھے یا خراج زمین بھی عشر کی شکل اختیار کر لیتا تھا ؟ دوسرے

---

1 ۔ یعقوبی جلد دوم ص ۲۷۷ سطر ۱۲—۱۶ ۔

2 ۔ ایضاً ص ۲۷۸ سطر ۷—۱۰ ۔

3 ۔ لامنز جلد ششم مطبوعہ ۱۹۱۳ء ص ۳۰۳—۳۰۶، جلد دوم مطبوعہ ۱۹۰۷ء ص ۱۲۹ ببعد ۔

قطعوں میں خراج چھوڑ دیا جاتا تھا، جیسا کہ ولہاؤزن اور کائٹانی کی رائے ہے ۔

هم جانتے هیں کہ فتح کے وقت بہت سے قبائل نے، جو فاتحین کے قریب تر تھے، معاً اسلام قبول کر لیا اور وہ شروع هی میں مذهبی محاصل کے سوا تمام واجبات سے مستثنیٰ هو گئے تھے ۔ سفیانی دور تک کسانوں کے اسلام قبول کرنے کی کوئی شہادت نہیں ملتی، تاهم بالائی طبقے کی تصویر ایک حد تک مختلف ہے :

۱ ۔ جنگ جلولا کے بعد متعدد " دھاقین " اسلام کے حلقۂ بگوش بن گئے اور اُن کے نام بھی مذکور هیں ۔ حضرت عمرؓ نے ان سے زمین نہ چھینی، بلکہ اُنھیں جزیہ معاف کر دیا[1] ۔ الفاظ هیں : " جزیہ رقاب سے اُٹھا دیا" یہ اس حقیقت کا ثبوت ہے کہ انھیں جزیے سے مستثنیٰ کر دیا، مگر خراج سے مستثنیٰ کرنے کا کوئی ذکر موجود نہیں ۔ ایک شخص نے جس کا نام ابن الرفیل تھا، اسلام قبول کر لیا ۔ حضرت عمرؓ نے اس کے لیے سات سو درهم سالانہ وظیفہ مقرر فرما دیا اور دیوان خثعم میں اس کا نام درج هو گیا، لیکن یہ واضح کر دیا کہ اگر وہ زمین پر قابض رهنا چاهتا ہے تو لازماً اسے خراج ادا کرنا چاهیے[2] ۔ تمام " دھاقین " کے وظیفے مقرر هو گئے تھے ۔ اُن میں فیروز هرمزان[3] بھی تھا، مگر اس خاص بیان میں واضح کر دیا گیا ہے کہ کم از کم ایک ضرور خراج زمین ادا کرتا تھا اور اس سے قیاس کیا جاتا ہے کہ سب ادا کرتے تھے ۔

۲ ۔ اصفہان کے بعض "دھاقین" نے جو جنگی اعتبار سے اهم قلعوں پر قابض تھے، اس شرط پر عربوں کی اطاعت

---

1 - بلاذری ص ۲۵٦ سطر ۱۱—۱۴ ۔
2 - یحیٰ ابن آدم ص ۳۲ سطر ۱۱—۱۹ ۔
3 - بلاذری ص ۳۵۷-۳۵۸ ۔

قبول کر لی تھی کہ وہ خراج ادا کرتے رہیں گے، مگر انھیں جزیہ ادا کرتے ہوئے شرم آتی تھی ، اس لیے مسلمان ہو گئے[1] ۔ یہ عبارت حد درجہ دلچسپ ہے ۔ یاد رہنا چاہیے کہ ساسانی نظام کے مطابق اونچے درجے کے طبقے محصول سر (جزیہ) ادا نہیں کرتے تھے ، جسے ذلت کا نشان سمجھا جاتا تھا ۔ اصفہان کے رؤساء فتح سے پیشتر بھی مستثنیٰ تھے اور انھوں نے اداء جزیہ کی ذلت قبول کرنے کی بجائے اسلام قبول کر لیا اور جزیے کو عربوں کے زمانے میں بھی ذلت ہی کا نشان سمجھا جاتا تھا ۔

٣ ۔ عین التمر کا ” دھقان “ حضرت علیؓ کے عہد خلافت میں اسلام کا حلقۂ بگوش ہوا ۔ حضرت علیؓ نے اس سے فرمایا : ”جس حد تک جزیے کا تعلق ہے ہم اسے ختم کر دیں گے لیکن تمھاری زمین مسلمانوں کی ملکیت ہے ۔ اگر تم چاہتے ہو تو میں تمھارے لیے وظیفہ مقرر کر دوں اور اپنے ہاں نگران اعلیٰ کا عہدہ دے دوں“[2] ۔ ولہاؤزن نصف روایت کو درست سمجھتا ہے ، مگر اس نے جزیے کو محصول سر ماننے سے انکار کر دیا[3] ۔

٤ ۔ خلفاء میں سے حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ نے ان تمام لوگوں کو زمینوں سے فائدہ اٹھانے کا حق دے دیا ، جو ان کے زمانۂ خلافت میں مسلمان ہوئے ، لیکن ماضی کی طرح انھیں خراج ادا کرنے پر مجبور کیا[4] ۔

سواد کے تعلق میں صورت حال کا نقشہ یہی تھا ۔ شہادتوں سے یہی واضح ہوتا ہے کہ بہت سے لوگ ، جو ساسانیوں کے زمانے

---

1 ۔ بلاذری ص ٣١٣-٣١٤ ۔
2 ۔ یحیٰ ابن آدم ص ٣٤ سطر ١٥-١٨ ، کائتانی جلد پنجم ص ٣٢٤ ۔
3 ۔ ولہاؤزن ص ١٨٣ نوٹ نمبر ٢ ۔
4 ۔ یحیٰ ابن آدم ص ٣٤ سطر ٨-٩ ۔ کائتانی جلد پنجم ص ٣٢٤ ۔

میں محصول سر سے مستثنیٰ تھے ، عربوں کو جزیہ ادا کرنے کے بجائے مسلمان ہو گئے ، لیکن ان میں سے زیادہ تر لوگ جو پہلے جزیہ ادا کرتے تھے ، بہ دستور ادا کرتے رہے اور اسلام قبول نہ کیا۔ باقی رہے شہر ، مثلاً حیرہ اور آلیس جو مقررہ رقم ادا کرتے تھے ، اُن کے بارے میں دو دلچسپ بیان ہیں :

۱ ۔ آلیس کے دو آدمی مسلمان ہو گئے اور حضرت عمرؓ نے آلیس کے خراج کی رقم (یہاں خراج عام معنی میں استعمال ہوا ہے) میں سے ان کے جزیے کی رقم منہا کر دی ۔ یہ اس لیے کیا کہ آلیس کی حوالگی معاہدے کے مطابق عمل میں آئی[1] ۔

۲ ۔ ایک آدمی حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور زمین کے ایک خاص ٹکڑے کی وضاحت کرتے ہوئے کہا : اس پر پہلے سے زیادہ خراج عائد کر دیا گیا ہے ۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا : میں کچھ نہیں کر سکتا ، کیوں کہ یہ لوگ معاہدے کے مطابق حوالگی پر آمادہ ہوئے[2] ۔

روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ معاہد شہروں کے مقررہ خراج کی رقم گھٹا دینے پر آمادہ تھے تاکہ جو لوگ مسلمان ہونے تھے' ان کے نقصان کی تلافی ہو جائے ، لیکن وہ ایسے قصبوں کے تشخیص کنندوں کو مجبور نہیں کر سکتے تھے کہ مالیہ اسی اصول پر لگایا جائے ، جو غیر معاہد زمینوں کے سلسلے میں اختیار کیا گیا تھا ۔

آئیے اب فقہاء کی آراء کا جائزہ لیں ۔ اُن کے بیانات میں فتح کی دو تاریخی حقیقتیں نمایاں ہوتی ہیں ، اول بعض علاقے تحریری معاہدوں کے مطابق عربوں کے قبضے میں آئے ۔ ان کی شرطیں مختلف تھیں ، جن میں سے بڑی شرط یہ تھی کہ سالانہ ایک مقررہ

---

1 - یحیٰی ابن آدم ے ص سطر ۳—۱۵۱ کائتانی جلد پنجم ص ۳۲۳ -

2 - یحیٰی بن ادم ص ۳٦ سطر ۲۱ - ص ۳۷ سطر ۲ ، کائتانی جلد پنجم صفحہ ۳۲۵ -

رقم ادا کی جائے ۔ ولهاؤزن اور کائتانی نے غلطی سے یہ فرض کر لیا کہ تصفیہ صرف اسی بنا پر ہوا ۔ دوم متعدد مثالیں ملتی ہیں ، جن میں غنیم عربوں کے روبرو جھکنے کے لیے تیار نہ تھا اور حکومت نے فرمانبرداری قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا ۔ آخر عربوں نے کامیابی حاصل کی تو جو ہیئت حاکمہ مزاحمت کرتی رہی تھی ، وہ یا تو میدان جنگ ہی میں ختم ہو گئی یا بھاگ گئی ۔ گویا معاہدہ ہو ہی نہیں سکتا تھا کیونکہ فریق ثانی موجود نہ تھا ۔ اس وجہ سے فاتحین کو زمین کا انتظام خود سنبھالنا پڑا ۔ جہاں سابق مالک زندہ تھے ' انھیں اس شرط پر زمین قبضے میں رکھنے کی اجازت دے دی گئی کہ وہ خراج دیتے رہیں اور زمین پر خراج کا فیصلہ وہ خود نہیں بلکہ عرب کر سکتے تھے ۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسی زمینیں حقیقتاً مالکوں کی مملوکہ تھیں یا مالک ان پر محض قبضے کے حقدار تھے اور آئینی مالک خود اسلامی حکومت تھی ۔ کائتانی پہلی صورت کا زبردست حامی ہے[1] ۔ یہ درست ہے کہ عام حالات میں سابق مالکوں کو پورے مالکانہ حقوق حاصل تھے ، جن سے انھیں محروم نہیں کیا جا سکتا تھا ۔ وہ اپنی زمینیں وارثوں کے حوالے کر سکتے تھے ۔ باہم زمینوں کی خرید و فروخت کے بھی حقدار تھے ۔ ان پر صرف دو پابندیاں عائد تھیں ، اول جن کے قبضے میں زمینیں تھیں ان کے لیے تشخیص کردہ خراج ادا کرنا ضروری تھا جس میں خلیفہ وقتاً فوقتاً رد و بدل کرتا رہتا تھا ۔ دوم وہ زمین کو ایسی حالت میں نہیں رکھ سکتے تھے ، جو اسے قانوناً خراج سے مستثنیٰ کر دیتی ، یعنی وہ زمین کسی مسلمان کے ہاتھ فروخت نہیں کر سکتے تھے ۔ یا خود مسلمان ہو کر خراج سے استثناء کا راستہ پیدا نہیں کر سکتے تھے ۔ اس کے لیے خلیفہ یا اس کی حکومت سے سند حاصل کرنا ضروری تھا ۔ یہ دو پابندیاں عرب فاتحوں کے اس عام تاثر

---

1 ۔ کائتانی جلد پنجم ص ۲۳۲-۲۲۸ ، نیز دیکھیے ولهاؤزن ص ۹۱ ۔

کا نتیجہ تھیں کہ انہوں نے زمین بہ زور حاصل کی اور حکومت کو اس پر مالکانہ حقوق حاصل ہو گئے ، لہذا جو لوگ معاہد قصبوں میں اسلام قبول کرتے ، ان کا معاملہ ایک حیثیت رکھتا تھا اور جو نو مسلم حکومت کی مملوکہ زمین پر زندگی بسر کرتا تھا ، اس کے معاملے کی حیثیت دوسری تھی ۔

امام ابو یوسف کی رائے درج ذیل ہے :

ا ۔ غیر مسلموں نے معاہدے کیے، جن میں ان کے حقوق، واجبات اور محاصل کی توضیح ہو گئی :

۱ ۔ وہ اخراج ادا کرتے رہیں گے (خراج سے مراد عام محاصل ہیں) ۔

۲ ۔ ان کی حفاظت ہو گی ۔

۳ ۔ زمینوں کے مالک زمینیں ایک دوسرے کے ہاتھ فروخت کر سکیں گے یا بہ طور وراثت دے سکیں گے ۔

۴ ۔ اُن کا خراج معاہدے کی مقررہ رقم سے بڑھایا نہیں جا سکے گا ۔

ب ۔ دوسری صورت یہ ہوئی کہ زمین بہ زور حاصل کی گئی اور کوئی معاہدہ نہ ہوا ۔ اس صورت میں :

۱ ۔ خلیفہ زمین کو فاتحوں میں تقسیم کر دینے کا مجاز ہے اور یہ زمین عشری بن جائے گی ۔

۲ ۔ خلیفہ زمین کو مقامی باشندوں کے حوالے کر سکتا ہے جیسا کہ حضرت عمرؓ نے سواد میں کیا ۔ اس صورت میں زمین سے خراج لیا جائے گا ۔

۳ - مالکان زمین ایک دوسرے کو دے سکیں گے یا باہم فروخت کر سکیں گے -

۴ - انھیں خلیفہ کا مقرر کیا ہوا خراج ادا کرنا ہوگا ، لیکن قانوناً اسے اتنا نہ بڑھایا جا سکے گا ، جس کا ادا کرنا ان کی استطاعت سے باہر ہو[1] -

۵ - خلیفہ کو حق حاصل ہے کہ خراج کی رقم گھٹا یا بڑھا دے -

۶ - خلیفہ کی اجازت کے بغیر خراج کی زمین عشری زمین میں منتقل نہیں ہو سکتی[2] -

قسم ب کی خراجی زمین پر زندگی بسر کرنے والا آدمی مسلمان ہو جائے گا تو:

۱ - وہ جزیے سے مستثنیٰ کر دیا جائے گا (یہاں جزیے سے مراد محصول سر ہے) -

۲ - زمین کے متعلق اسے کوئی ایک صورت اختیار کر لینے کا حق حاصل ہو گا:

(ا) - وہ بدستور زمین سے وابستہ رہنے کا مجاز ہو گا ، مگر اس کے لیے خراج ادا کرنا لازم رہے گا -

ب - وہ زمین سے دست بردار ہو کر خراج سے چھٹکارا پا سکتا ہے - اگر وہ زمین چھوڑ دے گا تو اول خلیفہ مسلمانوں کے نام سے اس پر قابض ہو جائے گا اور اسے اپنے زیر نگرانی زمینوں میں شامل کر لے گا ، مثلاً

---

1 - ابو یوسف ص ۳۵ سطر ۲۱ ، ص ۳٦ سطر ۳ -

2 - ایضاً ص ۹۴ سطر ۲ - ۳ ، سطر ۲۳-۲۸ -

وہ زمینیں ، جو ساسانی امراء کی مملوکہ تھیں ۔ وہ زمینیں ، جن کے مالک میدان جنگ میں مارے گئے یا جو بھاگ گئے اور ان کے املاک کسی کے نام درج نہ ہو سکے۔ دوم خلیفہ کو اس زمین کے تصفیے کا پورا حق حاصل ہوگا مثلاً وہ متروکہ زمین کا انتظام مقررہ رقم پر کسی شخص کے حوالے کر سکتا ہے یا اپنے زیر انتظام رکھ سکتا ہے یا کسی کو بہ طور جاگیر دے سکتا ہے[1] ۔

اگر قسم ۱ کی زمین میں کوئی شخص موجود ہے نیز اس زمین میں جس کے متعلق مقررہ رقم کی بنا پر معاہدہ ہو چکا ہے ، اور وہ حلقہ بگوش اسلام بنتا ہے تو:

۔ وہ مالیۂ زمین اور جزیہ دونوں سے مستثنیٰ ہو جاتا ہے ۔

۲ ۔ اُس کی زمین عشری بن جاتی ہے ۔

۳ ۔ جس گروہ سے اس کا تعلق ہے (قبول اسلام سے پیشتر) اس کی سالانہ واجب الادا رقم میں قانوناً تخفیف ہو جانی چاہئے[2] ۔

۴ ۔ اگر معاہدے میں مقرر رقم ادا کرنے کا کوئی ذکر نہیں اور صرف یہ ذکر ہے کہ لوگ زمینوں کا خراج (مالیہ) اور جزیہ ادا کریں تو نو مسلم :

۱ ۔ جزیے سے مستثنیٰ ہو جاتا ہے ۔

۲ ۔ زمین کا خراج (مالیہ) بدستور ادا کرتا رہتا ہے یا ۔

---

1 - یحییٰ بن آدم ص ۸ سطر ۱۲—۲۱ ۔
2 - ایضاً ص ۷ سطر ۱۵—۱۶ ۔

۳ - زمین دوسروں یا نو واردوں کے حوالے کر دیتا ہے[1] -

اس طرح تین اہم نکتے سامنے آتے ہیں :

۱ - فقہاء کی رائے یہ تھی کہ جو زمین معاہدے کے بغیر فتح کی جائے وہ حکومت کی ملکیت ہے -

۲ - قبول اسلام ایک آدمی کو صرف جزیے سے مستثنیٰ کرتا تھا ، نہ کہ مالیہ زمین سے، البتہ نو مسلم زمین سے دست بردار ہو کر شہر میں منتقل ہو جاتا تو وہ مالیے اور پورے خراج سے مستثنیٰ ہو سکتا تھا -

۳ - خلیفہ کو یہ اختیار حاصل تھا کہ خراجی زمین کو عشری زمین بنا لینے کی اجازت دے دے -

ماوردی ان ہی تین رایوں پر قائم ہے - وہ کہتا ہے کہ (حضرت) عمرؓ نے سواد کی اراضی کو مسلمانوں کے فائدے کے لئے محفوظ کر لیا تھا ' لیکن ان اراضی کو سابق کاشتکاروں ہی کے حوالے کیے رکھا اور شرط یہ عائد کی کہ وہ خراج ادا کرتے رہیں- خراج ان اراضی کے کرایے کے برابر تھا - سواد میں حق ملکیت فروخت نہیں کیا جا سکتا تھا ، البتہ املاک سے استفادے کا حق فروخت ہو سکتا تھا[2] -

خلفاء کے حقوق کے متعلق فقہاء کے درمیان رائیں مختلف ہیں - اس اختلاف کی وجہ یہ نہ ہوئی کہ فقہاء ایک معین اور یکساں نظام قائم کرنے کے خواہاں تھے، جو ان کے تجربے کے عین مطابق ہوتا - اختلاف کی اصل بنیاد ابتدائی دور کے تاریخی معمولات میں

---

1 - یحییٰ بن آدم ص ۷ سطر ۱۶—۱۹ ، کڈثانی جلد پنجم ص ۳۸۳ ، ص ۳۲۳ ، ص ۳۲۵ -

2 - ماوردی ص ۳۰۲ سطر ۱۷ -

تنوع کا نتیجہ ہے ۔ گویا فقہاء میں جو اختلاف رونما ہوا ، وہ دیانتداری پر مبنی تھا ۔ ان کے سامنے صحیح مثالیں موجود تھیں جن سے مختلف نتیجے اخذ کئے جا سکتے تھے اور انہوں نے مثالوں پر خط نسخ کھینچنا مناسب نہ سمجھا مثلاً (حضرت) عمرؓ کا فیصلہ یہ تھا کہ خراجی زمین ناقابل انتقال ہے ۔ یہ ایک حقیقت ہے اور حضرت ممدوحؓ نے صوافی زمین میں سے نافع کو ایک جاگیر دے دی تھی[1] ۔ ان کے عہد حکومت میں اور بھی بہت سی جاگیریں دی گئیں ، جن میں سے بعض خراجی زمینوں سے متعلق تھیں[2] (حضرت) عمرؓ کے جانشین عطیہ دینے میں بڑی فیاضی سے کام لیتے رہے ، خصوصاً (حضرت) عثمانؓ ۔ یہ تاریخی حقائق تھے ۔ گویا فقہاء کے سامنے مسئلے کی صورت یہ تھی کہ (حضرت) عمرؓ نے ایک فرمان جاری کیا ، مگر وہ خود اور ان کے جانشین اس فرمان کے خلاف عطیات دیتے رہے ، لہذا خلیفہ کے اختیارات تقسیم کا مسئلہ پیدا ہوا ۔ سوال یہ تھا کہ خلیفہ کو کس بنا پر یہ حق حاصل ہوا ؟ جواب یہ تھا کہ وہ اس حق تقسیم سے کام لیتا رہا ۔ (امام) ابو یوسف کے سامنے یہ حقیقت واضح صورت میں آ گئی تھی۔ بعد کے فقہاء ٹھیک ٹھیک اس کا اندازہ نہ کر سکے اور ان کی رائیں مختلف ہونے کی وجہ یہ ہوئی کہ انہوں نے تاریخی روایات کے الگ الگ مجموعوں کو قبول کر لیا۔ مثلاً (حضرت) عمرؓ نے خراجی زمین کو عشری بنانے کی ممانعت کر دی تھی ' لیکن بہ کثرت شہادتیں موجود ہیں ، جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے خراجی زمینیں خریدیں اور ان پر عشر سے زیادہ خراج دینا منظور نہ کیا ۔ کائٹانی نے اس حقیقت کو بڑے جوش و خروش سے اس اصل کا ثبوت قرار دے لیا کہ قبول اسلام کے بعد ایک آدمی ہر خراج سے مستثنیٰ ہو جاتا تھا ، مگر رسول اللہؐ کے نہایت ممتاز صحابہ یا ممتاز مجاھدوں اور عرب

---

1 - بلاذری ص ۲۵۱ -
2 - کائٹانی جلد پنجم ص ۵۰۴ ببعد -

امراء کو عطیے دینا یا زمین خریدنے کی اجازت دے دینا ایک شے تھا اور عراق کے کسانوں کو ، جو مالی منافع کی غرض سے مسلمان ہو گئے تھے ، کامل مساوات دے دینا بالکل دوسری شے تھا ۔ (حضرت) عمرؓ یا ان کے جانشین کبھی طلحہؓ ، زبیرؓ یا سعدؓ بن ابی وقاص کو خراج ادا کرنے پر مجبور نہیں کر سکتے تھے ، خواہ اصول کچھ ہو ، لیکن یہ اس امر کا ثبوت نہیں بن سکتا کہ عراق کے محکوم باشندوں سے وہی برتاؤ ہو رہا تھا ۔

اس کے برعکس ولہاؤزن ، گولڈ زیہر[1] ، وان ولوٹن[2] اور تمام دوسرے مؤرخین سلطنت عرب کی رائے یہ ہے کہ اصول قرآن کے باوجود امت اسلامیہ میں مساوات موجود نہ تھی ۔ دور فتوحات کے عرب حکمران طبقے نے خاص حقوق قائم کر لیے تھے ، جو موالی کو دینے منظور نہ تھے ۔ بنو امیہ کے دور میں جو شہری بدنظمی پیدا ہوئی ، اس کے بیشتر حصے کا تعلق اسی سے تھا ۔

قبول اسلام کے متعلق مزید شہادت ، جس سے فقہاء کے متون پر روشنی پڑتی ہے ، حجاج کے عہد حکومت سے ملتی ہے (۷۵ھ - ۹۵ھ) ۔ حجاج کے متعلق تین بیانات ہیں :

۱ - بڑے بڑے شہروں میں بہت سے موالی تھے ، جو سواد کے دیہات سے آئے تھے ۔ حجاج نے انہیں مجبور کر دیا کہ وہ اپنے اپنے گاؤں یا دیہاتی حلقے میں لوٹ جائیں اور ان پر اسی طرح جزیہ لگا دیا گیا ، جس طرح غیر مسلموں سے لیا جاتا تھا[3] ۔

۲ - ابن الاشعث کی بغاوت کے دور میں بصرہ کے موالی خطرے کا باعث بن رہے تھے ۔ ان کی تعداد زیادہ تھی اور وہ

---

1 - Goldziher -

2 - Van Vloten -

3 - طبری جلد دوم ص ۱۱۲۵ سطر ۳—۸ ۔

بڑے طاقتور تھے ۔ حجاج چاھتا تھا کہ وہ منتشر ہو جائیں اور ایک جماعت کی شکل اختیار نہ کیے رھیں ۔ لہذا اس نے کہا : ''تم بربری اور اجنبی ہو ۔ تمھارا اصل مقام اپنے اپنے شہر اور دیہات ھیں'' ۔ چنانچہ انھیں منتشر کر دیا گیا ، ان کا اتحاد درھم برھم کر کے رکھ دیا اور جہاں جہاں چاھا ، انہیں بھیج دیا ۔ ہر شخص کے ھاتھ پر اس کا مقررہ مقام نقش کر دیا گیا[1] ۔

۳ ۔ عمر رض بن عبدالعزیز نے مصر کے ان تمام لوگوں کو جو مسلمان ھو چکے تھے ، جزیہ معاف کر دیا ۔ پہلا شخص ، جس نے نو مسلموں سے جزیہ وصول کیا ' حجاج بن یوسف تھا[2] ۔ امت اسلامیہ میں شہریت کو سیاسی تصور کی حیثیت میں یہ نہیں سمجھا جاتا تھا کہ حکومت اسلامیہ کی رکنیت مل گئی ' بلکہ اسے قبیلے کی رکنیت کے مترادف سمجھا جاتا تھا۔ یہی وجہ ھے کہ جب کوئی غیر عرب مسلمان ھوتا اور سیاسی اھمیت حاصل کرتا تو اس کے لئے لازم تھا کہ کسی سر پرست یا کسی قبیلے کا ''مولیٰ'' بن جاتا ۔ اس حیثیت سے شرعاً اور حقیقتاً نو مسلم کو چھوٹے درجے میں رکھا جاتا تھا ۔ اگر وہ صاحب صلاحیت و دانش ھوتا ، اس نے تعلیم پائی ھوتی اور اس کا تعلق اپنی قوم کے طبقۂ امراء سے ھوتا تو اسے چنداں ناگواری سے سابقہ نہ پڑتا۔ دولت بھی مل جاتی اور اونچا عہدہ بھی حاصل کر لیتا ۔ بہت سے ''دھاتین'' کو ایسے ھی حالات پیش آئے ۔ ان میں سے بعض کے لئے وظیفے مقرر ہو گئے تھے ۔ ۱۰۱ھ میں یزید بن ابی مسلم افریقیہ[3] کا گورنر مقرر ھو گیا تھا ۔ وہ مولیٰ

---

1 ۔ ابن عبدربہ عقد مطبوعہ قاھرہ ۱۳۲۱ھ جلد دوم ص ۶۸ سطر ۲۰ ، ولہاؤزن ص ۱۵۳ ۔

2 ۔ عبدالحکم ص ۱۵۵ سطر ۲۰-ص ۱۵۶ سطر ۶۳- مقریزی جلد اول ص ۷۷-

3 ۔ یہاں فاضل مؤلف نے افریقہ لکھا ھے ۔ اسلامی زمانے میں افریقہ نام کا کوئی ملک نہ تھا ۔ مصر اور مشرق اقصیٰ کے درمیانی علاقے کو افریقیہ کہتے تھے ۔ یہی نام آگے چل کر پورے براعظم کے لئے استعمال ہونے لگا ۔ یہاں افریقیہ چاھیے ، جیسا کہ میں نے لکھا ھے (مترجم) ۔

تھا ۔ اسی طرح مصر کا عامل خراج عبیداللہ بن حجاب بھی ایک مولیٰ تھا ۔ یہی حالت کرمان کے عامل جبیہ ، خراسان کے کماندار ھارون بن سیاؤش ، شاش کے حاکم لیزک بن صالح اور حجاج کے وزیر مال صالح بن عبدالرحمن کی تھی[1] ۔ اسی طرح مختلف محکموں کے رئیس ، سکرٹری ، مشیر محرر ، منتظمین جاگیرات ، حکومت اور مختلف عربوں کے کارندے موالی تھے ، باقی موالی اپنے سرپرستوں کے ساتھ ھو کر میدان جنگ میں لڑتے اور ان سے تنخواھیں اور ضروری مصارف وصول کرتے ۔ ان کے مالک یہ مصارف پورے کرنے کے لئے دیوان سے مزید وظائف وصول کر لیتے[2] ۔

اس طبقے کے غیر مسلموں کے لئے شکایات کے وجوہ بہت کم تھے ، لیکن نچلے طبقے کے نو مسلم ، جو ان پڑھ ، غریب اور کسانوں کے گروہ سے تعلق رکھتے تھے ، وہ بھی گروہ در گروہ شہروں میں چلے آئے تھے ، خصوصاً کوفہ اور بصرہ میں ۔ وھاں ان سے نفرت و حقارت کا برتاؤ ھوتا تھا ۔ طبری انھیں معاشرے کی تلچھٹ اور بھیڑ قرار دیتا ھے[3] ۔ حسن بصرئی انھیں گمنام اور احمق بتاتے ھیں[4] ۔

لیکن یہ لوگ خارجی یا شیعہ وغیرہ جیسے ھر مفسد گروہ کے لئے مفید آلہ کار بن سکتے تھے جو انھیں اپنے سیاسی عزائم کی حمایت کے لئے استعمال کرتے ۔ ان سے عموماً یہ معاہدہ کر لیا جاتا کہ سرکاری وظیفوں کے سلسلے میں عربوں کے مساوی برتاؤ ھو گا ۔

---

1 ۔ طبری جلد دوم ص ۱۳۰۶ ، ۱۳۵۷ ، ۱۶۹۳ ، ۱۶۹۵ ۔
2 ۔ Nicolaus Fries کی جرمن کتاب ص ۱۱ ۔
3 ۔ طبری جلد دوم ص ۱۶۸۳ ۔
4 ۔ ایضاً ص ۱۳۰۰ ۔

یہی وجہ ہے کہ حجاج نے ان موالی کے سیاسی خطرے کو ختم کرنے کے لیے آمرانہ اور متشددانہ طریقے استعمال کیے اور روایات سے واضح ہوتا ہے کہ حجاج نے سب کو اکٹھا کرکے ان کے اصل دیہات میں بھیج دیا ۔ معاملہ یہیں ختم نہ ہوا ، اس نے ان موالی پر دوبارہ جزیہ لگا دیا اور جزیے کا معاملہ اس سے واضح ہے کہ اسے '' جزیۂ رقاب '' قرار دیا گیا ۔ یہ فعل سرا سر نا واجب و غیر شرعی تھا اور تین بیالوں میں اس حقیقت کا اظہار ہوا ۔ یہ بھی صاف واضح ہوتا ہے کہ حجاج سے پیشتر حلقہ بگوش اسلام بن جانے کے بعد ہر شخص جزیے سے مستثنیٰ ہو جاتا تھا ۔

ان بیانات میں مالیہ اراضی کا کوئی ذکر نہیں ، لیکن ولہاؤزن یہ کہنے میں حق بہ جانب ہے کہ موالی زمین کا مالیہ بھی ادا نہیں کرتے تھے ۔ جب حجاج نے انہیں شہروں سے نکال کر دیہات میں بھیج دیا تو زمینوں کا مالیہ ادا کرنے پر بھی مجبور کر دیا ۔

سوال یہ ہے، آیا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام قبول کر لینے پر موالی مالیۂ زمین سے بھی مستثنیٰ ہو جاتے تھے ؟ گویا ان سے کوئی بھی خراج نہیں لیا جاتا تھا ۔ حقیقت یہ نہیں ۔

اس کا ثبوت ایک اور سوال کے ذریعے سے مہیا کیا جا سکتا ہے ۔ سوال یہ ہے کہ یہ کسان دیہات چھوڑ کر شہروں میں کیوں منتقل ہوئے ؟ کیا ان کا مقصد یہ تھا کہ وظیفے حاصل کرلیں ؟ غالباً ایسا نہیں ہو سکتا تھا ، کیونکہ انہیں شاذ ہی وظیفے ملے اور اگر انہیں وظیفے ملے تو وہ یقیناً دیہات میں بھی انہیں حاصل کر سکتے تھے، جس طرح شہروں میں پہنچ کر حاصل کیے ۔ پھر کیا انہیں شہری زندگی کی دلکشی کھینچ کر لے گئی اور وہ وہاں پہنچ کر دولت پیدا کرنے کے آرزو مند تھے ۔ یہ غیر اغلب ہے ، کیونکہ

وہ مجلسی پستی کی جو زندگی بسر کرتے تھے ، ان میں دلکشی کا کوئی پہلو موجود نہ تھا اور کسانوں کو یہ امید بھی نہیں ہو سکتی تھی کہ وہ شہر کے تاجروں اور فنکاروں کا مقابلہ کر سکیں گے ۔ انھیں صرف یہ توقع تھی کہ معمولی درجہ کی خدمات انجام دیکر روزی پیدا کر لیں گے ، لہذا سوال یہ ھے کہ ان کسانوں نے زمینوں پر رھنا کیوں گوارا نہ کیا ، جہاں وہ جزیے اور خراج دونوں سے مستثنیٰ تھے اور اس پیشے سے فائدہ حاصل کر سکتے تھے ، جس کی انھوں نے تربیت پائی تھی ، یعنی زراعت ؟ جواب واضح ھے ۔ قبول اسلام نے انھیں مالیۂ زمین سے مستثنیٰ نہیں کیا تھا ۔ زمین ان کی نہیں ، حکومت کی ملکیت تھی اور مسلمان کی حیثیت میں وہ زمین پر رھنے کے لیے مجبور نہ تھے ، لہذا وہ اس خیال سے دیہات چھوڑ کر شہروں میں چلے گئے کہ اداء خراج سے نجات پائیں گے ۔ حقیقت حال یہی تھی اور اسی کو روکنے کے لیے حجاج نے غیر شرعی طریقہ اختیار کیا ۔ فقہاء نے بالتخصیص اعتراف کیا ھے کہ نو مسلم خراج سے بچنے کے لیے نقل مکان کا حقدار ھے ، لیکن یہ بھی ظاہر ھے کہ اگر وہ زمین پر ٹھہرا رھے تو اسے مالیے سے مستثنیٰ ہونے کا کوئی حق نہ ہوگا ۔

ایک اور روایت مظہر ھے کہ فرات میں بعض زمینیں ایسی تھیں ، جن کے باشندے مسلمانوں کے پہنچنے پر حلقۂ اسلام میں داخل ہو گئے اور ایسی زمینیں بھی تھیں ، جو عطیے یا کسی اور وجہ سے یا انتقال جائیداد سے مسلمانوں کے قبضے میں آ گئیں ۔ ان زمینوں سے پہلے خراج لیا جاتا تھا ، اب یہ عشری ہو گئیں ۔ حجاج نے پھر انھیں خراجی زمینیں بنا دیا ۔ عمرؓ بن عبدالعزیز کا عہد خلافت آیا تو انھوں نے ان زمینوں پر دوبارہ عشر مقرر کر دیا مگر عمر بن ھبیرہ نے ان پر خراج عائد کر دیا ۔ ھشام بن عبدالملک اموی خلیفہ بنا تو اس نے بعض زمینوں کے لیے عشر کا

حکم جاری کر دیا ۔ مہدی عباسی نے تمام زمینیں عشری بنا دیں [1]۔

جو لوگ فتح کے وقت مسلمان ہو گئے تھے ، ان کی زمینوں سے شرعاً صرف عشر وصول کیا جا سکتا تھا ، باقی تمام زمینیں خراجی تھیں ۔ یہاں فقہاء نے اس نکتے کی نہایت عمدہ توضیح کر دی کہ خلیفہ یا اس کے کارندے اختیار تقسیم کے سلسلے میں اپنی صوابدید کی پیروی کے حقدار تھے ۔ بیکر ہمیں بتاتا ہے :

جس سلطنت میں حکمرانی فقہی اصول کے مطابق نہیں مگر من مانے طریق پر ہو رہی تھی ، اس میں نظریہ اور عملیہ کے درمیان اختلاف و تصادم ، بالکل طبعی تھا ۔ اس حقیقت کا اعتراف خود قانون سلطنت نے بھی اسلامی حقوق کی ترتیب کے ذریعے سے کیا ہے ۔ جو امام قوم کا نمائندہ تھا اس نے کم از کم نظری اعتبار سے لا محدود اقتدار حاصل کر لیا ، خصوصاً مزروعہ اراضی کے مسائل کے متعلق ، ساتھ ہی قومی حقوق و مفادات کی حفاظت کے لیے جو وسائل اختیار کیے ، ان سے یہی واضح ہوتا ہے [2]۔

سواد میں محاصل کے متعلق تمام حقائق کا ملخص یہ ہے :

۱ ۔ صرف چند شہر چھوڑ کر ، جو معاہدے کے مطابق مقررہ رقم ادا کرتے تھے ، ولہاوزن اور کائتانی کی رائے کے برعکس عربوں نے کبھی سے خراج کی مقررہ رقم وصول نہ کی ۔

۲ ۔ زمین کی مالک اسلامی حکومت تھی اور اس پر قبضہ سابق مالکوں کا رہا ۔

---

1 - بلاذری ص ۳٦۸ سطر ۳—۸۔

2 - بیکر ۔

۳ - حکومت کی طرف سے زمین کی ملکیت کا انتقال ایک فرد کے نام ـــــ خواہ زمین کا قابض زمین کو کسی کے ہاتھ فروخت کرتا یا خود مسلمان ہو جاتا ـــــ اس وقت تک جائز نہ تھا، جب تک خلیفہ اس کی اجازت نہ دے دیتا۔

۴ - خلیفہ کو جب کسی مقصد کے لیے مناسب معلوم ہوتا، وہ سرکاری زمین کے انتقال کی اجازت دے دیتا، لیکن انتقال کا عام اصول رائج نہ تھا۔

۵ - زمین سے مالیہ فصلوں کے مطابق لیا جاتا۔ ہر فصل کے لیے ایک اکائی (جریب) پر ایک رقم وصول کی جاتی تھی، جس کا فیصلہ خلیفہ کرتا اور وہی اپنے فیصلے کو بدل سکتا تھا۔

۶ - غیر مسلم جزیہ ادا کرتے، جس کا تعین ان کی آمدنی کے مطابق ہوتا۔

۷ - جب کوئی شخص مسلمان ہو جاتا تو اسے صرف جزیے سے مستثنیٰ کر دیا جاتا۔ ساسانیوں کے زمانے میں جزیہ درجے میں پستی کا نشان سمجھا جاتا تھا اور عربوں کے ماتحت بھی یہ پستی ہی کا نشان رہا۔

۸ - نو مسلم جب تک زمین پر قابض رہتا، اسے خراج ادا کرنا پڑتا۔ وہ زمین چھوڑ کر دوسری جگہ منتقل ہو جاتا تو تو اس بوجھ سے نجات حاصل کر لیتا۔ اسی وجہ سے بیشتر نو مسلم شہروں میں جمع ہو گئے تھے۔

۹ - جن شہروں سے معاہدے ہو چکے تھے، وہاں تشخیص کا کاروبار عربوں کے ہاتھ میں نہ تھا، بلکہ باشندوں کے مقرر کیے ہوئے کارکنوں کے ہاتھ میں تھا۔

۱۰ - اگر کسی معاہد شہر میں لوگ وسیع پیمانے پر اسلام قبول کر لیتے تو خلیفہ کو اختیار حاصل تھا کہ وہ

خراج کی رقم مین تخفیف کر دے، تا ہم وہ اس پر مجبور نہ تھا، البتہ وہ خراج کی رقم بڑھا نہیں سکتا تھا۔

۱۱ - جس نظام کا ذکر اب تک کیا گیا ہے، اس کا اطلاق صرف سواد پر ہوا۔ قارئین پر واضح ہو جائے گا کہ شام، مصر اور خراسان میں حالات سواد سے مختلف تھے، لیکن سواد کے نظام سے فقہاء زیادہ متعارف تھے اور اسی کو وہ اکثر اپنے بیانات میں واضح کرتے رہے۔

۱۲ - جو حقائق بیان کیے جا چکے ہیں' وہ مؤرخوں اور فقیہوں کے بیانات کے عین مطابق ہیں[1]۔

---

1 - مولانا شبلی مرحوم نے لکھا ہے، عیسائی مصنفین ہمیشہ الزام لگاتے رہے کہ مسلمانوں نے دوسری قوموں کو ذلت کی نگاہوں سے دیکھا اور ذلت کی مخصوص علامتیں قائم کیں۔ مثلاً یہ کہ ذمی خاص لباس اختیار کریں۔ گھوڑے پر سوار نہ ہوں۔ راستے میں تادباً مسلمانوں سے بچ کر نکلیں۔ بڑے بڑے عہدے نہ پائیں اور ان کے ساتھ مساویانہ برتاؤ نہ کیا جائے۔ یقیناً فقہ کی پچھلی تصانیف میں ذمیوں کی نسبت یہ احکام موجود ہیں، لیکن

" ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ یہ احکام خدا کے، رسول کے، صحابہ کے ائمہ مجتہدین کے نہیں۔ اس کے ساتھ ہمارا یہ بھی دعویٰ ہے کہ یہ احکام کسی زمانے میں رواج نہیں پائے۔ کسی کسی ظالم بادشاہ نے جوش تعصب میں یہ کارروائی کی تو وہ اسی حد تک رہی (رسائل شبلی ص ۷۶، ۷۷)۔

حضرت عمرؓ کی اس ہمدردی اور رحم کا، جو ان کو ذمیوں کے ساتھ تھا، اس سے بڑھ کر کیا ثبوت تھا․․․․کہ وفات کے وقت تین نہایت ضروری وصیتیں جو کیں، ان میں سے ایک یہ تھی کہ ذمیوں کے ساتھ جو اقرار ہیں، وہ پورے کیے جائیں، ان کی طاقت سے زیادہ ان سے کام نہ لیا جائے اور ان کے دشمنوں کے مقابلے میں ان کی طرف سے لڑائی کی جائے (بخاری)۔

عراق میں حضرت عمرؓ نے جو خراج مقرر کیا تھا اگرچہ نہایت خفیف تھا، تاہم ان کو ہمیشہ خیال رہا کہ تشخیص مالگزاری میں ذمیوں پر سختی تو نہیں کی گئی۔ چنانچہ جن لوگوں نے زمین کی پیمائش کرکے جمع تشخیص کی تھی، ان کو اکثر بلا کر

اس کی بابت پوچھا کرتے تھے۔ جب خراج آتا تھا تو دس شخص بصرہ سے اور دس کوفہ سے طلب کیے جاتے تھے۔ حضرت عمرؓ ان کے اظہار لیتے تھے اور جب وہ چار دفعہ شرعی قسم کھا کر کہتے تھے کہ مالگذاری کے وصول میں ذمیوں پر سختی نہیں کی گئی، تب ان کو تسلی ہوتی تھی (رسائل شبلی ص ۸۷)۔

مولانا شبلی نے بھی الجزیہ میں یہی فرمایا ہے کہ خراج و جزیہ کے جو قواعد بہ ادنیٰ تغیر اسلام میں رائج ہیں، نوشیروان کے عہد میں مرتب ہوئے تھے۔ خاندانی شرفاء، امراء، اہل فوج، پیشوایان مذہب، اہل قلم اور عہدہ داران دربار جزیے سے مستثنیٰ تھے۔ لوگوں سے جزیہ لینے کی وجہ نوشیرواں نے یہ بتائی تھی کہ اہل فوج ملک کے محافظ ہیں اور ملک کے لیے اپنی جانیں خطرے میں ڈالتے ہیں، لہذا لوگوں کی آمدنی سے ان کے لیے ایک خاص رقم لینا ضروری ہے۔

جزیہ صرف ذمیوں کی حفاظت کا معاوضہ تھا (رسائل شبلی ص ۹۷-۹۹)

تیسرا باب

دوآبہ دجلہ و فرات (الجزیرہ)

جب عربوں نے شام و سواد کی تسخیر مکمل کر لی تو ایک خطہ بیچ میں ایسا رہ گیا، جو یونانیوں[1] کے ضبط و نظم میں تھا اور اس وجہ سے دونوں علاقے ایک دوسرے سے الگ تھے۔ یہ دوآبہ دجلہ و فرات یا الجزیرہ تھا، جس کا مرکز حکومت ایڈیسا[2] (الرھا) تھا۔ یہ علاقہ خلیج فارس کے تجارتی راستوں پر واقع تھا اور حمل و نقل کے عام خطوط کو قطع کرتا تھا، لہذا عرب سیاسی، جغرافیائی اور اقتصادی وجوہ سے اس پر یونانیوں کا اقتدار برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ مزید برآں عرب قبائل کا خاصہ بڑا حصہ مدت سے اس علاقے کے اندر پہنچ رہا تھا[3]۔

یہ حقائق الرھا کی یونانی فوج کے کماندار پر پوری طرح واضح تھے۔ چنانچہ وہ اپنی ذمہ داری پر عمل کرتے ہوئے فوراً حلب پہنچا اور وہاں ایک معاہدہ کر لیا، جس کے مطابق دریائے فرات کو سرحد تسلیم کر لیا گیا۔ عربوں نے اقرار کر لیا کہ وہ اس سرحد سے نہیں گزریں گے اور اس کے معاوضے میں انہیں سالانہ خراج وصول ہوتا رہے گا، لیکن یہ سمجھنا مشکل ہے کہ اس اقرار نامے کے باوجود الجزیرہ زیادہ عرصے تک محفوظ رہ سکتا تھا۔ لہذا جب ھرقل نے اپنے گورنر کے معاہدے کو رد کرتے ہوئے اسے بر طرف کر دیا تو یہ چنداں اہم معاملہ

1 - اس باب میں جہاں جہاں یونانیوں کا ذکر آیا ہے، ان سے مراد بیزنطینی ہیں، جنہیں عموماً مشرقی رومی کہتے ہیں۔

2 - Edessa -

3 - کائتانی جلد چہارم ص ۳۲-۳۳ -

لہ تھا ۔ اس گورنر کی جگہ ہرقل نے بطلیموس نام ایک شخص کو گورنر مقرر کیا ۔ ہرقل کا یہی فعل جنگ کے لیے وجہ جواز بن گیا۔[1] چنانچہ ۱۸ھ میں عیاض بن غنم ایک فوج لے کر رقہ پر بڑھا ۔

بلاذری کی روایت کے مطابق عیاض اس وقت رقہ پہنچا ، جب فصل کاٹی جا رہی تھی اور چند روز بعد محاصرہ کر لیا ۔ اہل شہر کے لیے یہ بڑا نازک وقت تھا ۔ انھوں نے فصلوں کا نقصان برداشت کرنے کے بجائے صلح کی شرطیں پوچھیں ۔ عرب کماندار نے اس حقیقت پر زور دیا کہ یہ درخواست بے سود مزاحمت کے بعد پیش ہوئی ہے اور حوالگی فتح کا نتیجہ ہے ۔ زمین ہماری ہے۔ ہم نے اس میں گھوڑے دوڑائے ہیں اور اسے حاصل کر لیا ہے ۔ جس معاہدے پر دستخط ہوئے ، اس میں باشندوں کو املاک کی حفاظت اور عبادت کی آزادی کا یقین دلادیا گیا تھا اور اس کے معاوضے میں قرار پایا تھا کہ وہ ایک دینار فی بالغ مرد کے حساب سے جزیہ ادا کرتے رہیں گے ۔ معمول کے مطابق عورتوں اور بچوں کو جزیے سے مستثنیٰ کر دیا گیا تھا ۔ باشندوں کا یہ بھی فرض تھا کہ گندم، تیل، سرکے اور شہد کی ایک مقدار دیتے رہیں ۔ سب سے آخر میں عیاض نے حق فتح کی بنا پر زمین کا ایک حصہ اپنے قبضے میں لے لیا اور اسے عشر پر مسلمانوں کے حوالے کر دیا[2] ۔

الرہا کی حوالگی کا ذکر (امام) ابو یوسف نے ذرا تفصیل سے کیا ہے ۔ وہ فرماتے ہیں کہ عیاض کو دیہات اور مفصلات کی آبادی کی طرف سے کوئی مزاحمت پیش نہ آئی ، لیکن شہر (الرہا) کا محاصرہ خاصی مدت تک جاری رہا ۔ محاصرے کے دوران میں

---

1 - Theophanes, C S.H.B I ص ۵۲۱ ، Cedrems, C. S. H. B. I ص ۷۵۱ ، نیز میکائیل شامی کی فرانسیسی کتاب، جسے چیبٹ (Chabot) نے مرتب کیا ، جلد دوم ص ۴۲۶ ۔

2 - بلاذری ص ۱۷۳ سطر ۱۱-۱۶ ۔

گورنر اور اکثر یونانیوں نے بھاگ نکلنے کا انتظام کر لیا ۔ دیسی لوگ باقی رہ گئے اور انھوں نے حوالگی کی پیشکش کی ۔ اُن کی طرف سے شرط یہ تھی کہ صلح کی درخواست وہ خود پیش کریں گے ۔ عیاض نے گفت و شنید کے متعلق ابوعبیدہؓ کو شام میں اطلاع دی ۔ وہاں سے اجازت آ گئی کہ اپنی صوابدید کے مطابق کام کیا جائے ۔ جب اهل الرها کو معلوم ہوا کہ صلح کی پیشکش قبول کر لی جائے گی تو وہ دو حصوں میں بٹ گئے ۔ ایک حصے کی رائے یہ تھی کہ خراج آمدنی کے تناسب سے دیا جائے ، دوسرے حصے میں زیادہ تر دولتمند لوگ شامل تھے ، جنھوں نے اپنی مملوکہ چیزیں اور آمدنی کے وسائل چھپا رکھے تھے ۔ وہ سمجھتے تھے کہ متناسب خراج میں وہ حصے بھی شمار ہوں گے ۔ لہذا ان کی رائے یہ تھی کہ فی کس کے حساب سے خراج کی ایک مستقل رقم طے کر لی جائے ۔ یہی گروہ کامیاب ہوا اور عیاض نے اس کی شرطیں قبول کر لیں ۔ (امام) ابو یوسف فرماتے ہیں کہ ان تفصیلات کے درست ہونے کا علم صرف خدا کو ہے ، البتہ اس میں شبہ نہیں کہ معاهده ہوا اور شہر معاهدے ھی کی بنا پر عربوں کے ہاتھ آیا[1] ۔

الرها میں جس تصفیے پر دستخط ہوئے تھے ، وہ الجزیرہ کے دوسرے مقامات کے معاهدوں میں بھی شامل رہا ۔ ہر شہر کے لیے خراج کی ایک رقم مقرر ہو گئی ، جو ہر بالغ مرد سے ایک دینار فی کس کے حساب کے مطابق بہ طور جزیہ لی جاتی تھی ۔ علاوہ بریں دو مد[2] گندم دو دو قسط[3] تیل اور سرکہ لیے جاتے تھے ۔ بلاذری[4] نے ان شرطوں کی تقسیم کی ہے ۔

I ۔ ابو یوسف ص ۲۳ سطر ۱۴-۱۵ ۔

2 ۔ (مترجم) مد کا وزن دو رطل عراق بتایا گیا ہے یعنی ایک سیر اور دو مد دو سیر ہوئے ۔

3 ۔ (مترجم) قسط بھی ایک وزن تھا ، جسے تقریباً دو سیر سمجھنا چاہیے (ابو یوسف ص ۲۳ سطر ۲۹-۳۰) ۔

4 ۔ بلاذری ص ۱۷۴ سطر ۱۰-۱۳ ۔

اس بیان میں خاص دلچسپی کے دو نکتے ھیں ، اول مقررہ خراج دولتمندوں کی تدبیر کے مطابق منظور ھوا ۔ دوم شہروں اور متعلقہ علاقوں نیز مفصلات کو الگ رکھا گیا اور معلوم ھے کہ مفصلات مزاحمت کے بغیر قبضے میں آ گئے تھے۔ (امام) ابو یوسف کا بیان ھے کہ تمام دیہات و مفصلات خفیف سی بھی مزاحمت کے بغیر بلا شرط حوالگی پر آمادہ ھو گئے ۔ لوگوں نے یہ کہہ دیا کہ آس پاس کے شہروں پر جو شرطیں عائد ھوں گی ، وھی ھم قبول کر لیں گے ، مگر آگے چل کر حکومت نے جند[1] یعنی فوج کے لیے رسد فراھم کرنے کا پورا بار صرف مفصلات پر ڈال دیا ۔ اس ذمہ داری کی تہ میں اصل محرک یہ تھا کہ مفصلات کے لوگ دو بشل[2] فی کس گندم اور دو قسط تیل اور سرکہ زیادہ آسانی سے ادا کر سکتے تھے ۔ اگر مفصلات کے باشندے جنس کی صورت میں محصول جنس کا بار تنہا برداشت کر سکتے تھے تو یہ فرض کر لینا مناسب معلوم ھوتا ھے کہ اھل شہر محصول نقد کا بار تنہا برداشت کیے بیٹھے تھے ۔ واقدی کے مطابق دو روایتوں میں بلاد و مفصلات کے درمیان امتیاز رکھا گیا ۔ وہ اس بنا پر کہ جزیرہ کے تمام شہر معاھدے کی بنا پر قبضے میں آئے اور مفصلات کے تمام علاقے بہ زور فتح کیے گئے[3] ۔

دلچسپی کا تیسرا نکتہ یہ ھے کہ جو محاصل تشخیص ھوئے وہ سلطنت کے دوسرے حصوں کے مقابلے میں بہت کم تھے ۔ زمین پر نقد کی صورت میں کوئی مالیہ عائد نہ تھا ، البتہ پیداوار کی شکل میں تھا اور ایک دینار جزیہ بہت معمولی تھا ۔

عبدالملک (بن مروان) کے عہد حکومت میں جو واقعات پیش آئے ، ان سے مندرجہ بالا تین نکتوں پر حیرت انگیز روشنی

---

1 ۔ ابو یوسف ص ۲۳ سطر ۱۷-۲۰ ۔
2 ۔ (مترجم) بشل تقریباً ۲۹ سیر کا ھوتا ھے ۔
3 ۔ بلاذری ص ۱۷۵ سطر ۵-۱۰ ۔

پڑتی ہے ۔ دیونی سیوس[1] ساکن تلمحری[2] کا بیان ہے : عبدالملک نے ۷۳-۷۲ھ (۶۹۱ - ۹۲ء) میں تعدیل[3] کا انتظام کیا ۔ اس نے ایک سخت حکم جاری کیا ، جس کے مطابق ہر فرد پر لازم تھا کہ وہ اپنے اصل وطن میں لوٹ جائے ۔ اس کا اور اس کے باپ کا نام رجسٹر پر درج ہو جائے ۔ ساتھ ہی لکھ لیا جائے کہ اس کے قبضے میں انگور کے کتنے باغات ہیں ، زیتون کے کتنے درخت ہیں ، کتنا سامان ہے ، کتنے بچے ہیں ، غرض اس کی ہر چیز درج کر لی جائے ۔ یہی محصول فی کس کی اصل ہے اور اسی سے وہ تمام برائیاں شروع ہوئیں ، جو مسیحیوں کے لیے مصیبت کا باعث بنیں ۔ اس وقت تک بادشاہ زمین سے خراج وصول کرتے تھے ، آدمیوں سے خراج نہیں لیتے تھے ۔ اس وقت سے اولاد ہاجرہ نے اولاد آرام یعنی مصریوں پر غلامی نافذ کر دی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ عربوں کی طرف سے یہ پہلی مردم شماری تھی[4] ۔ میکائیل شامی نے بھی مردم شماری کا ذکر کیا ہے ، لیکن اس کی تاریخ چھ سال بعد بتائی ہے[5] ۔

جس عبارت کا ہم نے اقتباس پیش کیا ، وہ بجائے خود ناقابل یقین معلوم ہوتی ہے ۔ یہ پہلی مردم شماری نہ تھی ، جو عربوں کے ماتحت ہوئی اور نہ یہ محصول فی کس کی ابتدا تھی ۔ یہ کہنا کہ پیشتر بادشاہ آدمیوں سے نہیں صرف زمین سے خراج لیتے تھے ، اس حقیقت سے صریح متفاوت ہے کہ عیاض نے ایک دینار فی کس کی شرح سے محصول عائد کر دیا تھا ۔

صحیح توجیہہ (امام) ابو یوسف نے مہیا کی ۔ وہ فرماتے ہیں کہ عبدالملک نے ضحاک بن عبدالرحمن کو جزیرہ بھیجا تاکہ

1 - Dionysius -

2 - Tellmahre (مترجم) ایک مقام کا نام ہے ۔

3 - (مترجم) تعدیل سے مراد یہ ہے کہ مقررہ اور غیر متبدل خراج کی جگہ زمین کی پیمائش اور باقاعدہ تشخیص کے بعد خراج عائد کیا گیا ۔

4 - دیونی سیوس مرتبہ چیٹ جلد اول ص ۱۰ ۔

5 - میکائیل شامی جلد دوم ص ۴۷۳ ۔

نظام مالیہ کی اصلاح کرے ۔ ضحاک نے نفوس و املاک کا حساب کرایا ۔ پہلے آدمیوں کی مجموعی آمدنی کا اوسط نکالا ، پھر اس میں سے خوراک ، لباس ، ایام تعطیل اور معقول تفریحات کا خرچ منہا کیا اور یہ سب کچھ کر چکنے کے بعد فیصلہ کیا کہ ہر بالغ مرد کو چار دینار محصول ادا کرنا چاہیے ۔ پیداوار میں سے جو مقدار لی جاتی تھی ، وہ منسوخ کر دی ۔ اس کی جگہ زمین کی ہر اکائی پر نقد محصول لگا دیا اور اس سلسلے میں وہ زمینیں پیش نظر رکھیں ، جو شہر کی منڈی سے ایک دن کی مسافت پر تھیں ۔ جو زمینیں زیادہ فاصلے پر واقع تھیں ، ان پر نصف رقم عائد کی[1] ۔

(امام) ابو یوسف نے جو معلومات فراہم کیں ، ان کے پیش نظر سریانی بیان کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے ۔ جب فی کس محصول شہریوں کے لیے چارگنا ہو گیا اور جب دیہاتی باشندے نقد محصول ادا کرنے لگے ، حالانکہ اس سے پیشتر وہ نقد روپیہ نہیں ، بلکہ جنس دیتے تھے تو ہم بہ آسانی اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس اصلاح کو کس وجہ سے فی کس محصول کی ابتدا قرار دے لیا گیا ۔

(امام) ابو یوسف نے عراق کے متعلق جو حالات بیان کیے ہیں ان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس ملک کی تاریخ محصول میں تین مرحلے پیش آئے ۔ پہلے مرحلے پر ہر بالغ مرد سے ایک دینار نقد ، نیز دو بشل گندم اور دو قسط تیل اور سرکہ لیا جاتا تھا ۔ دوسرے مرحلے پر ایسا انتظام کر دیا گیا کہ دیہات میں رہنے والے غذائی جنسیں مہیا کرتے تھے اور شہر میں رہنے والے نقد روپیہ دیتے تھے ۔ تیسرے مرحلے پر وہ وسیع اصلاح عمل میں آئی جس کی ابتدا عبدالملک نے کی تھی ۔ تاریخی نشو و ارتقاء کی یہ تصویر ولہاؤزن اور کائتانی کے نظریے پر نہایت عمدہ انتقاد ہے ،

---

1 ۔ ابو یوسف ص ۲۳-۲۴ ۔

جو کہتے ہیں کہ فقہانے جن میں (امام) ابو یوسف بھی شامل تھے، صرف اپنے وقت کے عام معمولات پیش کر دیے اور ان کی اصل عہد سابق سے منسوب کر دی ۔

یہ نکتہ جان لینا حد درجہ ضروری ہے کہ جزیرہ کا نظام محاصل اصولی اجزا میں سواد کے نظام محاصل سے مختلف تھا ۔

جزیرہ بہ زور فتح کیا گیا تھا ، لہذا وہاں کی زمینیں بھی سواد کی طرح خراجی زمینیں تھیں اور عرب کہتے تھے کہ انہیں محاصل کی نوعیت بدلنے کا حق حاصل ہے ۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ انہوں نے محاصل بدل دیے ۔ انہوں نے جائداد بھی لے لی ، جس پر مسلمانوں کو آباد کیا اور وہاں کی زمین عشری بنا دی ۔ اس کے برعکس جزیرہ میں عربوں کو متعدد بلدیاتی حکومتوں سے سابقہ پڑا ۔ سواد میں کوئی ایسا نظام موجود نہ تھا ، جس سے معاملات طے کیے جا سکتے ، لیکن الرھا ویسا شہر نہ تھا ، جیسا حیرہ تھا ۔ حیرہ کے باشندوں نے فتح سے پیشتر حوالگی کا فیصلہ کر لیا تھا اور ساٹھ ہزار درم کی یکمشت رقم اپنے ذمے لے لی تھی ۔ عربوں نے وعدہ کر لیا تھا کہ اس میں اضافہ نہ کریں گے ۔ الرھا اور جزیرہ کے دوسرے شہر اُس وقت متارکے کے خواستگار ہوئے ، جب فوجی مزاحمت یاس انگیز صورت اختیار کر گئی ۔ ان سے مقررہ خراج کا مطالبہ نہیں کیا گیا تھا ، بلکہ جزیے کی صورت میں نقد اور پیداوار میں سے جنس دینے کا مطالبہ ہوا ۔ دونوں چیزیں آبادی کے بڑھنے یا گھٹنے سے بڑھتی یا گھٹتی رہیں ۔ مزید برآں عرب اس اتفاق پر دواماً قائم رہنے کے پابند تھے ، کیونکہ زمینیں بہ زور حاصل کی گئی تھیں اور ان کا معاملہ امام کی مرضی پر موقوف تھا ۔ مختلف مقامات سے جو معاہدہ ہوا اور وہاں کے لوگوں نے بہ طیب خاطر حوالگی قبول کی ۔ گفت و شنید کے بعد مقررہ رقم طے ہو گئی ، جسے کسی بھی حال میں بڑھایا یا گھٹایا نہیں جا سکتا تھا ۔ ایسے معاملے کو اصطلاح میں ''عہد'' کہتے

تھے ۔ الرھا فتح کے بعد حوالے ھوا ۔ یہاں جو معاھدہ ھوا ، وہ اصطلاح میں 'صلح،، کہلاتا تھا ۔ عربوں نے امویوں کے عہد میں ''صلح،، کی زمینوں اور خراج کی زمینوں میں زیادہ فرق ملحوظ نہ رکھا، تاھم ''صلح،، کی زمینوں کا انتظام مقامی لوگوں کے ھاتھ میں تھا اور خراجی زمینیں عربوں کے دیوانوں کے زیر انتظام تھیں ، جیسا کہ سواد میں پیش آیا ۔

بد قسمتی سے جزیرہ کے متعلق قبول اسلام کی خاص مثالیں نہیں ملتیں ۔ دوسرے مقامات پر معمول یہ رھا کہ جو لوگ اسلام قبول کر لیتے ، وہ ایک دینار فی کس محصول (جزیہ) سے اور عبدالملک کی اصلاح کے بعد چار دینار محصول سے مستثنیٰ ھو جاتے ، لیکن اگر وہ زمینوں کے مالک ھوتے تو ان پر مالیہ واجب ھوتا ، البتہ انھیں یہ حق حاصل تھا کہ زمین چھوڑ کر دوسری جگہ منتقل ھو جاتے ۔

چوتھا باب

شام

شام کے نظام محاصل کو بھی سواد کی طرح سمجھنے کی دو بنیادیں ھیں ، اول فتح کے واقعات ، دوم بیزنطینیوں کا مروجہ مالی نظام ۔ بلاذری ، طبری اور دوسرے مسلم فقہاء کی تصانیف میں جو بہ ظاھر متناقض روایات ملتی ھیں ، ان سے پیچیدگیوں میں اضافہ ھوتا ھے ، بشرطیکہ مطالعہ کرتے وقت فتح کی تاریخ پیش نظر نہ رکھی جائے لیکن اگر فتح کی حقیقی حیثیت ذھن نشین کر لی جائے ـــــ مثلاً حمص کا محاصرہ چار مرتبہ ھوا اور تین مرتبہ شہر کی حوالگی عمل میں آئی ۔ اسی طرح دوسرے مقامات کی حوالگی کے حالات دریافت کر لیے جائیں ـــــ تو اس صورت میں ھم مناسب روایات کو مناسب حوالگی سے متعلق کر سکیں گے اور جو تناقض نظر آتا ھے ، وہ ناپید ھو جائے گا ۔ یہی کیفیت دمشق کے تعلق میں پیش آئی ، جسے دو مختلف موقعوں پر فتح کیا گیا ۔ پہلے حملے کے بعد عربوں نے عارضی مفاھمت کا فیصلہ کر لیا ، جس کے مطابق خراج ادا کرنا ضروری تھا ۔ دوسرے حملے کے بعد مستقل نظام حکومت قائم کر دیا گیا ۔ اگر مسلمان اھل قلم ویسے ھی متعصب اور اپنے طریق کے پابند ھوتے تو فتح کے تمام واقعات کی از سر نو تاریخی ترتیب ممکن نہ تھی ۔ خوش قسمتی سے ان اھل قلم کا طریقہ یہ ھے کہ واقعات کی آخری تسلی بخش ترتیب کے بجائے وہ تمام حقائق کو کامل غیر جانبداری سے اپنے علم کے مطابق بیان کرتے جاتے ھیں اور ان واقعات کو سامنے رکھ کر ھم ایک ایسی تصویر خود تیار کر سکتے ھیں ، جو ایک خاص درجے تک قابل یقین ھو ۔

فتح شام کے واقعات کی ترتیب دا گوئجے[1] ،یدنی کوف[2] اور کاشانی نے یوں پیش کی ھے :

۱ - عربوں نے بصریٰ لے لیا تو ایک فوج بحیرۂ لوط کے جنوب کی طرف بھیج دی - اس فوج کو اجنادین میں یونانیوں سے مقابلہ پیش آیا - اگر یافہ سے یروشلم تک ایک خط کھینچا جائے اور اس پر ایک مثلث مساوی الساقین بنا کر اسے اُلٹا رکھ دیا جائے تو اس کے سرے پر یہ مقام ملے گا[3] - ۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۳ ھ (۳۰ جولائی ۶۳۴ء) کو یونانیوں نے شکست کھائی - جب یونانی فوجیں شمال کی طرف ھٹ گئیں تو تمام غیر محفوظ قصبوں اور دیہات نے جن میں استحکامات کا کوئی انتظام نہ تھا اور بھاری فوج کے بغیر وہ محاصرے کا سامنا نہیں کر سکتے تھے ، حوالگی قبول کر لی اور حفاظت کی ضمانت پر خراج ادا کرنے کی پیشکش کر دی - اس گفت و شنید میں پانچ مہینے گزر گئے -

۲ - جنوری ۶۳۵ء میں ایک چھاپا مار عرب جیش حمص کے دروازے پر جا پہنچا اور باشندگان شہر نے جان ، مال اسباب اور مزروعہ اراضی کی حفاظت کے معاوضے میں ادائے خراج کا معاہدہ کر لیا - یہ حمص کی پہلی حوالگی تھی[4] -

۳ - اسی وقت عرب شمال کی طرف فلسطین میں بڑھے اور فحل میں پھر یونانیوں سے مقابلہ ھوا - فحل دریائے اُردن کے مشرق میں بحیرۂ طبریہ سے تھوڑے فاصلے پر جنوبی سمت واقع ھے -

---

1 - De Goeje -

2 - Miednikaff -

3 - (مترجم) اجنادین کا مقام جس انداز میں بتایا گیا ھے ، اسے شاید ھی کوئی سمجھ سکے - یہ یروشلم سے تھوڑے فاصلے پر جنوبی و مغربی سمت میں تھا -

4 - نولڈیکی ! ZDMG XXIX ص ۷۶—۸۲ ' نیز دیکھیے کاشانی جلد سوم ص ۱۹۱-۱۹۲ -

۲۳ جنوری ۶۳۵ء کو یونانیوں نے پھر شکست کھائی ۔ اس فتح نے دمشق کی طرف پیشقدمی کا راستہ کھول دیا ۔

۴ ۔ دمشق کی طرف پیشقدمی کرتے ہوئے عربوں نے یونانیوں کو مرج الصفر میں تیسری مرتبہ شکست دی (اواخر فروری ۶۳۵ء) ۔

۵ - ۱۱ مارچ ۶۳۵ء کو دمشق کا پہلا محاصرہ شروع ہوا ۔ یونانی سپہ سالار نے شہر کی حفاظت اپنے معاونوں کے حوالے کی اور خود حمص چلا گیا ، جو عربوں کے ھاتھ سے نکل کر یونانیوں کے قبضے میں جا چکا تھا ۔

۶ ۔ عرب تیزی سے حمص کی طرف بڑھے ۔ انھیں امید تھی کہ ھرقل کے ماتحت بڑی فوج کے پہنچنے سے پیشتر یونانیوں کو شکست دے دیں گے ۔ چنانچہ بیت لہیا میں ایک جھڑپ ہوئی ، جس میں عرب کامیاب ہوئے ، لیکن ۲۶ مئی ۶۳۵ء کو حمص کے سامنے انھوں نے شکست فاش کھائی ۔ اس کے بعد عرب دمشق کی طرف لوٹ آئے ، مگر شہر سے باھر ان کا محاصرہ کر لیا گیا ۔

۷ - ۱۰ اگست ۶۳۵ء کو عربوں نے دمشق کے سامنے یونانیوں پر فیصلہ کن فتح حاصل کی ۔

۸ ۔ جب اھل دمشق کو احساس ہو گیا کہ اب یونانیوں کی طرف سے امداد کی کوئی امید نہیں تو انھوں نے حوالگی کی پیشکش کی ۔ چنانچہ وہ خراج دینے پر راضی ہو گئے اور اس کے معاوضے میں جان ، مال و اسباب اور گرجوں کی حفاظت کا یقین حاصل کر لیا ۔ حوالگی ماہ رجب میں ہوئی (۲۱ ۔ اگست –۱۹- ستمبر ۶۳۵ء) ۔

۹ - پھر عربوں نے حمص کے خلاف تیسری مہم بھیجی چنانچہ دسمبر ۶۳۵ء - جنوری ۶۳۶ء میں دوسری مرتبہ حمص پر عربوں کا قبضہ ہو گیا -

۱۰ - ۶۳۶ء کے موسم بہار کے آواخر میں ھرقل ایک بہت بڑی فوج لے کر آیا اور عرب ، حمص و دمشق کو چھوڑنے پر مجبور ھو گئے -

۱۱ - یرموک کے میدان میں فیصلہ کن لڑائی ھوئی (رجب ۱۵ھ ، اگست ۶۳۶ء) ، جہاں یونانی فوج تباھی کے گھاٹ اتر گئی -

۱۲ - اس فتح کے بعد حمص تیسری مرتبہ اور دمشق دوسری مرتبہ عربوں کے قبضے میں آئے -

۱۳ - آئندہ سال (۱۶ھ — ۶۳۷ء) پورا شام اور فلسطین مسلمانوں کے زیر نگیں آ گئے[1] -

اب آئیے ، شام میں بیزنطینی نظام محاصل کا جائزہ لیں ھمارے سامنے معلومات بہت کم ھیں اور جو کچھ بھی ھیں وہ یونان و شام کے بچے کھچے مجموعہ ھائے ضوابط سے استخراج و قیاس پر مبنی ھیں -

جو بیزنطینی مالی ادارے شام میں رائج تھے ، اُن کے اھم خد و خال قسطنطین اور ڈایوکلیشین کی اصلاحات سے شروع ھوتے ھیں - ڈایو کلیشین نے پوری زمین کا جائزہ لیا تھا اور ساتھ ھی مردم شماری کرائی تھی - اس کے بعد ملک کو سرسری طور پر اکائیوں میں بانٹ دیا تھا - یہ اکائیاں رقبے کے حساب نہیں ، بلکہ

---

1 - یہ بیان کائتانی کے جامع بیان پر مبنی ھے ، جلد سوم ص ۱۸۴-۱۸۵ ، ۱۹۱—۲۰۲ ، ۳۱۰—۳۲۴ ، ۳۲۶—۴۴۱ ، ۴۹۴—۶۱۸ -

فصلوں کی قیمت کے حساب سے مساوی تھیں ۔ ہر اکائی کو یوگم (Iugum) کہتے تھے ۔ اور ہر ایسی اکائی پر یکساں محصول عائد تھا ۔ مردم شماری کراتے وقت ہر بلدیہ اور اس سے متعلقہ زمینوں ، دیہات اور جاگیروں کا حساب کرالیا گیا تھا ۔ یہ عمل سال به سال ہوتا تھا ، جب فی اکائی بنیادی محصول کا اعلان کیا جاتا تھا ۔ بلدیہ کے کارکن مجبور تھے کہ ان کے دائرہ اختیار میں تمام اکائیوں کا حساب لگا کر بنیادی شرح کے مطابق جو رقم مقرر کر دی جاتی تھی ، وہ وصول کریں[2] ۔ اس مالی ڈھانچے میں کلیدی حیثیت بلدیہ کو حاصل تھی اور اسی سے واضح ہو سکتا ہے کہ کیوں عربوں نے شام میں اتنے زیادہ معاہدے کیے ۔

جو کچھ بیان کیا گیا ہے، وہ اصل تصویر کا صرف ایک حصہ ہے ۔ جن شہروں اور دیہاتی زمینوں کا سرکاری طور پر اعلان کیا جاتا تھا ، ان کے علاوہ شاہی اور نجی جاگیریں تھیں پھر آزاد کسانوں کے چھوٹے چھوٹے مملوکہ رقبے تھے ۔ کھیتوں میں کچھ کام آزاد مزدور بھی کرتے تھے ۔ زیادہ تر کام آباد کار انجام دیتے تھے ، جو زمین سے وابستہ تھے ۔ باہمی تعلقات کا سلسلہ حد درجہ پیچیدہ تھا ۔ جو آباد کار کسی ایک جگہ زمین کا کوئی ٹکڑا کسی قابض سے کاشت پر لیتا تھا ، وہ دوسری جگہ خود بھی زمین کا مالک ہو سکتا تھا ۔ مزید برآں حکومت صدیوں سے دوامی پٹے پر زمینیں دینے کی عادی ہو چکی تھی ۔ یوں تو پانچویں صدی کے بعد یہ سلسلہ شروع ہو گیا کہ کوئی شخص غیر مزروعہ بنجر زمین دوامی پٹے پر اپنے لیے اور اپنے وارثوں کے لیے حاصل کر لیتا اور مزروعہ زمین ، جس کا مالیہ

---

2 ۔ جے ، بی بری (Bury) کی کتاب History of the later Roman Empire. جلد اول ص ۳۶—۴۸ ، نیز اٹو سیک (Ottoseeck) کی جرمن کتاب سکاؤ (Sachau) کی جرمن کتاب ص ۳۷ اور K.B. Bruns ۔

مقرر ہوتا ، چھوڑ دیتا ۔ عربوں نے یہ سلسلہ قائم رکھا اور اسے ایمفی ٹیوسس[1] کہتے تھے ۔

بیزنطینی نظام سے خرابیاں پیدا ہوئیں ، جنھوں نے بلدیات کے مہتموں پر خاص اثر ڈالا ، کیونکہ انھیں ایک مقررہ رقم مہیا کرنے کا ذمہ دار ٹھہرا دیا گیا تھا اور اگر محاصل والی زمین ان کے ضبط و نظم سے باھر نکل جاتی ——— جیسا کہ اکثر ہوتا ہے ——— تو اس رقم کے برابر بار باقی لوگوں پر آ پڑتا[2] بعض جاگیرداروں کا قاعدہ یہ تھا کہ محاصل براہ راست شاھنشاھی خزانے میں داخل کرنے کی اجازت لے لیتے اور بلدیتی کارکنوں کا واسطہ درمیان سے اٹھ جاتا ۔ اسے اصطلاح میں آٹو پریجیا[3] کہتے تھے اور ایسی جاگیریں ایگری ایکسیپٹی[4] کہلاتی تھیں ۔ یہ جاگیریں عموماً امراء اور کلیسا کی ہوتیں ۔ یہ محاصل سے مستثنیٰ نہ تھیں ، مگر بلدیاتی نظام کے دائرہ سے باھر تھیں جہاں بار محاصل برابر روبہ اضافہ رہتا ، اس وجہ سے ان جاگیروں کو واضح طور پر بہتر حیثیت حاصل تھی ۔ نتیجہ یہ تھا کہ آس پاس کے زمیندار بلکہ پورے دیہات کو مالی فائدے کی یہ صورت اچھی نظر آتی تھی کہ اپنی جائدادیں ایگری ایکسیپٹی کے مالکوں کی سرپرستی میں دے دیتے اور ان کے موکل بن جاتے ۔ یوں بڑے بڑے سرپرستوں کی زمینوں میں بہت اضافہ ہو گیا ۔ وہ اولاً اسی وجہ سے سرپرستی کے قبول پر آمادہ ہوئے تھے ۔ ان کے موکلوں پر مالی بار گھٹ گیا اور بلدیاتی کارکن اپنے واجبات پورے کرنے کے قابل نہ رہے ۔ شاھنشاھی خزانے کو بھی نقصان پہنچا ، لیکن قانون کی منظوری کے باوجود شاھنشاہ

---

1 - Emphyteusis جے بی بری جلد اول ص ۵۷-۵۸ ۔

2 - فرانسس ڈی زولیوٹا (Zulueta) Studies in Social & Legal History - Oxford مرتبہ پال ونوگریڈوف Vinogradoff ص ۱۰ - ۱۱ ۔

3 - Autopragia ۔

4 - Agai excepti ۔

سرپرستی کو روک نہ سکا ۔ چونکہ اس قانون میں موکلوں کی تشریح یوں کی گئی تھی ۔

لہذا ظاہر ہے کہ ان سے محض وهی کسان مراد نہ لیے گئے ، جو زمین سے وابستہ تھے ، بلکہ تقریباً تمام طبقے شامل کر لیے گئے ۔

شام میں بلدیاتی ، کلیسائی ، نجی اور شاهنشاهی املاک کی یا آٹو پریجی زمینوں کی متناسب تعداد اور رقبہ ذریعہ نہیں ۔ کائٹانی کا رحجان یہ معلوم هوتا ہے کہ بلدیاتی املاک بہت زیادہ تھے ۔ کلیسائی جائیداد بھی خاصی تھی مگر شہنشاهی اور نجی جاگیریں نہ رقبے میں بڑی تھیں اور نہ تعداد میں زیادہ تھیں ۔ یہ رائے اس حقیقت پر مبنی ہے کہ بنو امیہ نے اپنے عہد اقتدار میں لوگوں کو جاگیر میں عطا کیں تو عموماً عراق میں اور کمتر شام میں عطا کیں ۔ یہ جاگیریں صوافی میں سے دی گئی تھیں ، یعنی اُن زمینوں میں سے جنھیں سابق شاهی خاندان کے امراء یا افراد چھوڑ گئے تھے[1]۔

کائٹانی کی رائے سے اختلاف کے وجوہ درج ذیل ھیں :

۱ ۔ بنو امیہ کی خاندانی پالیسی یہ تھی کہ جو زمینیں صوافی کہلاتی تھیں ، وہ ان کے هاتھ میں رهیں ۔

۲ ۔ سیاسی اعتبار سے یہی مطلوب تھا کہ جو عرب حکمران خاندان کے وفادار تھے ، وہ عراق کی جاگیروں پر قابض رهیں ۔

۳ ۔ شام میں ایسی کوئی روایت موجود نہ تھی ، جو ساسانیوں کی پالیسی سے مشابہ هوتی ۔ مدینہ اور مصر

---

1 ۔ کائٹانی جلد پنجم ص ۴۳۸ ۔ ۴۳۹ ۔

کی روایتوں کے متعلق ریکارڈوں میں جو کچھ موجود ہے ، اس سے شاہی جاگیروں کے باب میں ہماری بے خبری نمایاں ہوتی ہے ۔

حقیقت یہ ہے کہ سرسری اندازے کے لیے بھی کوئی بنیاد موجود نہیں ، جس سے زمین کی نوعیت یا آبادی کے مختلف طبقوں کی متناسب تعداد کا اندازہ ہوسکے ۔ مالیۂ زمین کے متعلق جو کچھ بیان کیا جا چکا ہے ، سوال یہ ہے کہ اس کے علاوہ محصول سر بھی موجود تھا ؟ اس مسئلے پر جو نزاع موجود ہے ، اس سے اسلامی جزیے کی نزاع کے اطراف پر دلچسپ روشنی پڑتی ہے ۔

ہر شخص تسلیم کرتا ہے کہ بیزنطینی سلطنت کے ابتدائی زمانے میں جزیہ موجود تھا ۔ آلپیاں[1] کے بیان کے مطابق یہ جزیہ چودہ سال سے پینسٹھ سال کے مردوں اور بارہ سال سے پینسٹھ سال کی عورتوں پر عائد کیا گیا تھا[2]۔ پگانیول[3] اور تھیبالت[4] کہتے ہیں کہ قسطنطین نے محصول سر معاف کر دیا تھا[5] ، لیکن فرڈیننڈ[6] نے ایک دلچسپ بحث میں—— جو اکثر نقادوں کی توجہ سے بچی رہی —— یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ عربوں کی فتح کے وقت محصول سر موجود تھا[7]۔ لوٹ کے دلائل یہ ہیں :

۱ ۔ ڈایو کلیشئن نے ۲۹۰ء کے آس پاس حاکم شام کے نام ایک حکم بھیجا تھا کہ جو کسان شہر کی فصیل سے باہر رہتے ہیں اور محصول سر ، نیز اینونا (Annona) ادا کر چکے ہیں

---

1 - Ulpian مشہور رومی قانوندان ۔
2 - آلپیاں کا مجموعہ قوانین نیز دیکھیے ہارپر (Harper) ۔
3 - Piganiol ۔
4 - Thibault ۔
5 - پگانیول اور تھیبالت کی کتابیں ۔
6 - Ferdinand Lot ۔
7 ۔ لوٹ کی کتاب مطبوعہ پیرس ۱۹۲۸ء ۔

(ضابطۂ جسٹینین XI ۱۰۵۵) ان سے مزید محصول فراہم نہ کیا جائے۔ اگرچہ یہ حکم قسطنطین کے زمانے سے پیشتر کا ہے ، لیکن لوٹ کہتا ہے کہ یہ جسٹینین کے ضوابط میں کیوں شامل رکھا گیا (لوٹ ۱۳-۱۴)۔

۲ ۔ قسطنطین کے ایک قانون کے بموجب شہری عوام کو محصول سر سے مستثنیٰ کر دیا گیا (ضابطۂ تھیوڈوسیس XIII ۲۰۱۰۱، ۱۰ ضابطۂ جسٹینین XI ۹ ۴)۔

۳ - ۳۶۸ء یا ۳۷۰ء کے ایک قانون کے مطابق عوام کی ان عورتوں کو جزیے سے مستثنیٰ کیا گیا ، جنھوں نے شادی نہ کرنے حلف اٹھالیا تھا ، نیز وہ بیوائیں مستثنیٰ کر دی گئیں ، جو دوسری شادی کے قابل نہیں رہی تھیں ۔ اسی طرح بیس سال سے کم عمر کے مردوں اور بے بیاھی عورتوں کو یہ محصول معاف کر دیا گیا (ضابطۂ تھیوڈوسیس XII ۴۰۱) (لوٹ ۱۵)۔

۴ - ۳۷۴ء کے ایک قانون کے مطابق مصوری کے ماھروں کو محصول سر سے مستثنیٰ کر دیا گیا۔ (ضابطۂ تھیوڈوسیس XIII ۴۰۴)۔

۵ ۔ لیکانیٹس کی ایک عبارت میں بتایا گیا ہے کہ محصول سر بچوں ، بوڑھوں ، بیماروں اور اپاھجوں سے ناجائز طریق پر وصول کیا جاتا تھا (Liber de Mortibus Persecutorum 23)۔

۶ - ۲ جون ۳۷۵ء کو ایک قانون انطاکیہ میں جاری کیا گیا تھا ، اس کے مطابق اُن تمام سپاھیوں کو ، جو فوجی حلف اٹھا چکے تھے ، محصول سر معاف کر دیا گیا تھا اور پانچ سال کی خدمت کے بعد ھر سپاھی اپنے باپ ، ماں اور بیوی کو اس محصول سے مستثنیٰ کرا سکتا تھا (ضابطۂ تھیوڈوسیس VII ۷۰۱۳)۔

اس طرح مختلف اوقات اور مختلف مواقع پر شہری عوام ، بے بیاھی عورتیں ، بچے ، بوڑھے اور اپاھج (ضابطۂ تھیوڈوسیس VII ۲۰ءم - لوٹ ص ۲۸ نوٹ نمبر ۲) محصول سر سے مستثنیٰ کیے گئے - لوٹ نے مزید شہادتیں پیش کی ھیں کہ شہروں میں بلدیاتی امراء ، تاجر اور فنکار محصول تجارت اور محصول فنکاری ادا کرتے تھے ، مگر محصول سر نہیں دیتے تھے -

لوٹ کی ان شہادتوں سے ثابت ھوتا ھے کہ چوتھی صدی کے بعد محصول سر مزارعین کے لیے ایک بار بن گیا تھا اور وہ معاشرے کے اسی طبقے تک محدود تھا - نیز اس محصول کے ساتھ ایک مجلسی ذلت وابستہ ھو گئی تھی - غرض لوٹ نے جو کچھ پیش کیا ھے ، وہ میرے نزدیک اس کے دعوے کے ثبوت میں مؤثر شہادت کی حیثیت رکھتا ھے[1] -

ن حقائق کو پیش نظر رکھ کر ھمیں فتح شام کی اسلامی کہانی پر متوجہ ھونا چاھیے ، جس کی ابتد حمص سے ھوتی ھے - قاری پر واضح ھو جائے گا کہ مختلف بیانات کس درجہ متناقض معلوم ھوتے ھیں :

۱- اھل حمص نے حوالگی قبول کی اور ایک لاکھ ستر ھزار دینار دینے منظور کر لیے[2] - (سنزا ابومخنف)

۲- حمص نے ابوعبیدہؓ کے سامنے ھتیار ڈالے - ابوعبیدہؓ نے انھیں جان ، مال ، فصلوں ، کلیساؤں ، کنوؤں کی حفاظت کا یقین دلا دیا ، لیکن سینٹ جان کے گرجے کا ایک حصہ مسجد بنا لینے کا فیصلہ ھو گیا - ابوعبیدہؓ ھی نے ان پر خراج عائد کیا -

---

1 - لوٹ ص ۲۶-۳۰ -

2 - بلاذری ص ۱۳ سطر ۱۲ - ۱۳ ، یعقوبی جلد دوم ص ۱۶۰ سطر ۳-۶ -

دوسرے لوگ کہتے ھیں کہ سمط بن الاسود الکندی فوج کا کمانڈار تھا [1] (سند : الواقدی) ۔

۳ ۔ جب ھرقل فوج جمع کر رھا تھا (جنگ یرموک سے پیشتر) تو مسلمانوں نے خراج کی رقم اھل حمص کو اس بنا پر واپس کر دی کہ وہ شہر کی حفاظت نہیں کر سکتے تھے ۔ اھل شہر بار بار کہتے تھے کہ ھم مسلمانوں کی حکومت کو یونانیوں کی حکومت پر ترجیح دیتے ھیں ۔ یرموک کے بعد اھل حمص نے پھر خراج ادا کر دیا [2] (سند : ابو حفص الدمشقی)

۴ ۔ حمص نے ان ھی شرطوں پر حوالگی قبول کی ، جو شرطیں بعلبک کے سلسلے میں طے ھوئی تھیں[3] (سند : ابو حفص) ۔

۵ ۔ بعلبک ۔ جب ابوعبیدہؓ دمشق کے معاملات سے فارغ ھوئے تو وہ حمص کی طرف بڑھے ۔ راستے میں بعلبک پڑا تو وھاں کے باشندوں نے حفاظت اور حوالگی کی درخواست کی ۔ یہ درخواست منظور کرلی گئی : بسم‌اللہ الرحمن الرحیم . . . یہ حفاظت کا پروانہ ھے، فلاں فلاں ابن فلاں فلاں اور باشندگان بعلبک کے نام ، جن میں یونانی ، ایرانی اور عرب شامل ھیں ، کہ ان کی جانیں ، املاک ، گرجے ، شہر کے اندر اور باھر مکان اور ان کی پن چکیاں محفوظ رھیں گی ۔ یونانیوں کو حق حاصل ھوگا کہ پندرہ میل کے دائرے میں اپنے ریوڑ آزادانہ چرا سکیں ، لیکن وہ کسی شہر میں آباد نہ ھو سکیں گے ۔ جب ربیع اور جمادی الاول کے مہینے گزر جائیں گے تو وہ جہاں چاھیں چلے جائیں ۔ جو لوگ اسلام قبول کر لیں گے ، ان کے حقوق و واجبات وھی ھوں گے ، جو ھمارے ھیں ۔ تاجر ان سر زمینوں میں سے جس مقام پر چاھیں چلے جائیں ، جو حوالگی کی بنا پر ھمارے زیر اقتدار آئی ھیں ، مگر جو لوگ

---

1 ۔ بلاذری ص ۱۳۱ سطر ۶—۹ ۔
2 ۔ ایضاً ص ۱۳۷ سطر ۱۰—۱۹ ۔
3 ۔ ایضاً ص ۱۳۱ سطر ۱۴ ۔

اس طرح مختلف اوقات اور مختلف مواقع پر شہری عوام ، بے بیاہی عورتیں ، بچے ، بوڑھے اور اپاھج (ضابطۂ تھیوڈوسیس VII ۲ء۴ء۰ - لوٹ ص ۲۸ نوٹ نمبر ۲) محصول سر سے مستثنیٰ کیے گئے - لوٹ نے مزید شہادتیں پیش کی ھیں کہ شہروں میں بلدیاتی امراء ، تاجر اور فنکار محصول تجارت اور محصول فنکاری ادا کرتے تھے ، مگر محصول سر نہیں دیتے تھے -

لوٹ کی ان شہادتوں سے ثابت ھوتا ھے کہ چوتھی صدی کے بعد محصول سر مزارعین کے لیے ایک بار بن گیا تھا اور وہ معاشرے کے اسی طبقے تک محدود تھا - نیز اس محصول کے ساتھ ایک مجلسی ذلت وابستہ ھو گئی تھی - غرض لوٹ نے جو کچھ پیش کیا ھے ، وہ میرے نزدیک اس کے دعوے کے ثبوت میں مؤثر شہادت کی حیثیت رکھتا ھے[1] -

ن حقائق کو پیش نظر رکھ کر ھمیں فتح شام کی اسلامی کہانی پر متوجہ ھونا چاھیے ، جس کی ابتد حمص سے ھوتی ھے - قاری پر واضح ھو جائے گا کہ مختلف بیانات کس درجہ متناقض معلوم ھوتے ھیں :

۱- اھل حمص نے حوالگی قبول کی اور ایک لاکھ ستر ھزار دینار دینے منظور کر لیے[2] - (سنزا ابومخنف)

۲- حمص نے ابوعبیدہؓ کے سامنے ھتیار ڈالے - ابوعبیدہؓ نے الھیں جان ، مال ، فصلوں ، کلیساؤں ، کنوؤں کی حفاظت کا یقین دلا دیا ، لیکن سینٹ جان کے گرجے کا ایک حصہ مسجد بنا لینے کا فیصلہ ھو گیا - ابوعبیدہؓ ھی نے ان پر خراج عائد کیا -

---

1 - لوٹ ص ۲۶—۳۰ -

2 - بلاذری ص ۱۳ سطر ۱۲ - ۱۳ ، یعقوبی جلد دوم ص ۱۶۰ سطر ۳—۶ -

دوسرے لوگ کہتے ھیں کہ سمط بن الاسود الکندی فوج کا کمانڈار تھا [1] (سند : الواقدی) ۔

۳ ۔ جب ھرقل فوج جمع کر رھا تھا (جنگ یرموک سے پیشتر) تو مسلمانوں نے خراج کی رقم اھل حمص کو اس بنا پر واپس کر دی کہ وہ شہر کی حفاظت نہیں کر سکتے تھے ۔ اھل شہر بار بار کہتے تھے کہ ھم مسلمانوں کی حکومت کو یونانیوں کی حکومت پر ترجیح دیتے ھیں ۔ یرموک کے بعد اھل حمص نے پھر خراج ادا کر دیا [2] (سند : ابو حفص الدمشقی)

۴ ۔ حمص نے ان ھی شرطوں پر حوالگی قبول کی ، جو شرطیں بعلبک کے سلسلے میں طے ہوئی تھیں [3] (سند : ابو حفص) ۔

۵ ۔ بعلبک ۔ جب ابوعبیدہؓ دمشق کے معاملات سے فارغ ہوئے تو وہ حمص کی طرف بڑھے ۔ راستے میں بعلبک پڑا تو وھاں کے باشندوں نے حفاظت اور حوالگی کی درخواست کی ۔ یہ درخواست منظور کرلی گئی : بسم‌اللہ الرحمن الرحیم . . . یہ حفاظت کا پروانہ ھے، فلاں فلاں ابن فلاں فلاں اور باشندگان بعلبک کے نام ، جن میں یونانی ، ایرانی اور عرب شامل ھیں ، کہ ان کی جانیں ، املاک ، گرجے، شہر کے اندر اور باھر مکان اور ان کی پن چکیاں محفوظ رھیں گی ۔ یونانیوں کو حق حاصل ھوگا کہ پندرہ میل کے دائرے میں اپنے ریوڑ آزادانہ چرا سکیں ، لیکن وہ کسی شہر میں آباد نہ ھو سکیں گے ۔ جب ربیع اور جمادی الاول کے مہینے گزر جائیں گے تو وہ جہاں چاھیں چلے جائیں ۔ جو لوگ اسلام قبول کر لیں گے ، ان کے حقوق و واجبات وھی ھوں گے ، جو ھمارے ھیں ۔ تاجر ان سر زمینوں میں سے جس مقام پر چاھیں چلے جائیں ، جو حوالگی کی بنا پر ھمارے زیر اقتدار آئی ھیں ، مگر جو لوگ

---

1 ۔ بلاذری ص ۱۳۱ سطر ۶—۹ ۔
2 ۔ ایضاً ص ۱۳۷ سطر ۱۰—۱۹ ۔
3 ۔ ایضاً ص ۱۳۱ سطر ۱۴ ۔

اپنے مذہب پر قائم رہیں گے انہیں جزیہ اور خراج دینا پڑے گا ۔ اس پر خدا گواہ ہے اور خدا کی گواہی کفایت کرتی ہے[1] "۔

۶ ۔ اہل حمص نے ان ہی شرطوں پر حوالگی قبول کی ، جو معاہدہ دمشق میں طے ہو چکی تھیں[2]۔

۷ ۔ اہل حمص میں سے بعض نے ان ہی شرطوں پر صلح کر لی ، جو اہل دمشق نے قبول کی تھیں ، یعنی انہوں نے فی کس ایک دینار اور فی جریب غلہ دینا منظور کر لیا ، خواہ یہ دینا سہل تھا یا مشکل (یعنی خواہ فصل اچھی ہو یا نہ ہو) دوسرے لوگوں نے یہ شرط مانی کہ وہ پیداوار میں سے ایک حصہ دیں گے ، یعنی جب فصل اچھی ہوگی ، وہ غلے کی زیادہ مقدار حوالے کریں گے اور جب فصل اچھی نہ ہوگی ، ان کی مقدار تناسب کے مطابق گھٹ جائے گی ۔ یہی شرط دمشق اور آردن (صوبۂ آردن) میں طے ہوئی تھی بعض نے اچھی یا بری فصل کی صورت میں ایک مقدار اپنے ذمے لے لی ۔ بعض نے پیداوار کے مطابق غلہ دینا منظور کر لیا[3] (سند : سیف بن عمر) ۔

تاہم یہ سات بہ ظاہر متناقض بیانات تاریخی ترتیب میں رکھ لیے جائیں تو تناقض باقی نہیں رہتا ۔ حمص کی پہلی مہم فتح دمشق سے پیشتر کا واقعہ ہے ۔ اس مہم کا قائد سمط بن الاسود کندی تھا ، ابو عبیدہ‌رض نہ تھے ' جیسا کہ نمبر۲ میں غلطی سے بیان کیا گیا ہے ۔ سمط بن الاسود کو روپے کی ضرورت تھی ۔ اہل حمص حفاظت کے خواہاں تھے ۔ چنانچہ انہوں نے حفاظت کی ضمانت لے لی اور ایک لاکھ ستر ہزار دینار بطور خراج دے دیے ۔ نمبر ۱ اور نمبر ۲ کے بیانات کا تعلق اسی معاہدے سے ہے ۔ یہ صورت حال سواد میں حیرا کی پہلی حوالگی

1 ۔ بلاذری ص ۱۲۹ - ۱۳۰ ۔
2 ۔ یوٹی کیوس (Eutychius) ص ۱۶ سطر ۲ ، کاشانی جلد سوم ص ۴۳۶ ۔
3 ۔ طبری جلد اول ص ۲۳۹۲ سطر ۸-۱۲ ۔

سے مشابہ تھی۔ دمشق کی پہلی حوالگی کے بعد حمص پر دوسری مرتبہ قبضہ ہوا تو غالباً اسی پہلے معاھدے کی تجدید ہوئی ۔

جب ھرقل بھاری فوج لے کر بڑھا تو عربوں کو حمص سے پیچھے ھٹنا پڑا اور نمبر ۳ کے مطابق انھوں نے خراج اس لیے واپس کر دیا کہ وہ اھل شہر کی حفاظت نہیں کر سکتے تھے۔ بیکر اس کہانی کو غلط قرار دیتا ھے اور وجہ یہ پیش کرتا ھے کہ اس وقت تک عربوں کو خراج اور حفاظت کے درمیان تعلق کی سمجھ ھی نہیں آئی تھی۔ کائتانی بہ حیثیت عموعی بیکر سے متفق ھے ؛ اگرچہ یہ بھی کہتا ھے کہ جب تک یونانی شام پر قابض تھے عربوں کا خراج وصول کرنا قرین قیاس نہیں[1] ۔ چونکہ معلوم ھے رسول اللہ ؐ خراج اور حفاظت کو باھم متعلق سمجھتے تھے اور چونکہ قرآن مجید میں مومنوں کو ھدایت کی گئی ھے کہ منکروں سے اداء خراج تک جنگ کریں،[2] لہذا اس سلسلے میں بار ثبوت بیکر اور کائتانی پر ھے۔ یعنی انھیں محض خیال آرائی کے بجائے اپنے موقف کے ثبوت میں کوئی مثبت شہادت پیش کرنی چاھیے ۔ مزید بر آں فتح شام میں سہولت اس بنا پر پیدا ہوئی تھی کہ سامی آبادی یونانی اقتدار[3] کی دشمن تھی، اس لیے

---

1 ۔ کائتانی جلد سوم ص ۳۲۳ ۔

2 ۔ (مترجم) اس کا مطلب یہ نہیں کہ جہاں کوئی منکر نظر آئے ، اس سے جنگ شروع کر دیں ۔ مطلب صرف یہ ھے کہ جو منکرین جنگ پر آمادہ ھوں اور ان سے سمجھوتے کی کوئی اور صورت نہ بن سکے ، ان کے خلاف جنگ کی جائے ، یہاں تک کہ وہ جزیہ دینا قبول کر لیں یعنی تابع ھو جائیں ۔

3 ۔ (مترجم) یہ بیان حقیقت پر مبنی نہیں ، عراق عرب اور شام دونوں میں عربوں کی آبادیاں موجود تھیں اور وہ سب سامی تھے، مگر تمام سامی نہ ایرانیوں اور رومیوں کے دشمن تھے اور نہ عربوں کے ھوا خواہ۔ انھوں نے با قاعدہ لڑائیاں کیں اور جبلہ بن الایہم کا واقعہ کسی سے مخفی نہیں، جو عرب ہونے کا دعویدار تھا ، مگر عربوں کی حکومت پر راضی نہ ہوا ۔

اغلب یہی ھے کہ اھل حمص نے یونانی حکومت بجائے عرب حکومت کو ترجیح دی ھو ۔ سب سے آخر میں خراج کی واپسی کا جو سیاسی اثر پڑا ھوگا ، اس سے عربوں کے مقصد کو بڑی مدد ملی ھوگی اور فاتحین (عربوں) کو آغاز مہم میں (حضرت) عمرؓ کی طرف سے دیہی آبادی سے سلوک کے متعلق واضح ھدایات مل چکی تھیں[1] لہذا زیر بحث روایت غیر اغلب نہیں قرار دی جاسکتی اور اس کی توثیق شام کی ایک ایسی تاریخ سے ھوتی ھے ، جس کے مصنف کا نام معلوم نہیں کہ اس زمانے میں جنگ یرموک سے پیشتر دمشق کا خراج بھی واپس کیا گیا تھا[2] ۔

جنگ یرموک کے بعد حمص پر تیسری مرتبہ قبضہ ھوا تو آخری معاھدہ کیا گیا ۔ ھمیں اس معاھدے کی دفعات کا علم نہیں ، صرف اتنا بتایا گیا ھے کہ اس کی شرطیں وھی تھیں ، جو بعلبک اور دمشق کے معاھدوں میں طے ھو چکی تھیں اور ان کی طرف نمبر ۵ اور نمبر ۷ میں اشارہ کیا گیا ھے، لیکن نمبر ۵ میں عام بیان کردہ تحفظات کے علاوہ خراج کے بجائے خراج اور جزیے کے لفظ استعمال کیے گئے ھیں ۔ کائٹانی نے حسب توقع زمین کے خراج اور جزیے کا تصور رد کر دیا ھے ، البتہ وہ باقی کہانی کو درست سمجھتا ھے ، کیونکہ اس میں ضمناً یونانیوں کے ریوڑوں کا ذکر ھے ۔ دمشق دسمبر ۶۳۶ء میں فتح ھوا اور اس سے کچھ ھی عرصے بعد بعلبک بھی فتح ھو گیا ھوگا ۔ یہ موسم ریوڑ باھر لے جانے کے لیے سازگار نہ تھا ، اسی وجہ سے یونانیوں کو جون ۶۳۷ء تک مہلت دے دی گئی[3] ۔ یہ توضیح غالباً درست ھے ۔

---

1 - ایم ۔ جے دا ہونجے کی فرانسیسی کتاب ص ۱۳-۱۵ ۔

2 ۔ اس تاریخ کا حوالہ جس کے مصنف کا نام معلوم نہیں ص ۱۹۵ ۔

3 ۔ کائٹانی جلد سوم ص ۴۳۵ ۔

شام کے متعلق آخری تصفیے کی کلید نمبر ۷ میں ملتی ہے، یعنی سیف بن عمر کے بیان میں جس سے واضح ہوتا ہے کہ شام کے تعلق میں دو طریقے استعمال کیے گئے ایک دینار فی کس نیز فی جریب غلے کی ایک مقررہ مقدار اور فصل پر متناسب محصول اگرچہ زیر بحث سند ولہاؤزن اور بیکر کے لیے عموماً قابل قبول نہیں، لیکن اس موقع پر بیکر نے سیف بن عمر کی روایت قبول کر لی ہے اور وہ کہتا ہے کہ عربوں نے بیزنطینی نظام قائم رکھا، جس کے مطابق حکومت کی اراضی اور آٹو پریجی جاگیریں فصل کے مطابق جنس دیتی تھیں اور بلدیاتی زمینوں سے مقررہ محصول لیا جاتا تھا [1] اس سلسلے میں بیکر کا فیصلہ قابل قبول ہے ۔ ایک دینار فی کس کے مقررہ محصول کی مثالیں انطاکیہ[2] ، دمشق[3] قنسرین[4]، حلب اور منبج[5] میں ملتی ھیں ۔ لاذقیہ کا معاملہ سب سے الگ تھلگ ہے ۔ وھاں ایک خراج مقررکر لیا گیا ، جو گھٹایا یا بڑھایا نہیں جا سکتا تھا[6]۔ معاھدوں کی یکسانی سے کاٹانی کو یہ خیال کرنے کا موقع ملا کہ غالباً خلیفہ عمرؓ کی طرف سے عام ھدایات جاری ھو چکی تھیں، جن کا مفاد یہ تھا ۔

۱ ۔ لوگوں کے لیے ضروری ہے کہ عربوں کی حکومت تسلیم کریں ۔

۲ ۔ جو محصول پہلے دیتے تھے دیتے رھیں ۔

۳ ۔ تشخیص کے جو قاعدے پہلے سے مقرر تھے، جاری رکھے جائیں ۔

---

1 ۔ کاٹانی جلد سوم ص ۴۳۹ ۔
2 ۔ بلاذری ص ۱۴۷ سطر ۷-۱۲ ۔
3 ۔ ایضاً ص ۱۲۴ سطر ۱۸-۲۰ ۔
4 ۔ ایضاً ص ۱۴۴ سطر ۱۷-۱۹ ۔
5 ۔ یعقوبی جلد دوم ص ۱۶۱ سطر ۷-۹ ۔
6 ۔ بلاذری ص ۱۳۳ سطر ۴-۵ ۔

۴ - جان ، مذہب اور املاک کی حفاظت کا یقین دلایا جائے ۔

۵ - جو لوگ ملک چھوڑ جانا چاہیں، انہیں اجازت دے دی جائے[1]۔

کاٹتانی کے لیے (حضرت) عمرؓ کے متعلق معاملات کے سلسلے میں ابتدا کا اعزاز اس حد تک تسلیم کر لینا غیر معمولی ہے ، لیکن اس حقیقت میں کوئی شبہہ نہیں کہ خلیفہ نے خاص ہدایات جاری کی تھیں اور یہ احکام نمبر ۱ ' نمبر ۴ اور نمبر ۵ میں بالکل واضح نظر آتے ہیں ' البتہ نمبر ۲ اور نمبر ۳ کو شامل کر لینا یقینی نہیں ۔

حمص کے معاملے کی طرح دمشق میں بھی دو مرتبہ حوالگی ہوئی اور دو ہی مرتبہ معاہدے ہوئے ۔ پہلی مرتبہ صرف اداء خراج کا انتظام ہوا[2]، دوسری مرتبہ ایک دینار فی کس کی شرح قائم کر دی گئی[3] ۔

ان معاہدوں میں عربوں نے بلدیات سے فائدہ اٹھایا اور وہ اسی طرح جمع محاصل کی کارندہ بنی رہیں ، جس طرح یونانیوں کے زمانے میں تھیں ۔ سوال یہ ہے کہ کیا انہوں نے فی اکائی بالمقطع محصول مقرر کر دیا تھا ؟ یہ نظریہ خاصا جاذب معلوم ہوتا ہے کہ عربوں نے ایک دینار فی کس کے محصول کی طرح ایک دینار فی اکائی کی شرح بھی قائم کر دی ۔ یہ سلسلہ شہنشاہ نے سالانہ قائم کر دیا تھا اور اکائی اس زمین کو قرار دیا جاتا تھا ، جو ایک آدمی کاشت کر سکتا تھا ۔ بد قسمتی سے اس نظریے کی تائید کے لیے براہ راست کوئی شہادت موجود نہیں اور اس متفقہ بیان کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ یہ محصول افراد پر

---

1 ۔ کاٹتانی جلد سوم ص ۸۰۹-۸۱۰ ۔
2 ۔ بلاذری ص ۱۲۱ سطر ۹-۱۳ ۔
3 ۔ ایضاً ص ۱۲۴ سطر ۱۸-۲۰ ۔

عائد تھا۔ خود بلدیات بھی یہی چاہتی ہوں گی کہ سابقہ قاعدے سے آزاد ہو جائیں، جس کی پیچیدگیاں فاتحین کے تصور سے باہر تھیں۔ یہ اصول زیادہ آسانی سے سمجھ میں آ سکتا تھا کہ آبادی کے ہر بالغ مرد سے سالانہ ایک مقررہ رقم لے لی جائے اور اس پر عمل بھی بہت سہل تھا۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ جزیرہ میں بھی اسی اصول پر عمل ہوا تھا اور آئندہ معلوم ہوگا کہ مصر میں بھی یہی اصول جاری کیا گیا تھا۔ پرانا یونانی انتظامی ڈھانچہ ترک کر دیا گیا اور اس کی جگہ اعلیٰ پیمانے کا مرکزیت مآب انتظامی ڈھانچہ اختیار کر لیا گیا، جس میں نظم و نسق یکساں تھا، محصول وہی پرانے تھے، یعنی مالیہ اراضی جزیہ، محصول گندم اور غیر معمولی محصول۔ یہ بر قرار رکھے گئے، البتہ تشخص و فراہمی کا طریقہ بہت اصلاح پا گیا۔ جب عربوں نے مصر میں یونانیوں کا ڈھانچا جوں کا توں نہ رکھا تو یہ تسلیم کرنا مشکل ہوگا کہ انہوں نے شام میں اسے ضرور قائم رکھا ہوگا۔ پھر متعدد بیانات سے ثابت ہوتا ہے کہ مشرقی صوبوں میں ایرانی نظام جوں کا توں قائم رہا، لیکن شام کے تعلق میں ایسا کوئی بیان نہیں ملتا۔ جس شامی تاریخ کے مصنف کا علم نہیں ہو سکا، اس میں اس کے خلاف بیان ملتا ہے: یعنی خلیفہ نے قائدین افواج کو حکم دے دیا تھا کہ وہ مفتوحہ شہریوں سے صلح کر لیں۔ وہ اپنے قوانین کے مطابق زندگی بسر کریں، اپنے دستور کے مطابق رہیں جس پر وہ پہلے سے عمل پیرا تھے اور خراج کا مطلب وہی قرار دیا جائے گا جو ان کے مختلف مدارج میں مروج ہے۔[1]

اغلب یہی معلوم ہوتا ہے کہ زمین کی اکائی پر محصول مسلمانوں کی فتح کے ساتھ ہی ختم ہوگیا اور بلدیاتی کار کن اس کے بدلے میں زمین کی مقدار اور نفوس کی تعداد کے مطابق

---

1 - تاریخ، جس کے مصنف کا نام معلوم نہیں۔

روپیہ فراہم کرتے تھے ۔ باقی رہیں سرکاری زمینیں اور جاگیریں تو ان کے متعلق مندرجہ ذیل معلومات مہیا ہوئی ہیں :

۱ ۔ سابق حکمران خاندان کی زمینیں جاگیروں میں دے دی گئیں[1]

۲ ۔ جن زمینوں کو سابق مالک چھوڑ گئے تھے ، وہ بھی جاگیروں میں تقسیم ہوگئیں اور قرار پایا کہ مسلمان گورنر کی منظوری حاصل کرکے موات یعنی بنجر یا سابقہ غیر مزروعہ زمینیں حاصل کر سکتے ہیں[2]۔

۳ ۔ (حضرت) عثمانؓ کی خلافت کے زمانے میں معاویہؓ نے ساحل کے ساتھ ساتھ اور بڑی بڑی بندرگاہوں میں مستحکم چھاؤنیاں قائم کیں ۔ ان چھاؤنیوں کے فوجیوں کے گزارے اور مستقل قیام کی غرض سے سابق مالکوں کی چھوڑی ہوئی زمینیں دے دی گئیں[3] ۔

ان حوالوں سے ظاہر ہے کہ عربوں نے سرکاری زمینیں اور وہ نجی جاگیریں سنبھال لی تھیں ، جن کے مالک زندہ نہیں رہے تھے ۔ اور ان کے متعلق بلدیاتی زمینوں سے جداگانہ برتاؤ ہوا ۔ ان میں سے بہت سی زمینیں جاگیرات میں دے دی گئیں لیکن تمام جاگیرات میں نہیں گئی تھیں کیونکہ اموی حکمران بعد میں بھی ان ہی زمینوں سے جاگیریں دیتے رہے[4] ۔

تمام سرکاری زمینیں ــــ جو محاصل کی غرض سے شہروں کے ساتھ وابستہ نہیں تھیں یا جو جاگیروں میں نہیں دی گئی

---

1 - طبری جلد اول ص ۲۳۹۲ سطر ۲ ۔

2 ۔ بلاذری ص ۱۵۲ سطر ۱۳-۱۵ ۔

3 - ایضاً ۱۲۶ سطر ۱۸ ، ص ۱۲۷ سطر ۳ ، ص ۱۲۸ سطر ۷-۱۲ ، ص ۱۳۳ سطر ۲۰ ، ص ۱۳۳ سطر ۳ ، ص ۱۳۸ سطر ۱-۵ ۔

4 ۔ بلاذری ص ۱۳۸ بعد ۔

تھیں ـــ خراجی زمینیں قرار پائیں اور حکومت کی ملکیت بن گئیں ـ حکومت ان سے متناسب خراج لیتی تھی ـ یونانی حکومت کسانوں سے فی کس محصول سر وصول کرتی تھی ، لہذا طبعاً فرض کیا جا سکتا ھے کہ یہ محصول عربوں کو بھی ادا ھوتا رھا ـ نیز نطینی نظام میں پہلی تبدیلی اُس وقت ھوئی ، جب (حضرت) عمرؓ نے جزیے کو معاشرے کے تمام طبقوں میں جاری کرنا چاھا ، جیسا کہ سواد میں کیا گیا تھا ـ وھاں ''دھاقین'' اور دوسرے سرکاری افسر ساسانیوں کے زمانے میں اس محصول سے مستثنیٰ تھے ، لیکن انھیں ادا کرنے پر مجبور کر دیا گیا ـ میکائیل شامی کا بیان ھے کہ (حضرت) عمرؓ نے فی کس محصول سر کے سلسلے میں مردم شماری کا حکم دیا تھا ، چنانچہ پوری سلطنت میں مردم شماری ھوئی اور مسیحیوں پر ۶۳۹ءـــ۶۴۰ء میں جزیہ عائد کر دیا گیا ـ [1] تھیو فینز کا بیان ھے کہ ھرقل کی حکومت کے تیسویں سال (حضرت) عمرؓ نے زمینوں ، آدمیوں ، جانورں اور کھجور کے درختوں کا حساب کرایا تھا[2]

غسانی بادشاہ جبلہ بن‌الایھم کے متعلق ایک دلچسپ کہانی بیان کی گئی ھے ـ اس کہانی کے متعلق تین روائیتیں باھم مختلف ھیں ، لیکن اس امر پر سب متفق ھیں کہ (حضرت) عمرؓ نے بادشاہ سے جزیے کا مطالبہ کیا اور اس نے جزیہ دینے سے انکار کر دیا ـ یعقوبی بتاتا ھے کہ جبلہ جنگ یرموک کے بعد وطن چھوڑ کر بھاگ گیا ـ تھوڑی مدت بعد اسے ایک پیغام ملا کہ اس زمین پر خراج اور خود اس پر جزیہ لگایا جائے گا ـ جبلہ نے زمین پر خراج ادا کرنے سے انکار نہیں کیا تھا ، لیکن وہ جزیہ دینے کے لیے تیار تھا اور کہتا تھا کہ جزیہ تو صرف کسانوں

---

1 - میکائیل شامی جلد دوم ص ۴۲۶ ـ

2 ـ تھیو فینز (Theophanes) ص ۵۵۲ ـ

(الوج) سے لیا جاتا ہے اور میں عرب ہوں[1] ۔ یہ کہانی اس وجہ سے حد درجہ دلچسپ بن جاتی ہے کہ اس سے لوٹ کے پیش کردہ نظریے کی تائید ہوتی ہے یعنی صرف دیہاتی کسان یونانی حکومت میں محصول سر ادا کرتے تھے اور اس محصول کو عموماً ذلت کا نشان سمجھا جاتا تھا ۔ غسانی بادشاہ نے یونانیوں کو محصول سر ادا نہیں کیا تھا ۔ وہ غصے اور شرم کے مارے ملک چھوڑ کر بھاگ گیا اور عربوں کو جزیہ دینے پر آمادہ نہ ہوا ۔

(حضرت) عمرؓ نے مردم شماری کے علاوہ زمین ، جانوروں اور کھجور کے درختوں کا جو حساب کرایا تھا ، اس کے متعلق ایک روایت ہے کہ جب شام میں ایک دینار فی کس جزیہ تھا تو (حضرت) عمرؓ نے اسے تبدیل کر کے درجہ بندی کر دی ، یعنی دولت مندوں سے چار دینار فی کس لیے جائیں ۔ طبقۂ اوسط اور غربا کے سلسلے میں محصول گھٹا دیا جائے ۔ یوں یونانی ، سریانی اور عربی مصادر سے شہادت ملتی ہے کہ (حضرت) عمرؓ نے مردم شماری کرائی اور جزیہ تمام غیر مسلموں پر عائد کر دیا[2] ۔

(حضرت) عمرؓ نے جو کچھ کیا ، اس کے متعلق ایک مشکل پیش آتی ہے اور وہ میکائیل شامی کا دوسرا بیان ہے : رومی حکومت کے حساب سے ۹۵۰ء میں کانسٹنس کی حکومت کے حساب سے ۲۷ میں ، معاویہؓ کی حکومت کے حساب سے ۹ اور عربوں کی حکومت کے حساب سے ۳۵ میں ۔ ابوالاعور نے شام میں خراج کی غرض سے مسیحی کسانوں کی مردم شماری کی'' ۔ گویا اس وقت تک مسیحی کسانوں نے عربوں کی سلطنت کے ماتحت خراج ادا نہیں کیا تھا[3] ۔ میکائیل

1 ۔ یعقوبی جلد دوم سطر ۱۰-۱۴ ، دوسری روایات کے لیے دیکھیے بلاذری صفحہ ۱۳٦ سطر ۵-۹ ، ۱۰-۱۴ ۔
2 ۔ بلاذری ص ۱۲۴ سطر ۱۳-۱۸ ۔
3 ۔ میکائیل شامی جلد دوم ص ۴۵۰ ۔

نے خراج کے لیے سریانی لفظ ''مداثا'' (Madatha) استعمال کیا ھے[1] - تاریخوں کا حساب خاصا پریشان کن ھے - اگر یونانی حکومت کے حساب سے ۹۸۰ء کو لیا جائے تو یہ یزید اول کی حکومت کا پہلا سال بنتا ھے اور معاویہؓ کی حکومت کا نواں سال ۵۰ھ ھوگا نہ کہ ۵۴ھ- یہ فرض کر لینا کہ اس وقت تک کسانوں نے کوئی خراج ادا نہیں کیا تھا' سراسر مضحکہ خیز ھے اور جزیے کے متعلق میکائیل شامی کے ابتدائی بیان سے صریح متناقض ھے - اس مسخ شدہ عبارت کی ایک ھی ممکن توجیہہ ھے اور وہ یہ کہ معاویہؓ کی اصلاح تک جاگیروں پر کسانوں کے محصول مالکان جاگیر ادا کرتے تھے - وھی رقم فراھم کرنے کے ذمہ دار تھے - معاویہؓ نے سلطنت کے انتظامات میں جو عام تبدیلیاں کیں' ان کے بعد یہ عمل جاری ھو گیا کہ کسان تمام محصول براہ راست ادا کریں اور مالکان اراضی کا واسطہ نہ رھے -

قاری نے محسوس کر لیا ھوگا کہ شام میں مالیے کا نظام زیادہ تر جزیرہ کے نظام سے مشابہ تھا اور گزشتہ باب کے آخر میں قبول اسلام کے متعلق جو کچھ لکھا گیا تھا' اس کا اطلاق شام پر بھی ھوا' لہذا اس کے اعادے کی ضرورت نہیں - (حضرت) عمرؓ بن عبدالعزیز نے جو اصلاحات کیں اور بعد میں جو رد و بدل ھوا' ان کا ذکر آخری باب میں آئے گا - البتہ مصر کی طرف متوجہ ھونے سے پیشتر یہ بتا دینا ضروری ھے ـــــ جیسا کہ (حضرت) عمرؓ کے میثاق میں مذکور ھے' جیسے ٹرٹن[2] جعلی قرار دیتا ھے[3] ـــ کہ یروشلم کی ھوا لگی عمل میں آئی - (حضرت) عمرؓ خود وھاں گئے - بطریق

---

1 - میکائیل شامی ص ۵۴۶ سطر ٦ -

2 - Tritten -

3 - ٹرٹن کی کتاب (The Caliphs and Their Non Muslim Subjects) پہلا باب -

سفرو نیوس[1] سے معاھدہ ھوا' جس کی توثیق مسیحی اور اسلامی مصادر سے ھوتی ھے ۔ مسئلہ صرف یہ ھے کہ حوالگی کی شرطیں کیا تھیں ۔ بلاذری کا بیان ھے کہ یروشلم کے لیے وھی شرطیں منظور ھوئیں' جو شام کے دوسرے شہروں کے لیے منظور ھو چکی تھیں[2] ۔ یعقوبی کا بیان ھے کہ ان شرطوں کے مطابق لوگوں کو جان' مال اور گرجوں کی حفاظت کا یقین دلایا گیا تھا[3] یوٹیکیئس[4] کا بیان بھی یہی ھے[5] ۔ میکائیل شامی کہتا ھے کہ ایک معاھدہ گفت و شنید سے قرار پایا تھا' مگر اس کی صرف ایک شرط کا ذکر کرتا ھے اور وہ یہ کہ یہودیوں کو یروشلم میں رھنے کی ممانعت کر دی گئی تھی[6] ۔ تھیو فینز کا بیان ھے کہ سفرو نیوس نے پورے فلسطین کے لیے حفاظت کا عہد لے لیا تھا[7] ۔ طبری نے سیف بن عمر کی روایت کے مطابق اس معاھدے کا مفصل ذکر کیا ھے ۔ اس کی شرطیں یہ تھیں :

۱ ۔ جان' مال' گرجوں' صلیبوں اور مسیحی مذھب سے متعلق تمام چیزوں کی حفاظت کا وعدہ ۔

۲ ۔ گرجوں کو نہ مکانوں میں تبدیل کیا جائے گا' نہ ڈھایا جائے گا اور نہ گرجوں کی زمینیں' صلیبیں یا دوسرے املاک ضبط کیے جائیں گے ۔

۳ ۔ کسی کو مذھب کی بنا پر کوئی آزار نہ پہنچایا جائے گا ۔

---

1 - Sophronius -
2 ۔ بلاذری ص ۱۳۸ ۔
3 ۔ یعقوبی جلد دوم ص ۱٦۷ سطر ۱٦—۱۹ ۔
4 - Eutychius -
5 ۔ یوٹیکس کی کتاب ص ۱٦ ۔
6 ۔ میکائیل شامی جلد دوم ص ۴۲۵ ۔
7 ۔ تھیو فینز ص ۵۱۹ ۔

۴ - یہودی یروشلم میں نہ رہیں -

۵ - لوگ دوسرے شہروں کی طرح جزیہ ادا کریں -

۶ - یونانی چاہیں تو حفاظت نامے کے مطابق شہر چھوڑ جائیں -

۷ - جو یونانی شہر میں رہنا چاہیں، وہ دوسروں کی طرح محاصل ادا کریں -

۸ - مقامی باشندے بھی چاہیں تو یونانیوں کے ساتھ چلے جائیں -

۹ - فصل کٹنے تک محاصل کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا[1] -

اس میثاق یا صلح نامے کی دوسری روایتیں بھی ہو سکتی ہیں، جن میں مسیحیوں کے لباس، گھنٹے بجانے، تعطیلات منانے وغیرہ کے متعلق تفصیلات بیان کی گئی ہیں اور بعد میں اور چیزوں کا بھی اضافہ ہو گیا، مگر کوئی معقول وجہ سمجھ میں نہیں آتی کہ اس بیان کو کیوں ہر اعتبار سے درست نہ مانا جائے؟ اس میں ان ہی معاملات کا ذکر ہے، جو دمشق کے معاہدے (بلاذری ص ۱۲۱)، بعلبک کے معاہدے (بلاذری ص ۱۳۰) رقہ کے معاہدے (بلاذری ص ۱۷۳) اور الرہا کے معاہدے (بلاذری ص ۱۷۴) میں آ چکے ہیں - یہ شرطیں ویسی ہی ہیں، جو یوحنا میکوی نے سکندریہ کے متعلق بیان کیں[2] اور سب انھیں قبول کرتے ہیں - فرق صرف اتنا ہے کہ سکندریہ میں

---

1 - طبری جلد اول ص ۲۴۰۵—۲۴۰۶ -
2 - چارلس کی کتاب (John of Nikin) ص ۱۹۳—۱۹۵ -

یہودیوں کو رهنے کی اجازت مل گئی تھی[1] -

شرطوں میں ٹھیک ان هی حفاظتوں کا ذکر کیا گیا هے، جن کا طلبگار یروشلم کا بطریق هو سکتا تھا اور (حضرت) عمرؓ کے لیے ان شرطوں کے منظور کرنے سے انکار کی کوئی وجه نه تھی - غرض هم (حضرت) عمرؓ کے صلحنامے کو اسی صورت میں درست تسلیم کرتے هیں، جس صورت میں یه طبری جلد اول (ص ۲۴۰۵-۲۴۰۶) میں بیان هوا هے -

---

1 - (مترجم) یہودیوں کو یروشلم سے نکالنے کی وجه یه تھی که وهاں کی مسیحی اکثریت کو ان کے اخراج پر اصرار تھا اور تھوڑی سی آبادی کے لیے بہت بڑی آبادی کی دلداری نظر انداز نہیں کی جا سکتی تھی - اب معلوم هوتا هے که یہودیوں کا اخراج ایک بہت بڑی مصلحت پر مبنی تھا - جس کی حقیقی حیثیت آج سمجھ میں آتی هے که یہودی فلسطین پہنچتے هی پوری عرب دنیا کے لیے گونا گوں تشویشات کا سامان بن گئے اور مشرق اوسط کا امن خطرے میں پڑ گیا -

پانچواں باب

مصر

مصر کے نظام محاصل سے متعلق ہمارے پاس بہت زیادہ شہادتیں موجود ہیں کیونکہ پیپری میں معلومات کا بیش قیمت ذخیرہ محفوظ رہا ۔ عربی سلطنت کے کسی دوسرے حصے کے لیے اتنی شہادتیں نہیں ملتیں ، لیکن ان تمام شہادتوں کو اطمینان بخش طریق پر ترتیب دے لینا سہل نہیں ۔ اس سے واضح ہو سکتا ہے کہ اصل معاملہ کتنا پیچیدہ ہے ۔ ایک قابل ذکر امر یہ ہے کہ پیپری کا بیشتر حصہ مصر بالا سے ملا ۔ ڈیلٹا کے متعلق بہت کم چیزیں میسر آ سکیں اور سکندریہ جیسے مشہور شہر کے بارے میں پیپری سے کوئی بھی اطلاع حاصل نہ ہوئی ۔

فتح مصر کے وقت وہاں جو انتظامی ڈھانچا رائج تھا ، وہ جسٹینین کے زمانے سے شروع ہوا تھا ۔ جسٹینین نے ملک کو پانچ صوبوں میں تقسیم کر دیا تھا مصر ، لیبیا ، فیبائی ، آگسٹم نیکا اور آرکیڈیا[1] ۔ ہر صوبے پر ایک افسر حکمران تھا ، جسے " ڈیوک کہتے تھے ۔ اسے فوجی اور ملکی دونوں اختیار حاصل ہوتے تھے ۔ پھر صوبے چھوٹے حصوں میں منقسم تھے ۔ ان حصوں کو " اپارکی[2] " کہتے تھے اور اس کے افسر کو پریسس[3] ۔ پھر

---

1 - Arcadia (مترجم) قدیم اٹلسوں سے واضح ہوتا ہے کہ آرکیڈیا مصر بالا کے اس علاقے کا نام تھا ، جو دریائے نیل کے مشرق میں حبشہ سے ملا ہوا واقع تھا ۔ آگسٹم نیکا کے متعلق اب تک کچھ پتا نہیں چل سکا ۔ تھبائڈ (Thebaid) اس علاقے کو کہتے تھے ، جو عموماً مصر بالا کہلاتا تھا ، کیونکہ اس کا دارالحکومت تھبز تھا ۔ ظاہر ہے کہ اس میں مصر سے مراد مصر زیریں یعنی ڈیلٹا کا علاقہ ہے ۔

2 - Eparchy ۔

3 - Praeses یعنی اپارکیوں کے حاکم ۔

اپارکیاں مزید اجزاء میں منقسم تھیں، جن میں بلدیات براہ راست محاصل ادا کرنے والی جاگیریں اور وہ جاگیریں بھی شامل تھیں جنھیں پیگارکی[1] کہتے تھے[2] ۔ شام کی طرح یہاں بھی شاھنشاھی حکومت کا ارادہ یہ تھا کہ بلدیات اور اُن سے ملحقہ و متعلقہ علاقوں کو جمع محاصل کے لیے مقامی حکومت کی بنیادی اکائی بنا دیا جائے[3] ۔ بلدیات کے امراء میں کارکن، بڑے بڑے زمیندار، مذھبی پیشوا اور ممتاز افراد شامل تھے ۔ یہی لوگ مالیات کے مقتدر ترین افسر کا انتخاب کرتے[4] ۔ جو چھوٹے چھوٹے گاؤں شہروں سے متعلق تھے، وہ شہری نظام ھی میں داخل سمجھے جاتے تھے ۔ خود دیہات کی عنان اقتدار ممتاز لوگوں کے ھاتھ میں تھی[5] ۔

شام کی طرح مصر میں بھی بلدیات کی اھمیت سرپرستی کی توسیع نے کمزور کر دی ۔ نتیجہ یہ ھوا کہ بڑی بڑی جاگیریں قائم ھو گئیں، جو بلدیاتی کونسلروں کے واسطے سے بے تعلق ھو کر براہ راست محاصل حکومت کے خزانے میں داخل کرتی تھیں ۔ بہت سے قانون جاری ھوئے، مثلاً پورے دیہات نجی جاگیروں میں منتقل ھونے کی ممانعت ۔ اس طرح شہنشاھی حکومت نے سرپرستی کی افزائش کو ایک قاعدے میں لانا چاھا، مگر کامیابی نہ ھوئی[6] ۔ اس قانون کے راستے میں سب سے بڑی مشکل یہ

---

1 - Pagarchy -
2 - جرمن روئیلارد کی فرانسیسی کتاب ص ۳۳ -
3 - آلرچ ولکن اور ایلی میٹس کی جرمن کتاب جلد اول ۷۸-۹ء نیز میتھیاس جیلزر کی جرمن کتاب ص ۶۵ -
4 - ولکن جلد اول ص ۷۷، ۷۹، ۸۱، ۲۲۹ -
5 - روئیلارد ص ۶۳ -
6 - ایڈورڈ ھارڈی جولیر کی کتاب The Large Estates of Byzantine Egypt ص ۲۲-۲۳، جیلزر ص ۹۹، روئیلارد ص ۹-۱۳، ولکن ص ۸۲ -

تھی کہ سیاسی و اقتصادی اثر و رسوخ بڑے بڑے زمینداروں کے نسبتاً محدود حلقے کے ھاتھ میں چلا گیا تھا ۔ وہ اولاً ایسی جاگیروں کے مالک تھے ، جو براہ راست مالیہ ادا کرتی تھیں ، دوم انھیں عہدے مل گئے ، مثلاً وہ ڈیوک یا صدر یا پیگارک بن گئے ۔ اس حالت کا نقشہ خاندان اپیین سے واضح ھو سکتا ھے ۔ اس خاندان کا ایک فرد ۵۱۸ء میں پریفیکٹ کے عہدے پر مامور تھا ۔ اس کا بیٹا سٹریجیئس [1] ۵۲۳ء میں مصر کا پریفیکٹ بن گیا ۔ ۵۳۳ء سے ۵۳۸ء تک وہ شہنشاہ کے محکمۂ داد و ھش کا نگران رھا ۔ اس خاندان کا ایک اور فرد ۵۴۹ء میں تھیبائڈ کا ڈیوک (حاکم صوبہ) بن گیا ۔ خاندان کے دوسرے افراد کو بھی مصر اور قسطنطنیہ میں بڑی سے بڑی ذمہ داری کے عہدے حاصل تھے [2] ۔ یہ یقین کرنا مشکل ھے کہ اس خاندان کے افراد عہدہ داری کے عالم میں خود اپنے مفاد کے خلاف کام کر سکتے تھے ۔ شہادت سے ظاھر ھوتا ھے کہ ان کا طرز عمل اس کے بالکل برعکس تھا ۔

پھر نئے افسر آگئے ، جنھیں پیگارک کہتے تھے ۔ یقینی طور پر معلوم نہیں کہ ان کی ابتدا کب سے ھوئی ، البتہ ان کا ذکر پہلی مرتبہ پانچویں صدی میں ھوا ھے ۔ یہ بڑے بڑے زمیندار تھے ۔ اور بعض کو فوجی سالار بھی کہا گیا ھے ۔ جب ان کے خطاب کا ذکر آتا ھے تو اس شہر کا ذکر بھی ضرور کیا جاتا ھے جس میں وہ مقیم تھے ۔ انھیں صرف شہنشاہ منصب سے الگ کر سکتا تھا [3] ۔ پیگارک بنائے جانے کا اصل مدعا غالباً یہ تھا کہ مقامی انتظامی ڈھانچے میں اس نقصان کی تلافی ھو سکے ، جو بلدیات کے انحطاط اور براہ راست مالیہ ادا کرنے والی جاگیروں

---

1 - Strategius -

2 - ھارڈی ص ۲۶—۳۲ -

3 - ولکن ص ۸۳-۸۴ ، روئیلارڈ ص ۵۰—۵۲ -

کی توسیع سے ہوا تھا ۔ جیلزر[1] کی رائے ہے کہ پیگارک کا اقتدار بلدیات سے باہر صرف دیہاتی علاقوں تک محدود تھا ۔ لیکن میڈ موئزال روئیلارڈ[2] پوری شہادتوں کی چھان بین کے بعد اس نتیجے پر پہنچی کہ پیگارک کو شہر کے اندر اور باہر دونوں جگہ اقتدار حاصل تھا ، اگرچہ وہ براہ راست مالیہ ادا ہونے والی زمینوں کا اخراج وصول نہیں کرتا تھا اور بلدیات کے کارکن بدستور تمام محاصل جمع کرنے کے ذمہ دار تھے[3] ۔

محاصل کی تشخیص اور فراھمی کا طریقہ یہ تھا ۔ سال بھر میں ایک مرتبہ (جولائی یا اگست میں) مشرق صوبوں کا پریفیکٹ ایک حکم اپارکیوں کے حاکموں کے نام جاری کرتا ، جس میں محاصل کی شرح تشخیص بتا دی جاتی ۔ ساتھ ھی یہ واضح کر دیا جاتا کہ اس کا کتنا حصہ مقامی مصارف کے لیے مصر میں رہے گا ، کتنا حصہ خزانۂ مقدسۂ داد و دھش میں جمع ہوگا اور کتنی رقم پریفیکٹ کے خزانے میں جائے گی ۔ جب ہر اپارکی کے حاکم کو معلوم ہو جاتا کہ اس کے ذمے کتنی رقم آئی ھے تو وہ ستمبر یا اکتوبر میں اصل فرمان شائع کر دیتا ۔ ان حاکموں کو صرف ان زمینوں پر براہ راست اقتدار حاصل تھا ، جو بلا واسطہ محاصل ادا کرنے کی ذمہ دار تھیں ۔ بلدیات اور دیہات کی واجب الادا رقمیں پیگارک وصول کرتے تھے ، جو ہر گاؤں کے مقدموں اور ہر شہر کے کارکنوں کو بتا دیتے کہ ان کے ذمے کتنی رقمیں ھیں ۔ پھر محصل اپنے رفیقوں کے ساتھ باشندوں سے شہر کے اندر اور ان زمینوں پر ، جو شہر کے باہر تھیں ، تشخیص کردہ رقمیں وصول کر لیتا[4] ۔ دیہات کے مقدم اپنے محاصل کو خود اپنے

---

1 - Gelzer جیلزر ص ۹۶ ۔

2 - Mlle Rouirrard ۔

3 - روئیلارد ص ۵۰—۶۰ ۔

4 - جلیزر ص ۳۹ ، ۵۲ ، ۶۱-۶۲ ۔

حلقے میں پھیلا لیتے اور انہیں جمع کرکے براہ راست پیگارک کے پاس پہنچا دیتے - جو زمینیں زیادہ پیداوار کے لائق نہیں رہی تھیں ، مقدسوں کا فرض تھا کہ ان کے لیے گاؤں میں سے اچھا کاشتکار فراہم کرے - براہ رست محاصل ادا کرنے والی جاگیروں کے آباد کاروں سے وصول طلب رقموں کا فیصلہ مالکان جاگیردار کے کارندے کرتے - کسی سرکاری افسر کو مداخلت کا حق نہ تھا -

غرض پیگارک کا اصل کام یہ تھا کہ جو رقم اس کے کہ ذمے عائد ہو جاتی تھی ، اسے وہ اپنے حلقے کے مختلف شہروں اور دیہات کے درمیان مناسب حلقوں میں تقسیم کر دیا - صوبوں کے حاکموں کو مقررہ رقموں کی تشخیص سے کوئی تعلق نہ تھا - ان کا کام صرف یہ تھا کہ پوری رقم وصول کریں اور اسے جہاں جہاں پہنچانا ہو ، پہنچادیں - فوج اور پولیس کی ایسی تعداد فراہم رکھیں کہ ہر واجب‌الوصول رقم ادا ہو جائے - بلدیاتی کونسل اپنے محاصل براہ راست حاکم کے کارندوں کو ادا کر دیتی - دیہات کے محاصل پیگارک کے پاس جمع ہوتے - وہ انہیں حاکم کے پاس پہنچا دیتا - براہ راست مالیہ ادا کرنے والی جاگیروں کے محاصل پرسیس کے پاس پہنچ جاتے - وہ انہیں حاکم صوبہ کے پاس بھیج دیتے[1]-

ایک نقطہ خاصی دلچسپی کا باعث ہے - پپیری میں اکائی کا کوئی ذکر نہیں اور فہرست ہائے تشخیص سے یہ بھی ظاہر نہیں ہوتا کہ آخری عمل میں ڈایو کلیشن کے نظام پر توجہ کی جاتی تھی یا نہیں ، درآں حالیکہ تھیو ڈیسیئس کے ضابطے میں (VII ، ۳؍۶) یہ ذکر موجود ہے کی مصر کی زمین اکائیوں میں تقسیم کر لی گئی تھی[2]- ایک ممکن توجیہہ یہ ہو سکتی ہے کہ

---

1 - روئیلارد ص ۸۰—۱۰۰ -
2 - ولکن ص ۲۲۰ -

زمینوں کے حساب اور مردم شماری کے وقت اکائیوں کے نظام کے مطابق تقسیم کر لی گئی ہوگی اور اعداد مختلف عہدہ داروں کے پاس ہونگے ، جو بلاد و دیہات میں مالیہ وصول کرنے کے ذمہ دار تھے ، لیکن دیہات کے مقدم اور شہروں کے کارکن من مانے طریق پر فیصلہ کر دیتے تھے کہ فلاں شخص کو اتنی رقم ادا کرنی چاہیے -

اب تک جو کچھ کہا گیا وہ صرف نقد محاصل کے متعلق تھا ، باقی رہا گندم کی خاص مقدار ادا کرنا تو یہ مقدار براہ راست قسطنطنیہ پہنچانا آگسٹم نیکا اور تھیبائڈ کے حاکموں کے ذمے تھا، جو سرکاری پیمائش کنندوں کو بھیج کر اندازہ کراتے تھے کہ مزروعہ زمین کی وسعت آبیاری اور زرخیزی کا جائزہ لے کر محاصل کی مقدار کا فیصلہ کر دیں[1]-

سب سے آخری مسئلہ یہ ھے کہ آیا ان محاصل کا کوئی حصہ "محصول" سر سے بھی متعلق تھا ؟ کوئی بچاس پپیری میں ایک محصول کا ذکر ھے جس کی فراھمی کے لیے محصول گزاروں کو کوچہ وار ترتیب دیا جاتا تھا اور یونانی کا یہی لفظ عربوں کے جزیے کے لیے استعمال ہوا ھے - اس سے یہ بات پایہ یقین کو پہنچ جاتی ھے کہ مصر میں جزیہ موجود تھا - بیل ، ولکن[2] ، ویسلے[3] ، روئیلارد اور دوسر لوگوں کی رائے یہی ھے[4] - شہروں میں پیشوں پر ٹیکس اناستاسیوس[5] نے منسوخ کر دیا تھا اور اس کی جگہ مختلف جمیعتوں سے وہ رقمیں لی جاتی تھیں ، جو حقیقت میں "محصول" سر تھیں -

---

1 - روئیلارد ص ۱۲۳ - ۱۲۴ -
2 - Wilcken -
3 - Wessely -
4 - دیکھیے روئیلارد کے حوالے ص ۷۱ - ۷۲ -
5 - Anastasius -

یہاں غیر معمولی اور ضمنی محاصل ، واجبات یا خدمات کا ذکر ضروری نہیں ، صرف اتنا بتا دینا کافی ہے کہ ان کا سلسلہ خاصا وسیع تھا اور وہ خاصی مشقت خیز تھیں۔ بنیادی حقیقت یہ ہے کہ مصر میں بیزنطینی نظام محاصل بڑا پیچیدہ ، گرانبار ، غیر منصفانہ ، طریق حصول کے اعتبار سے ناقص ، فراہمی کی ذمہ داری کے اعتبار سے منقسم اور نوکر شاہی کے عملیات کے باعث حد درجہ پریشاں کن تھا۔ اس سے صرف ایک طبقے کو فائدہ پہنچتا تھا ، یعنی وہ لوگ جو براہ راست مالیہ ادا کرنے والی جاگیروں کے مالک تھے اور جو سیاسی اعتبار سے بڑے با اقتدار تھے ۔ انقلاب نا ممکن تھا ، اصلاحات اس وقت تک غیر مؤثر تھیں جب تک باہر سے بڑی قوت استعمال نہ کی جاتی ۔ شہنشاہ کے پاس ایسی قوت موجود نہ تھی ، عرب اس سے بہرہ مند تھے ۔ اب ہم بتائیں گے کہ انھوں نے کس طرح نوکر شاہی کا سلسلہ قطع کیا ، امراء کا اثر ختم کر دیا ، نظم و نسق میں مرکزیت پیدا کی ۔ ابتری کی جگہ صلاحیت کار کا انتظام کر دیا ، پھر محاصل کے وہی نمونے قائم رکھے ، نیز بہت سے پہلے محرر اور افسر ملازمتوں پر بحال رہے۔

عربوں کی فتح مصر میں بھی نمایاں پہلو وہی ہیں جو دوسرے مقامات پر پیش آئے ، یعنی جابجا عارضی سمجھوتے کیے گئے ، کیونکہ ملک جزواً جزواً فتح ہوا ۔ بہت شہروں کو ایک سے زیادہ مرتبہ مسخر کرنا پڑا ، مثلاً سکندریہ پر دو مرتبہ حملہ ہوا۔ بعض مقامات پر معاہدے ہوگئے ، جن کے مطابق لوگوں پر مقررہ اور غیر متبدل خراج ادا کرنا ضروری ہوگیا ۔ آخر میں پورے ملک کے انتظامات کا فیصلہ کیا گیا ۔ ان تمام معاملات کا صحیح اندازہ کرنے کے لیے ضروری ہے کہ فتح کی کہانی اختصاراً بیان کر دی جائے ، جو بٹلر نے اپنی

کلاسیکی کتاب" عربوں کے ہاتھوں مصر کی فتح"[1] میں بیان کی ہے اور یہ کتاب کائتانی کے ناقدانہ مطالعے پر مبنی ہے۔

عمرو ابن العاص نے دسمبر ۶۳۹ء میں مصر کی سرحد عبور کی۔ پیلوسیم[2] جنوری ۶۴۰ء میں فتح ہوا۔ پھر عمرو تیزی سے پیشقدمی کرتا ہوا دریائے نیل پر پہنچ گیا اور دریا عبور کرکے فیوم[3] پر حملہ آور ہوا۔ وہاں پہنچ کر کمک کا انتظار کرتا رہا، لیکن اس اثناء میں فوجوں کو برابر متحرک رکھا، تا کہ غنیم کی کسی بڑی قوت سے مقابلہ پیش نہ آ جائے۔ جوں ہی کمک پہنچ گئی تو اس نے ہیلیو پولس[4] میں رومیوں سے جنگ کی اور کامیابی حاصل کرلی۔ پھر بابلیون[5] کے قلعے کا محاصرہ کر لیا، جس پر قبضہ ہو جانے کے بعد آئندہ جنگی کارروائیوں کے لیے ایک محفوظ مرکز ہاتھ آسکتا تھا۔ ستمبر ۶۴۰ء میں محاصرہ شروع ہوا۔ بٹلر کے بیان کے مطابق ایک مہینہ بعد رومی بطریق سائیرس[6] (المقوقس[7]) نے حوالگی کی شرطیں طے کرلیں اور انہیں تصدیق کے لیے ہرقل کے پاس قسطنطنیہ بھیج دیا۔ ہرقل نے معاهدہ ٹھکرا دیا اور سائیرس کو قسطنطنیہ بلا لیا۔ کائتانی

---

1 - The Arab Conquest of Egypt -

2 - Pelusium (مترجم) یہ مقام پورٹ سعید کے مشرق میں بحیرۂ روم کے کنارے واقع تھا - عرب اسے فرما یا تل الفرما کہتے تھے - مولانا شبلی نے "الفاروق" میں لکھا ہے: یہاں جالینوس کی زیارت گاہ تھی -

3 - Faiyum (مترجم) دریائے نیل کے مغربی کنارے سے تھوڑے فاصلے پر مصر کا ایک مشہور مقام ہے - یہاں قریب ہی ایک جھیل ہے، جسے قارون کہتے ہیں - اس کی وجہ سے فیوم بڑا خوشگوار مقام بن گیا ہے -

4 - Heliopolis (مترجم) یعنی شہر شمس، عرب اسے عین شمس کہتے تھے، اب قاہرہ کی بہترین عمارتیں اسی حصے میں ہیں -

5 - Babylon (مترجم) اس کا مقام آج کل شہر قاہرہ میں شامل ہے -

6 - Cyrus -

7 - (مترجم) مقوقس حاکم مصر کا سرکاری لقب تھا -

کہتا ہے کہ سائیرس بابلیون میں موجود نہ تھا اور مسلمان مؤرخوں نے بابلیون کی حوالگی کو سکندریہ کی حوالگی سے خلط ملط کر دیا ہے - کائٹانی کے مطابق سائرس بابلیون میں ایسی گفت وشنید پر کبھی آمادہ نہیں ہو سکتا تھا ، جو رومیوں کو مستثنیٰ کر دینے کے بعد قبطیوں کے لیے ساز گار تھی - کائٹانی نے جو نتیجہ نکالا، یہ تھا کہ سائیرس بابلیون کی حوالگی سے پیشتر قسطنطنیہ چلا گیا تھا - محاصرے کے دوران میں عربوں نے آس پاس کے متعدد قبطی دیہات سے شرطیں طے کر لیں - ہرقل نے ۱۱ فروری ۶۴۱ء کو وفات پائی - جب محصور فوج کے کماندار کو یہ خبر ملی اور اسے معلوم ہو گیا کہ اب کمک کی کوئی امید نہ رکھنی چاہیے تو وہ ۹ اپریل ۶۴۱ء کو حوالگی پر آمادہ ہو گیا اور اسے جنگی اعزاز کے ساتھ رخصت ہو جانے کی اجازت دے دی گئی - پھر عرب دریائے نیل کے ساتھ ساتھ آگے بڑھے اور جون (۶۴۱ء) میں انھوں نے سکندریہ کا محاصرہ کر لیا ، جسے تقریباً ناقابل تسخیر مانا جاتا تھا - ستمبر میں سائیرس قسطنطنیہ سے لوٹا - جب اسے حالات یاس انگیز نظر آئے تو ۸ نومبر ۶۴۱ء کو شہر کی حوالگی کے لیے گفت و شنید شروع کر دی - معاہدے کی شرطیں یہ تھیں کہ خراج ادا کیا جائے گیارہ مہینے متارکہ رہے ، جس میں رومیوں کو نکل جانے کی اجازت دے دی جائے - اهل شہر کے جان و مال محفوظ رهیں - مارچ ۶۴۲ء میں سائیرس نے وفات پائی - ۱۷ دسمبر ۶۴۲ء کو آخری رومی دستہ رخصت ہو گیا - ۶۴۵ء میں رومیوں نے مینول کی سرکردگی میں سکندریہ پر دوبارہ قبضہ کر لیا - چنانچہ پھر محاصرہ شروع ہو گیا - آخر ۶۴۶ء کے موسم گرما میں اسے بہ زور فتح کر لیا گیا -

بٹلر اور کائٹانی کے درمیان صرف ایک اختلافی نکتہ ہے یعنی سائیرس بابلیون میں موجود تھا یا نہیں - اهم امور یہ ھیں کہ بابلیون ایک معاهدے کے مطابق جو طے ہوا اور سکندریہ دوسرے

معاهدے کے مطابق ، مگر جب سکندریہ نے بغاوت کی اور اسے دوبارہ فتح کیا گیا تو کوئی معاهدہ نہیں ہوا تھا ، البتہ یہ فیصلہ ہو گیا تھا کہ پہلے جو شرطیں طے ہو چکی تھیں ، صرف قبطیوں کے تعلق میں ان کی تجدید کر دی گئی ۔ یوں سکندریہ خراجی سرزمین بن گیا اور عرب اس کے ساتھ جیسا سلوک چاہتے کرتے ۔

یوحنا نیقوی کے بیان کے مطابق بابلیون کی محصور فوج سے عمرو ابن العاص نے وعدہ کر لیا تھا کہ انہیں قتل نہیں کیا جائے گا ۔ فوج کی طرف سے یہ عہد ہو چکا تھا کہ سامان جنگ پورے کا پورا فاتح کے حوالے ہو جائے گا اور اس کی مقدار خاصی تھی یہ طے ہو چکا تو عمروابن العاص نے قلعے کے تخلیے کا حکم دے دیا[1] ۔

سکندریہ کی حوالگی کے لیے سائیرس نے گفت و شنید کی تھی جو اسی غرض کے لیے بابلیون پہنچا تھا اور کوئی شبہ نہیں کہ اس موقع پر سائیرس کی موجودگی کے متعلق مسلمان مورخوں کے بیانات واضح نہیں ۔ معاهدے میں سات شرطیں طے ہوئی تھیں :

۱ ۔ اداء خراج ۔

۲ ۔ گیارہ مہینے کے لیے متارکہ ۔

۳ ۔ دوران متارکہ میں رومیوں کی واپسی ۔

۴ ۔ ڈیڑھ سو فوجی اور پچاس ملکی یرغمالوں کا انتظام ۔

۵ ۔ آئندہ کے لیے جنگ کا التواء ۔

۶ ۔ گرجوں کی حفاظت ۔

۷ ۔ یہودیوں کو سکندریہ میں رہنے کی اجازت[2] ۔

---

1 ۔ چارلس کی شائع کردہ کتاب یوحنا بشپ نیقیہ کی تاریخ ص ۱۸۶-۱۸۷ ۔

2 ۔ ایضاً ص ۱۹۳-۱۹۴ طبری جلد اول ۲۵۸۱-۲۵۸۲ ۔

یوحنا نیقوی ان واقعات کے تھوڑی مدت بعد موقع پر موجود تھا اور اس کا بیان سب لوگ درست تسلیم کرتے ہیں ۔ عبدالحکم نے اولین معاہدۂ سکندریہ کی اہم دفعات دھراتے ہوئے لکھا ہے کہ سائیرس کا معاہدہ بھی ایسی ہی شرطوں پر مشتمل تھا اور ایسے ہی معاہدے مختلف قوموں کے ساتھ ہو چکے تھے[1] ۔ اب اگرچہ یوحنا ہمیں بتاتا ہے کہ خراج ادا کرنے کا عہد تھا' مگر یہ نہیں بتاتا کہ وہ کتنا تھا اور اسکی نوعیت کیا تھی ۔ ان معلومات کے لیے ہمیں عرب مصادر سے رجوع کرنا چاہیے۔ ان مصادر میں متعدد معاہدوں کا ذکر ہے جو سرسری طور پر یکساں ہیں اور ان کی دفعات کچھ اس قسم کی ہیں :

۱ ۔ تمام بالغ قبطی مرد دو دینار فی کس جزیہ ادا کریں ۔

۲ ۔ بچے ، بوڑھے اور عورتیں جزیے سے مستثنیٰ ہوں گی ۔

۳ ۔ قبطیوں کو چاہیے کہ تین روز مسلمان مسافروں کی مہمان داری کریں ۔

۴ ۔ مفتوحین کی زمینوں ، جائدادوں اور گرجوں پر قبضہ نہیں کیا جائے گا اور نہ ان کی بے حرمتی ہوگی[2] ۔

۵ ۔ عرب جہاں چاہیں فوجی چھاؤنیاں قائم کر لیں[3] ۔

۶ ۔ دو دینار فی کس جزیے کے علاوہ بڑے بڑے زمینداروں

---

1 ۔ عبدالحکم ص ۲۷ سطر ۱۵--۱۹ ۔

2 ۔ سیوطی حسن المحاضرہ فی اخبار مصر و القاھرہ جلد اول ص ۶۱-۶۲ ، منقولہ کائتانی جلد چہارم ص ۱۸۰ ۔

3 ۔ عبدالحکم ص ۶۳ سطر ۲۷-۲۸ ، ص ۷۰ سطر ۴--۱۰' یعقوبی جلد دوم ص ۱۶۹ سطر ۱۷ ، یوٹیکس مرتبہ چیخو عربی مخطوطات سلسلہ سوم جلد ہفتم حصہ دوم ص ۲۴ ۔

کا فرض ہے کہ وہ ہر مسلمان کو تین اردب[1] گندم ، دو قسط سرکہ، دو قسط شہد اور دو قسط روغن زیتون دیں[2] (واضح رہے کہ یہ مقدار ہر مسلمان کو پہنچانی تھی لیکن ہر مصری اسے ادا کرنے کا (ذمہ دار نہ تھا)۔

۷ - بڑے زمینداروں کو غلہ پیدا کرنے والی زمینوں میں سے ایک دینار کے علاوہ نصف اردب گندم، دو ویبہ[3] جو فی فدان کے حساب سے دینے چاہیے یا ایک دینار کے ساتھ تین اردب گندم فی جربب ادا کرنا چاہیے۔[4]

۸ - اہل مصر پر واجب ہے کہ وہ ہر مسلمان کے لیے مکمل پوشاک مہیا کریں[5] ۔

بلاذری کے مطابق سائیرس نے تیرہ ہزار دینار فوری تاوان کے طور پر ادا کرنے کا ذمہ اٹھایا تھا [6] ۔

جب سکندریہ دوسری مرتبہ قبضے میں آیا تو سائیرس کا پہلا معاہدہ منسوخ سمجھا گیا کیونکہ رومی اسے توڑ چکے تھے لیکن المقوقس کے ساتھ ایک مفاہمت کا ذکر موجود ہے ۔ یہ سائیرس نہیں ہو سکتا، کیونکہ وہ مر چکا تھا ۔ یہ کوئی رومی بھی نہیں ہو سکتا، کیونکہ شرطوں کا تعلق صرف قبطیوں سے ہے ۔ غالباً یہاں المقوقس سے مراد بنیامین[7] نام قبطی بطریق ہے ۔ مفاہمت

---

1 - اردب کا صحیح وزن بتانا مشکل ہے ۔ عربی لغتوں میں بتایا گیا ہے کہ ایک اردب میں چوبیس صاع تھے اور ایک صاع دو سو چونتیس تولے کا ہوتا تھا یعنی دو سیر پندرہ چھٹانک ۔

2 - بلاذری ص ۲۱۴-۲۱۵ ۔

3 - Waibah ، اس کا صحیح وزن معلوم نہ ہو سکا ۔

4 - بلاذری ص ۲۱۵ سطر ۲۲، عبدالحکم ص ۱۵۳ سطر ۱۲ نیز دیکھیے گرھمان ص ۱۲۵ ، یعقوبی جلد دوم ص ۱۷۷ ۔

5 - بلاذری ص ۲۱۵ سطر ۳-۴ ۔

6 - ایضاً ص ۲۲۱ سطر ۲-۳ ۔

7 - Benjamin ۔

کے متعلق دو روایتیں ھیں ، پہلی روایت کے مطابق المقوقس نے کہا :

۱ - رومیوں کو ویسے فیاضانہ حقوق نہ دیجیے ، جیسے مجھے دیے -

۲ - قبطیوں کے ساتھ معاھدے کی خلاف ورزی نہ کیجیے کیونکہ انھوں نے خلاف ورزی نہیں کی [1] -

دوسری روایت کے مطابق المقوقس نے کہا :

۱ - قبطیوں سے معاھدے کی خلاف ورزی نہ کیجیے - مجھے بھی قبطیوں میں سے سمجھیے اور میرے ساتھ وھی سلوک کیجیے، جو ان سے کیا ، کیونکہ میرا وعدہ اور ان کا وعدہ دونوں منظورہ شرطوں کے مطابق ھیں اور وہ شرطیں آپ لوگوں کی خوشی کے مطابق پوری کریں گے -

۲ - اگر رومی صلح کرنا چاھیں تو اس وقت تک صلح نہ کریں ، جب تک وہ فے نہ بن جائیں اور غلامی پر راضی نہ ھو جائیں[2] -

دونوں روایتوں میں اھم حقیقت یہ ھے کہ سکندریہ کی بغاوت سے قبطیوں کی حیثیت میں کوئی تغیر پیدا نہ ھوا -

جب عربوں نے مصر کی فتح مکمل کر لی تو وہ پنٹا پولس[3] کی طرف بڑھے، جہاں کا بڑا شہر برقہ تھا اور اس کے باشندوں

---

1 - بلاذری ص ۲۱۵ سطر ۱۷—۱۹ ، مقریزی جلد اول ص ۱۶۳ سطر ۲۳—۲۷ -

2 - مقریزی جلد اول ص ۲۹۳ سطر ۲۷—۲۹ -

3 - Pentapolis لفظی معنی پانچ شہر ، جو بالکل قریب قریب تھے، لیبیا کے مغربی حصے سائرانیکا کے شمالی حصے کا پرانا نام - ان میں سے ایک شہر طرابلس تھا ، دوسرا برقہ باقی کے نام ذکر کرنے کی ضرورت نہیں -

نے دوسرے شہروں کی طرف سے ایک لگالہ معاہدہ کر لیا، جس کے مطابق تیرہ ہزار دینار سالانہ کی مقررہ رقم ادا کرنے کا وعدہ کیا[1]۔

غرض فتح کی تکمیل پر محاصل کے چار نظام موجود تھے:

۱۔ عربوں نے قبطیوں سے معاہدہ کر رکھا تھا، جس کے مطابق ہر بالغ اور سلیم الاعضا قبطی مرد کے لیے دو دینار فی کس اور ایک دینار فی فدان ادا کرنے ضروری تھے۔ان کے علاوہ زمین کی پیداوار میں سے کچھ حصہ دینا تھا۔ نیز جب کوئی مہمان طلب کرے تو اس کے لیے غذا اور لباس دینا اور مہمانداری کرنا ضروری تھا۔ یہ یکمشت خراج نہ تھا، بلکہ اس کی حیثیت تشخیص محاصل میں ایک شرح کی تھی۔

۲۔ سکندریہ کو بہ زور فتح کیا گیا تھا، لہذا وہ خراجی زمین بن گیا، جس کا انتظام فاتح کی مرضی پر موقوف تھا۔

۳۔ پینٹا پولس کے ذمے سالانہ مقررہ رقم عائد ہو گئی تھی، جسے گھٹایا یا بڑھایا نہیں جا سکتا تھا اور یہ علاقہ ''عہد'' تھا۔

۴۔ سب سے آخر میں سرکاری زمینیں اور وہ جاگیریں آتی تھیں، جن کے محاصل براہ راست ادا ہوتے تھے۔ قبطیوں نے جو معاہدہ کیا تھا، وہ صرف مرکز کی زمینوں کے متعلق تھا، جن پر انھیں ضبط و نظم حاصل تھا چونکہ جاگیروں پر انھیں کوئی اختیار نہ تھا اس لیے وہ ان کے بارے میں شرطیں طے نہیں کر سکتے تھے۔ لہذا عربوں نے وہ جاگیریں اپنے قبضے میں لے لیں جس طرح (حضرت) عمرؓ نے مشرقی علاقوں میں ساسانیوں کی زمینیں اپنے قبضے میں

۱۔ بلاذری ص ۲۲۴، مقریزی جلد اول ص ۲۹۵ سطر ۹ - ۱۰ -

لے لی تھیں - ان ھی زمینوں سے جاگیریں دی گئی تھیں[1] -

مسلمان مورخوں میں یہ بحث چلتی رھی کہ مصر کو بہ روز فتح کیا گیا تھا یا بہ صلح - فتح کے حقائق پیش نظر رکھے جائیں تو یہ بحث بہ آسانی ذھن نشین ہو سکتی ھے - قبطیوں اور پینٹا پولس والوں نے معاھدے کیے تھے - سکندریہ اور ضبط شدہ جائدادوں کے سلسلے میں کوئی عہد نامہ موجود نہ تھا -

جس شخص نے زمین کی ان چار قسموں کے متعلق مالی نظام مدون کیا وہ مصر کا فاتح (عمرو ابن العاص) نہیں، بلکہ اس کا جانشین عبداللہ بن سعد بن ابی سرح تھا جس نے مصر میں دیوان قائم کیا اور ملک کے تمام محاصل وھیں پہنچتے تھے - یہ ۲۶ھ کے بعد کا اور ۳۵ھ سے پیشتر کا واقعہ ھے[2] - دفتروں کی زبان بدستور یونانی رھی اور بیزنطینی دور کے بہت سے افسر محرروں کی خدمات انجام دیتے رہے - عبداللہ اور اس کے جانشینوں نے رومی نظام کی خامیاں درست کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی - پرانے امراء کی قوت ٹوٹ چکی تھی اور جو لوگ مزاحمت میں مارے نہیں گئے تھے ان میں سے اکثر امان نامے لے کر ملک سے باھر نکل گئے ان کی جاگیروں پر قبضہ کر لیا گیا - ساتھ ھی عربوں نے براہ راست اداء محاصل کا نظام منسوخ کر دیا - انھوں نے نئے دارالحکومت الفسطاط میں دیوان کے دو محکمے بنا لیے - ایک مصر بالا کے لیے اور دوسرا مصر زیرین کے لیے - سب سے بڑی انتظامی اکائی پیگارکی تھی اور پیگارک کے اختیارات سابقہ نظام میں محدود تھے - اب اسے پوری پیگار کی ہر جس میں شہر، دیہات، گرجے، خانقاھیں اور چھوٹے چھوٹے

1 - بیکر جلد اول ص ۲۱۸ ببعد -
2 - سیویرس بن المقفع ص ۱۰۵ -

تعلقات بھی شامل تھے، پورے اختیارات مل گئے - سرکاری افسروں اور کارکنوں کا پرپیچ نظام ناپید ہو گیا اور پیگارک براہ راست عرب گورنر سے معاملات طے کر لیتا تھا جو الفسطاط میں رہتا تھا - حقیقت یہ ہے کہ مرکزیت کو آخری حد پر پہنچا دیا گیا تھا یہاں تک کہ پیگارکی کے متعدد حصوں کے لیے مقدار محاصل کی تقسیم بھی پیگارک (حاکم پیگارکی) نہیں بلکہ فسطاط میں دیوان کے افسر مقامی پیمائش کنندے کے کاغذات کی بنا پر کر دیتے تھے -

خود عمرو ابن العاص نے فتح سے تھوڑا عرصہ بعد مصریوں کی نہیں بلکہ عربوں کی مردم شماری کرائی تاکہ اندازہ کیا جا سکے ، کتنے چغوں ، لبادوں ، عماموں ، پاجاموں اور جوتوں ، نیز کتنی مقدار میں گندم ، شہد اور سرکے کی ضرورت ہوگی[2] - عربوں نے ان معاملات کے متعلق جو اعداد مرتب کیے تھے ، پیپری سے ان کی تصدیق ہوتی ہے - سب سے پہلی پیپری ، جس میں دو زبانیں استعمال ہوئیں ، ۲۲ھ (۶۴۲ء) کی ہے یعنی فتح سے دوسرے سال - یہ مظہر ہے :

بسم اللہ الرحمن الرحیم

" امیر عبداللہ کی طرف سے ہرقلیوپولس[3] کے پیگارکوں کرسٹو فورس[4] اور تھیوڈورکیوس[5] کے نام - میں نے عربوں کے لیے ہرقلیوپولس میں پینسٹھ بھیڑیں لیں - اس سے زیادہ کچھ نہیں - آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہم خود یہ اعلان کر رہے ہیں "[6] -

1 - H. I. Bell, The Administration of Egypt under the Umayyad Khalifs ص ۲۷۹ - ۲۸۰ -

2 - بلاذری ص ۱۵ سطر ۲ -

3 - Hercleopolis -

4 - Christophoros -

5 - Theodorakios -

6 - پیپرس - J. Karabacek -

اس بیان سے واضح ہوتا ہے کہ بھیڑیں ضرورت سے پہلے لے لی گئیں تھیں اور یہ خط ایک رسید کی حیثیت رکھتا تھا ، جس میں پیگارک کو اختیار دیا گیا تھا کہ وہ مقررہ مقدار میں سے اتنی بھیڑیں منہا کر دے ۔ مسلمان مسافر کی تین روز تک مہمانداری کے معاملے کی تصدیق پر پی ، ای ، آر ، ایف ۵۵۵ اور پی ، ای ، آر ، ایف ۵۵٦ سے ہوتی ہے جن میں بتایا گیا ہے کہ ایک بشل گندم ہر مسلمان کے لیے دی گئی ۔ نمبر ۵۵۷ کے مطابق تیل دیا گیا ۔ یہ کاغذات فتح سے دس سال کے اندر اندر لکھے گئے تھے ۔ ان سے ضمنی اور اتفاق محاصل کے متعلق مسلمان مورخوں کے بیان کی تصدیق ہوتی ہے اور یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اس ابتدائی دور ھی میں پیگارک سب سے بڑا مقامی انتظامی افسر بن گیا تھا ۔

آئیے اب دو دینار جزیے کا جائزہ لیں ۔ سوال یہ ہے کہ آیا ایسا کوئی محصول موجود تھا ؟ عرب اھل قلم بالاتفاق کہتے ھیں کہ موجود تھا ۔ کائٹانی اس سے انکار کرتا ہے[1]۔ گرھمان اس بیان کو قبول کرتا ہے ۔ بیکر کہتا ہے کہ یہ ایک تاریخی حقیقت تھی[2] ۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ آیا دو دینار بہ شکل جزیہ یا بہ صورت خراج موجود تھا ؟

معاً ھمیں ولہاؤزن کے نظریے سے سابقہ پڑتا ہے ۔ اگر جزیہ اور خراج ہم معنی تھے اور ان کا مطلب صرف خراج تھا تو دو دینار جزیہ فی قبطی کو جزیہ نہیں ، صرف خراج سمجھنا چاہیے ۔ تاہم یہ ایک محصول تھا ، جو افراد پر لگایا گیا اور بہ ظاہر اس کی صورت جزیے کی سی تھی ۔ بیکر کہتا ہے کہ زیر بحث محصول جزیہ نہیں ، بلکہ شبیہ

1۔ کائٹانی جلد چہارم ص ۲۱۰ ۔
2۔ بیکر کی کتاب جلد دوم ص ۸٦ ۔

جزیہ تھا ۔ اس کی توجیہہ وہ یوں کرتا ہے کہ غیر ملکی فاتحین کو زمین سے کوئی واسطہ نہ تھا ، صرف لوگوں سے واسطہ تھا ۔ محصول لوگوں سے لیا جاتا تھا ، نہ کہ زمین سے[1] ۔

اعتراف کرنا چاہیے کہ اس قسم کی منطق دماغ میں پریشانی پیدا کرتی ہے ۔ دور حاضر کی مثالیں سامنے رکھ لی جائیں تو کہا جا سکتا ہے کہ تمباکو پر محصول یا کھانڈ پر کسٹمز کا محصول بھی جرمن اصطلاح میں کوپ فیسٹیورارٹگ[2] ہے ۔ کیونکہ محصول افراد ادا کرتے ہیں لیکن ایسا استدلال ہمیں کہاں پہنچائے گا ؟ بیکر مزید کہتا ہے کہ دو دینار فی کس کا محصول ایک لذاری شرح تھی ، جس سے کام لے کر عمرو ابن العاص نے اس مالیہ کا انتظام کر لیا ، جو وہ مصر سے وصول کرنا چاہتا تھا ۔ جس آمدنی سے ہر فرد یہ محصول ادا کرتا ، اس کے مختلف ذریعے تھے اور وہ مختلف پیشوں سے وابستہ تھی ، لیکن مصریوں کی اکثریت کھیتی باڑی میں مصروف تھی ۔ وہی لوگ اس خراج کا زیادہ تر حصہ ادا کرتے تھے ۔ گویا زمین اس خراج کی ادائی کا ذریعہ تھی ، لہذا دو دینار فی کس کا محصول خراج تھا ، جس میں تمام ادا شدہ محصول شامل تھے ۔ نیز اس میں شبہ نہیں کہ بیزنطینی عہد حکومت میں مالیۂ زمیں کے علاوہ محصول سر بھی عاید تھا ۔ یہ بھی واقعہ ہے کہ ناقابل تردید ذرائع سے عربوں کے زمانے میں جزیے کا وجود ثابت ہے، اس لیے بیکر کہتا ہے کہ یہ محصول سر بھی دو دینار کے خراج میں شامل تھا، لیکن مالیے کا ذریعہ ہونے کی حیثیت میں یہ بہت معمولی مد تھی[3] ۔

---

1 - بیکر کی کتاب جلد دوم ص ۸۵ -

2 - Kopfsteuerartig -

3 - ایضاً ص ۸۶-۸۷ -

بیکر کے نظریے پر پہلا اعتراض یہ ہو سکتا ہے کہ اس کا ثبوت کسی بھی روایت سے نہیں ملتا اور تردید ہر روایت سے ہوتی ہے ۔ پھر دو دینار کی شرح میں باقی محصولوں کا شامل نہ ہونا مندرجہ ذیل اقتباسات سے واضح ہے :

۱ ۔ '' اور اس نے ہر مالک زمین کے لیے لازم قرار دیا کہ دو دینار کے علاوہ تین اردب گندم وغیرہ . . . . '' [1]۔

۲ ۔ '' اور اس نے مصر کی زمین پر خراج عاید کیا اور اس کی شرح فی جریب ایک دینار جمع تین اردب گندم اور فی کس بالغ مرد دو دینار قرار پائے '' [2] ۔

۳ ۔ ''مصر میں اهل جزیہ کی حوالگی (دوسری مرتبہ) بہ عہد خلافت (حضرت) عمرؓ عمل میں آئی اور گندم' تیل' شہد اور سرکے کے بجائے انھوں نے دو دینار کے علاوہ مزید دو دینار دینے قبول کیے'' [3] ۔

۴ ۔ ''پورے مصر نے دو دینار فی کس کی بنا پر حوالگی قبول کی اور جزیہ فی کس بڑھایا نہیں جا سکتا تھا، البتہ ہر فرد اپنی زمین اور فصلوں کے رقبے کی بنا پر محاصل ادا کرتا تھا'' [4]۔

۵ ۔ ''(حضرت) عمرؓ نے صوبوں' ضلعوں' شہروں اور دیہات پر خراج عاید کیا اور وہ جزیہ (الجوالی) نیز عشر لیتے تھے'' [5] ۔

---

1 ۔ بلاذری ص ۲۱۴ ۔ ۲۱۵ ۔
2 ۔ ایضاً ص ۲۱۵ سطر ۱۱ ۔
3 ۔ ایضاً ص ۲۱۶ سطر ۱۶—۱۸ ۔
4 ۔ عبدالحکم ص ۸۴ سطر ۱۴ ۔
5 ۔ اگاپیوس (Agapius P. O. VIII) ص ۴۶۸ ۔

۶ - قدامه کہتا ہے کہ معاویہؓ نے مصریوں کو اجازت دے دی کہ جنس نو درم کی قیمت کی ادا کریں اور جزیہ چوبیس درم مقرر کیا یعنی دو دینار[1] -

۷ - جزیہ صرف بالغ مردوں سے لیا جاتا تھا : ''جزیہ صرف ان لوگوں پر لگایا جائے ، جو استرہ استعمال کرتے ہیں - عورتوں یا بچوں پر نہ لگایا جائے - نہ (مخطوطۂ لیڈن کے مطابق ملاحظہ فرمائیں ٹاوری Torrcy ص ۱۵۱ نوٹ بی) راہبوں پر لگایا جائے''[2] - ان معلومات کے مطابق یقیناً دو دینار جزیہ محصول سر کے مشابہ معلوم ہوتا ہے - گرھمان نے بدیہی مشکلات سے بچاؤ کا پہلو یہ اختیار کیا کہ ایک نیا نظریہ وضع کر لیا، یعنی یہ کہ دو الگ الگ محصول سر تھے - پہلا رومیوں کے عہد کا، جس کا اعتراف بیکر نے بھی کیا ہے اور وہ جزیہ خراج کا محض ایک جزو تھا - اسے جزیہ فی کس کہتے تھے - بہت سال بعد الاصبغ نے راہبوں پر ایک دینار جزیہ عائد کیا - یہ جزیہ خراج کی رقم میں ایک نیا اضافہ تھا اور بار بن گیا - کیونکہ راھب اصل خراج میں بھی اپنا حصہ دیتے تھے - آگے چل کر یہ محصول، جسے صرف راھب ادا کرتے تھے تمام مسیحیوں اور یہودیوں پر عائد کر دیا گیا - یہی حقیقی جزیہ تھا، جو عربوں نے عائد کیا یعنی غیر مسلموں پر محصول سر[3] -

کیا ایسی کوئی یقین افروز شہادت موجود ہے کہ پہلا محصول سر اور بعد کا جزیہ دو جداگانہ محصول تھے ؟ کیا یہ محض مفروضہ نہیں، جو ولہاؤزن کے نظریے کے لیے ضروری بن گیا ؟ کیا یہ حقیقت نہیں کہ محصول سر ایک تھا، جس کا نام رومیوں نے اپنی زبان میں اینڈرسموس (Andrismos) یا

---

1 - بہ حوالہ گرھمان ص ۱۲۹ -
2 - عبدالحکم ص ۱۵۱ سطر ۱۶، بلاذری ص ۲۱۴ - ۲۱۵ -
3 - گرھمان ص ۶۹ پروبلیم (Problems) جلد ششم ص ۱۲۸ -

ڈیاگریفن (Diagraphon) رکھا تھا، عرب اسے 'جزیہ' کہتے تھے ؟

جو معلومات ''سکندریہ کے قبطی کلیسا کے بطریقوں کی سرگزشت'' میں موجود ھیں، ان سے اس مسئلے پر خاص روشنی پڑتی ھے ۔ غالباً اسے تسلیم کرنے سے کسی کو انکار نہ ھوگا کہ ان سوانح حیات کے مسیحی مدون اور مترجم نے جو کچھ واقعات کے عینی شاھدوں کی بنا پر لکھا، وہ بھی مسلم فقہاء کے بیان کردہ رجحانات سے متاثر تھے ۔ مترجم کی حیثیت میں سیویرس کا تعلق صرف اس امر سے تھا کہ جس لفظ کا وہ ترجمہ کر رھا تھا، اس کے لیے اپنے عہد کی مروجہ اصطلاح استعمال کر دے ۔ بہ ایں ھمہ بدیہی ھے کہ سیویرس خراج اور جزیے کے استعمال میں اس نظریے کے لیے مزید ثبوت بہم پہنچاتا ھے کہ ابتدائی دور اور بعد کے دور میں ان دونوں اصطلاحوں کے عام معنی بھی تھے اور خاص معنی بھی ۔ وہ خراج کا لفظ عموماً محصول کے لیے استعمال کرتا ھے اور اکثر اس سے مراد مالیۂ زمین ھوتی ھے ۔ تاھم جزیے کا لفظ واضح طور پر محصول سر کے لیے استعمال کرتا ھے ۔

سیویرس کی تاریخ سے پہلی حقیقت یہ واضح ھوتی ھے کہ کلیسا کے املاک پر مالیہ ادا کیا جاتا تھا :

۱ ۔ بطریق سائمن کی وفات (۷۰۱ء) کے بعد دیوان کا رئیس اتھانا سیوس[1] عبدالعزیز (بن مروان) حاکم مصر کے پاس گیا اور کہا کہ سکندریہ میں کلیسا کی جائداد سے بھاری خراج وصول ھونا چاھیے[2] ۔

---

1 ۔ Athanasius ۔

2 ۔ سیویرس (P. O. V.) جلد پنجم ص ۳۸ ۔ ۳۹ ۔

۲ ۔ الاصبغ نے املاک کلیسا کے خراج کے علاوہ بشپوں سے دو ہزار دینار مزید وصول کیے[1] ۔

۳ ۔ عمرؒ بن عبدالعزیز نے حکم دیا کہ کلیسا کے املاک اور بشپوں سے کوئی خراج نہ لیا جائے۔ یزید ثانی (بن عبدالملک) نے عمرؒ بن عبدالعزیز کا حکم منسوخ کر دیا[2] ۔

۴ ۔ فیوم کے بشپ ابراھم کے حلقے میں پینتیس خانقاھیں تھیں، جن کا وہ نگران اعلیٰ تھا ۔ ان کے املاک پر پان سو دینار خراج عائد تھا، جو سلطان کے بیت‌المال میں ادا کیا جاتا تھا[3] ۔

سیویرس نے یہ حقیقت واضح کر دی ھے کہ مالیۂ زمین ایک طبعی بار تھا اور جزیہ اھل کلیسا سے عموماً نہیں لیا جاتا تھا، لیکن اس دفعہ کی خلاف ورزی کی گئی ۔ یزید اول (بن معاویہؓ ۔۶ھ، ۶۷۹ء) کی مسند نشینی سے تھوڑی مدت بعد سکندریہ کے گورنر نے بطریق اگاتھوں[4] سے نہ صرف وہ رقم وصول کی، جو بطور مالیہ ادا کی جاتی تھی، بلکہ چھتیس دینار اس کے شاگردوں سے بطور جزیہ بھی وصول کیے گئے[5]۔ بعد ازآں گورنر عبدالعزیز کے بیٹے الاصبغ نے تمام راھبوں کی مردم شماری کرائی اور ھر ایک پر ایک دینار جزیہ عائد کر دیا ، نیز مزید لوگوں کے راھب بننے کی ممانعت کردی ۔ "یہ پہلا جزیہ تھا ، جو راھبوں سے وصول کیا گیا" [6] ۔ اس سے معلوم ھوتا ھے کہ پیشتر راھب اس عام محصول سے مستثنیٰ تھے ۔

1 - سیویرس (P.O.V.) ص ۱۵ ۔
2 ۔ ایضاً ص ۱۷-۷۲، عمرؓ بن عبدالعزیز نے صرف ایک سال کے لیے محصول آٹھایا تھا ۔
3 ۔ سیویرس ص ۹۴ ۔
4 ۔ Agathon ۔
5 ۔ سیویرس ص ۵ ۔
6 ۔ سیویرس ص ۵۱ ، مقریزی جلد دوم ص ۴۹۲ سطر ۲۱—۲۲ ۔

اس فقرے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ " یہ پہلا جزیہ تھا ، جو مصر میں کسی سے وصول کیا گیا ، " جیساکہ بیکر اور گرھمان سمجھے بیٹھے ھیں[1] ۔

قرہ بن شریک کی وفات کے بعد اسامہ نے ، جو محاصل جمع کرنے پر مامور تھا ، الاصبغ کے فعل کا اعادہ کیا ۔ اس نے تمام راھبوں کی گنتی کرائی ۔ مزید راھب بننے کی ممانعت کردی ۔ یا تو داغ لگایا یا ھر راھب کے بائیں ھاتھ پر ایک حلقہ لٹکا دیا ، جس پر اس کا اور اس کی خانقاہ کا نام درج تھا ۔ سویرس نے اس حادثے کا ذکر بہ طور خاص کیا ھے اور اس کی تاریخ ۹۶ھ (۷۱۴ء) بتائی ھے[2] ۔

سوال پیدا ھوتا ھے کہ راھبوں کے متعلق اس اھتمام کی ضرورت کیوں پیش آئی ؟ روایات سے واضح ھے کہ دور بڑا نازک اور وقت سخت تھا ۔ ھزاروں آدمی دیہات چھوڑ کر بھاگ رھے تھے تاکہ محاصل کے بوجھ سے نجات پائیں[3] ۔ ھمیں معلوم ھے کہ خانقاھوں کی زمینیں محاصل سے مستثنیٰ نہ تھیں ، لیکن اگر راھبوں پر کوئی دوسرا مالی بار نہ تھا تو ظاھر ھے کہ محاصل سے بچنے کا بہترین طریقہ یہ تھا کہ مفرورین خانقاہ میں داخل ھو جائیں ۔ انہیں ایسا کرنے سے روکنے کے لیے الاصبغ اور اسامہ نے نئے لوگوں کو راھب بنانے کی ممانعت کر دی اور ساتھ ھی راھبوں پر جزیہ عائد کر دیا تاکہ رھبانیت میں فائدے کا جو پہلو نظر آتا تھا ، وہ ختم ھو جائے ۔

بیکر اور گرھمان کا مفروضہ یہ ھے کہ راھبوں سے جزیہ وصول کرنے کا یہ سلسلہ جاری رھا اور رفتہ رفتہ اسے آبادی کے دوسرے طبقوں پر بھی عائد کر دیا گیا ۔ حقائق یہ ھیں کہ الاصبغ

---

1 ۔ گرھمان ص ۶۹ ، پرویلیم جلد ششم ص ۱۲۹ ، بیکر ص ۹۹ ۔
2 ۔ سویرس ص ۶۸ــ۷۰ ، مقریزی جلد دوم ص ۴۹۲-۴۹۳ ۔
3 ۔ بیکر ، پیری کا مطالعہ Z.A XXII، ص ۱۲۹ ۔

کے عہد حکومت کے بعد راھبوں سے جزیہ نہیں لیا جاتا تھا ۔

ایفرو ڈیٹو[1] پیپری سے صاف ظاھر ھوتا ھے کہ قرہ بن شریک کے ماتحت راھبوں سے جزیہ نہیں لیا جاتا تھا اور سیویرس نے اس حقیقت کی یوں تصدیق کردی ھے کہ واضح کر دیا ، اسامہ نے دوبارہ جزیہ لگایا : " اس کے بعد اسامہ نے اپنے کارندے خانقاھوں کی حالت معلوم کرنے کے لیے بیجھے اور وھاں انہیں بہت سے راھب ملے ، جن کے ھاتھوں میں کوئی حلقہ موجود نہ تھا ۔ پھر اسامہ نے گرجے کے دروازے لوھے کی میخوں سے بند کر دیئے اور مطالبہ کیا کہ وہ ایک ھزار دینار ادا کریں ۔ پھر اس نے بلند منزلت راھبوں کو اکٹھا کیا اور انہیں تکلیفیں دیں ساتھ ھی مطالبہ کیا کہ ھر راھب ایک دینار ضرور ادا کرے[2] " ۔

ذیل کے پیپری سے جزواً اس کارروائی کی تصدیق ھوتی ھے :

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عہد عبدالعزیز بن مروان حاکم مصر آٹھواں فرمان تشخیص محصول منجانب فلیولیس عطیہ بن جوید باشندگان " کاؤکوئی " کے نام جو جبل ممنونیا میں واقع ھے ۔ میں نے اپنے رجسٹر دیکھے تو معلوم ھوا کہ جزیے کے سلسلے میں تمھارے ذمے جو رقمیں ھیں ، ان کی وصولی کے لیے میں تمہیں یاد دلانا چاھتا تھا ، نیز دوسری خانقاھوں کو لکھنا چاھتا تھا کہ وہ جزیے کا مقررہ حصہ ادا کریں ۔ تم لوگوں نے بغاوت کے دوران میں رقم ادا نہ کی ۔ اور غوبث کا ایک فرمان مجھے دکھایا ، جو پہلے مصر بالا کا ناظم تھا ۔ اس میں بتایا گیا تھا کہ تم اپنی جگہوں میں

---

1 - Aphrodito, papy.i -

2 - سیویرس ص ۰۷ ۔

رھو اور اپنے حصے کا جزیہ ادا کرتے جاؤ ....[1] (مرقومہ ۲۰ فاد فی فرمان تشخیص محاصل نمبر ۱۱) ۔

اس پپیری کی تاریخ ایک مسئلہ بنی ہوئی ھے ۔ عبدالعزیز کے عہد حکومت میں گیارھواں فرمان تشخیص محاصل ۶۹۷ء میں جاری ہوا تھا ۔ اس کے برعکس سیویرس الاصبغ کے فرمان کی تاریخ بطریق الیگزانڈر کے انتخاب کے بعد رکھتا ھے ۔ یہ انتخاب ڈایوکلیشن کے ۴۲۰ء میں ہوا یعنی ۷۰۴-۷۰۵ء میں[2]، لہذا بیل نے اس پورے فرمان تشخیص محاصل کا سال ۷۱۲ء قرار دیا اگرچہ پپیری میں مذکورہ گورنر اس وقت تک فوت ہو چکا تھا ۔

لیکن یہاں سیویرس سے غلطی ہوئی ۔ وہ صاف بتاتا ھے کہ راھبوں پر محصول عبدالعزیز کی زندگی میں لگا ۔ یہی بیان مقریزی[3] کا ھے ۔ عبدالعزیز نے ۷۰۳ء میں وفات پائی لہذا یہ واقعات ۷۰۳ء سے پہلے پیش آئے اور الیگزانڈر بھی بعد میں بطریق چنا گیا ۔ مقریزی الیگزانڈر کے بطریق بننے کی ایک اور تاریخ ، ۸۱ھ[4] (۷۰۰ء) قرار دیتا ھے ، لہذا ظاھر ھے کہ الیگزانڈر کا انتخاب اس پپیری کی تاریخ متعین کرنے کا کوئی تسلی بخش ذریعہ نہیں اور مجھے اس تاریخ کی مسترد کر دینے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی یعنی گیارھواں فرمان تشخیص محاصل جب عبدالعزیز مصر کا گورنر تھا یا ۶۹۷ء ۔ اب سوال یہ ھے کہ اگر پپیرس کی اس تاریخ کو درست مان لیا جائے تو الاصبغ نے راھبوں پر کب جزیہ عائد کیا ، بہ ظاھر ۶۹۷ء سے پیشتر اور غالباً راھبوں کی بغاوت سے پیشتر جس کا ذکر آٹھویں فرمان تشخیص محاصل میں کیا گیا ھے ، یعنی ۷۴ھ اور ۶۹۳-۶۹۴ء ۔

---

1 - ایچ ، آئی بیل ، عہد عرب کے دو سرکاری خط جلد XII جرنل الگریزی آرکائوز جلد XII ص ۲۶۲-۲۷۴ ۔

2 - سیویرس ص ۵۰-۵۱ ۔

3 - مقریزی جلد دوم ص ۴۹۲-۴۹۳ ۔

4 - ایضاً ۔

راھبوں پر محصول لگانے کا یہ سال تاریخی اعتبار سے اُس عام مالی تنظیم نو کے عین مطابق ثابت ہوتا ہے ، جو عبدالملک نے پوری سلطنت کے لیے کی تھی ۔ ۷۴ھ میں خلیفہ نے حکم دیا کہ عرب سنہری دینار تیار کریں ۔ ایک سال پیشتر جزیرہ کو مردم شماری اور دوسرے محاسبوں کے بعد نئے اصول پر منظم کیا گیا تھا ، جیسا کہ قاضی ابویوسف نے بیان کیا ہے اور اس پر کتاب کے تیسرے باب میں بحث ہو چکی ہے ۔ عبدالعزیز ۷۴ھ میں سکندریہ پہنچا ۔ ملک کے ممتاز شہریوں کو جمع کیا اور انھیں دیہات اور اضلاع میں تقسیم کر دیا ۔ پھر ہر ضلع کو مجبور کیا وہ مزروعہ زمینوں اور تاکستانوں کی پیداوار کے متعلق رقم ادا کرے[1] ۔ ان تدابیر کا تطابق حد درجہ نمایاں ہے ۔

سیویرس ھمیں بتاتا ہے کہ اسامہ نے ہر شخص کو پروانہ راھداری ساتھ رکھنے پر مجبور کر دیا تھا اور حکم دے دیا تھا کہ جس شخص کے پاس پروانہ موجود نہ ھو ، اس پر بھاری جرمانہ کیا جائے ۔ اگر کسی سے پروانہ گم ھو جاتا تھا تو نیا پروانہ جاری حاصل کرنے کے لیے پانچ دینار[2] خرچ کرنے پڑتے تھے ۔ مقریزی کے مطابق جرمانہ دس دینار[3] رکھا گیا تھا ۔

ھمیں پیپری سے اور ثبوت بھی ملتے ھیں ۔ بیکر کہتا ہے کہ جس بڑی اصلاح کے مطابق راھبوں کے علاوہ باقی آبادی پر بھی جزیہ عائد کیا گیا ، اس کے ضمن میں عبیداللہ بن الحجاب نے مردم شماری کرائی تھی ، جو ١٠٦ھ میں ھوئی ، لیکن ھمارے پاس پروانہ راھداری موجود ہے ، جس پر تین سال پیشتر کی تاریخ ثبت ہے ۔ یعنی ١٠٣ھ اور ٧٢٢ء اس پیپرس کی چھٹی سطر میں بتایا گیا

---

1 - Eutychius ص ۴۱ ۔
2 - سیویرس ص ۶۸—۷۰ ۔
3 - مقریزی جلد دوم ص ۴۹۳ ۔

ھے کہ پروانہ راھداری والا شخص راھب نہیں اور اس نے جزیہ ادا کر دیا ھے[1] - ایک اور پیپرس ۱۱۲ھ (۷۳۱ء) میں بتایا گیا ھے کہ پروانۂ راھداری کا حامل کونسٹنٹائن پیوسٹولوس[2] ایک نوجوان آدمی ھے - ناک چپٹی ، ٹھوڑی پر نشان زخم ، گردن پر دو تل اور بال ملائم بسقنون باھا کا باشندہ ھے ، جو اشمون بالا کے ضلع میں واقع ھے - میں نے اسے اشمون زیریں میں کام کرنے کی اجازت دے دی ھے - اور وہ اپنا جزیہ وھاں ادا کرے گا[3] - ایک تیسرے پیپرس پر ۱۱۳ھ کی تاریخ درج ھے - اس کا مضمون یہ ھے کہ تم پر ۱۱۳ھ کے لیے دو دینار جزیہ ، نیز ۱/۶ ، ۱/۸ ، ۱/۲ عائد ھیں[4] گویا جزیہ اتنا اھم تھا کہ اس کا ذکر پروانہ ھائے راھداری میں بھی کیا جاتا تھا اور یہ پروانہ کسی کی شخصی تحقیق کے لیے جاری نہیں کیا جاتا تھا ، بلکہ اس کی حیثیت رسید کی تھی ، جس میں اداء جزیہ کا ذکر ھوتا تھا - اگر کسی جماعت کو من‌حیث‌الکل یکمشت خراج ادا کرنے کا ذمہ دار ٹھیرایا گیا تھا تو یہ طریق عمل بالکل غیر معمولی تھا -

تبدیل مذھب کے متعلق شہادت پر بھی اسی سلسلے میں غور کر لینا چاھیے - سب سے پہلے وہ اقتباس پیش نظر رکھنا چاھیے جس میں عبدالحکم نے ایک واقع کا ذکر کیا ھے جو حجاج کی طرف سے سواد کے نو مسلموں پر ناجائز جزیہ عائد کرنے کے بعد پیش آیا - ''جس شخص نے اھل الذمہ نو مسلموں سے پہلے پہل جزیہ لیا ، وہ حجاج بن یوسف تھا - اس پر عبدالملک نے عبدالعزیز بن مروان (حاکم مصر) کو لکھا کہ ان اھل الذمہ پر جزیہ عائد کر دو ، جو مسلمان ھو چکے ھیں - ابن جحیرہ نے اس مسئلے پر

---

1 - گرھمان مصری کتب خانے میں عربی پیپری -
2 - C nstantine Papostolos -
3 - گرھمان ص ۱۲۱ ، پیپرس ص ۱۷۵ -
4 - ایضاً ص ۱۳۷ ، پیپرس ص ۱۸۰ -

عبدالعزیز سے گفتگو کرتے ہوئے کہا اے امیر ! خدا سے دعا ہے کہ وہ آپ کو مصر میں ایسا فعل پہلے پہل شروع کرنے سے بچائے رکھے ۔ خدا کی قسم اہل الذمہ اپنے میں سے ان لوگوں کے جزیے کے ذمہ دار ہیں ، جو راہب بن گئے ، لیکن آپ ان لوگوں پر کیونکر جزیہ لگا سکتے ہیں ، جو مسلمان ہو گئے ۔ اس وجہ سے عبدالعزیز نے ان پر جزیہ نہ لگایا[1] ''۔

بیکر نے اس اقتباس کی تعبیر کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہاں جزیے کا مطلب خراج ہے ۔ دوسرے لفظوں میں راہبوں کے خراج سے مقصود ان کی زمینوں کے محاصل ، ضمنی بار ، مجموعی خراج میں انکا حصہ وغیرہ شامل ہیں ، جو پیگارکی کے باشندے ادا کرتے تھے ۔ گرھمان نے اس سے اتفاق کیا[2] ۔

لیکن یہ تعبیر غیرمحکم ہے ، جیسا کہ ابھی واضح ہو جائے گا۔ ایفروڈیٹو پیپری میں کئی ایسی مثالیں موجود ہیں کہ خانقاہیں ، مالیہ ادا کرتی تھیں اور خانقاہ کا ایبٹ یا اس کا کارندہ یہ رقم ادا کرنے کا ذمہ دار تھا ۔ پیپری میں خفیف سی شہادت بھی نہیں ملتی ' جس سے ثابت ہو کہ خانقاہوں کے محاصل اہل دیہات ادا کرتے تھے ۔ سیویرس ہمیں بتاتا ہے ۔ کہ یوحنا نام ایک شخص تھا ' جسے خدا نے گورنر کا دل موہ لینے کی خصوصیت عطا کی تھی ۔ وہ قرہ بن شریک کے پاس گیا اور اس سے کہا : '' آپ کو یہ جاننا ضروری ہے کہ خراج کی رقم راہبوں اور بشپوں پر ایک بوجھ بنی ہوئی ہے ۔ ان میں سے بعض دولتمند ہیں ، ان کے لیے ادا کرنا مشکل نہیں ، مگر ایسے بھی ہیں جن کے پاس کھانے پینے کا بھی کوئی ذریعہ موجود نہیں ۔ ہم تمام مسیحیوں کی حالت سے آگاہ ہیں ، لہذا اگر آپ مجھے معاملات کا

---

1 ۔ عبدالحکم ص ۱۵٦ ، مقریزی جلد اول ص ۷۷ - ۷۸ ۔
2 ۔ بیکر کی کتاب ص ۹۹ ، گرھمان ص ٦۹ - ۷۰ پرویلیم VI ص ۱۲۸ بعد ۔

ذمہ دار بنا دیں تو میں خراج وصول کرونگا ۔ چنانچہ قرہ بن شریک نے اپنے بشپوں اور راهبوں سے خراج وصول کرنے پر مامور کر دیا[1] ۔

اس اقتباس اور دوسرے اقتباسوں سے، جو پہلے پیش کیے جا چکے هیں ، ثابت هے کہ کلیسا کی جائداد سے مالیہ وصول کیا جاتا تھا اور یہ بھی ظاهر هے کہ خانقاهوں کا بار دیہات نہیں اٹھاتے تھے ۔ ایسی بہت سی مثالیں بھی موجود هیں ، جن میں دفاتر محاصل سے واضح هوتا هے کہ خانقاهوں کے املاک کا مالیہ بہت زیادہ تھا اور اهل دیہات کو اسے ادا کرنے کا خیال بھی نہیں هو سکتا تھا اور هم بتا چکے هیں کہ الاصبغ نے ۸۴ھ میں راهبوں پر محصول عائد کر دیا تھا ۔ حجاج آئندہ سال عراق گیا اور وهاں اپنی اصلاحات نافذ کر دیں ، جن کے بعد خلیفہ نے چاها کہ انہیں مصر میں بھی جاری کر دیا جائے ۔ عبدالحکم کی عبارت اس دور سے متعلق هے ، جب راهب جزیہ ادا کر رهے تھے ، لہذا اس عبارت میں جزیے سے مراد واقعی جزیہ هے ۔ عبدالحکم نے جو کچھ کہا ، اس کی کیفیت درج ذیل هے :

۱ - جس زمانے کا یہ ذکر هے ، اس وقت تک نو مسلم جزیے سے با قاعدہ مستثنیٰ تھے ۔

۲ - عبدالعزیز نے چند سال پیشتر راهبوں پر ایک دینار جزیہ عائد کیا تھا ۔ یہ فعل غیر شرعی تھا ، کیونکہ حضرت عمرؓ نے واضح طور پر راهبوں کو جزیے سے مستثنیٰ کر دیا تھا ۔

۳ - یہی وجہ هے کہ جن جماعتوں میں راهب زندگی بسر کر رهے تھے ، انہیں اپنے جزیے کے سرمایے میں زائد رقمیں دینی پڑیں ۔

۴ - عبدالعزیز نے تجویز کی کہ نومسلموں سے جزیہ لیا جائے

1 - سیویرس ص ۶۲ ۔

۵ - ابن حجیرہ نے اس پر اعتراض کیا اور بنیاد یہ بتائی کہ اس طرح نو مسلموں کی ہتک ہوگی اور وہ راہبوں سے بھی کم رتبہ شمار ہوں گے ، جن کا جزیہ وہ خود ادا کرتے رہے ۔

اس امر پر مزید بحث جاری رہنی چاہیے ۔ عبدالعزیز کی وفات کے بعد عبداللہ بن عبدالملک بن مروان نیا گورنر مقرر ہوا ۔ اس نے بیس سال اور زیادہ کی عمر کے مردوں کو جمع کیا[1] ۔ جو لوگ مفرور ثابت ہوئے وہ داغ دے گئے اور حکم دے دیا گیا کہ جو شخص مر جائے اسے اس وقت تک دفن نہ کیا جائے ۔ جب تک جزیہ نہ ادا کر دے[2] ۔

اب خلیفہ عمرؓ بن عبدالعزیز کا فرمان سامنے آتا ہے :

۱ عمرؓ بن عبدالعزیز نے اہل الذمہ میں سے ان تمام آدمیوں کا جزیہ معاف کر دیا ، جنہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا اور دیوان میں ان کے نام درج ہو گئے تھے ۔ اس سے پیشتر نو مسلموں سے جزیہ لیا جاتا تھا اور جس شخص نے نو مسلموں سے پہلے پہل جزیہ لیا ، وہ حجاج تھا[3] ۔

۲ - عمرؓ بن عبدالعزیز نے حیان بن متریج کو لکھا کہ نو مسلموں پر سے جزیہ ہٹا لیا جائے ۔ حیان نے جواب میں تحریر کیا کہ قبول اسلام سے جزیے کی رقم اس درجہ کم ہو گئی ہے کہ مجھے دیوان کے کارکنوں کی تنخواہیں ادا کرنے کے لیے حارث بن ثابت سے بیس ہزار دینار قرض لینے پڑے[4] ۔

---

1 - اصل متن میں غلطی ہے، کیونکہ لکھا ہے، بیس سال اور اس سے کم عمر ۔
2 - سیویرس ص ۵٦ ۔
3 - عبدالحکم ص ۱۵۵ سطر ۲۰ ۔
4 - ایضاً ص ۱۵٦ سطر ۷ ، مقریزی جلد اول ص ۷۸ سطر ۲ - (مترجم)
مؤرخوں کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ مختلف علاقوں کے حاکم سرکاری آمدنی میں کمی کے خوف سے یا تو قبول اسلام کی حوصلہ شکنی کرتے تھے یا بعض حاکم قبول اسلام کے بعد رقم وصول کرتے رہتے تھے اس لیے حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز کو اپنے عہد خلافت میں اس کے خلاف تاکیدی احکام جاری کرنے کی ضرورت پیش آئی اور انہوں نے لکھا کہ رسول اللہ صلعم دنیا میں دعوت حق کے لیے بھیجے گئے تھے - یہ غرض نہ تھی کہ لوگوں سے محاصل وصول کریں ۔

۳ ۔ عمرؓ بن عبدالعزیز نے فرمایا کہ جو شخص اسلام قبول کر لیتا ہے ، وہ اپنی جان اور مال بچا لیتا ہے ۔ باقی رہی اس کی زمین تو وہ خدا کی طرف سے مسلمانوں کے لیے فے ہے اور جو لوگ جزیہ (یہاں جزیہ عام معنی میں استعمال کیا گیا ہے) ادا کرنے کی شرط پر صلح کرتے ہیں ، انہیں یہ رقم ادا کرنی چاہیے ، لیکن جو شخص مسلمان ہو جاتا ہے ، اس کا گھر بار اور اس کی زمین محفوظ ہو جاتی ہے[1] ۔

۴ ۔ عمرؓ بن عبدالعزیز نے فرمایا کہ جزیہ محصول سر ہے ، مالیہ زمین نہیں[2] ۔

۵ ۔ عمرؓ بن عبدالعزیز نے حکم دیا کہ جو مسیحی مسلمان ہو چکے ہیں ، ان سے جزیہ نہ لینا چاہیے ۔ بعض لوگ اسلام سے مرتد ہو گئے[3] ۔

۶ ۔ عمرؓ بن عبدالعزیز نے حکم دیا کہ جزیہ اُن تمام لوگوں سے وصول کیا جائے ، جو مسلمان نہیں ہوئے اگرچہ آج تک پہلے نہ لیا جاتا ہو[4] ۔

ان چھ بیانات سے ، جن میں سے دو بیانات مسیحیوں کے ہیں ، ثابت ہوتا ہے کہ عمرؓ بن عبدالعزیز نے تمام نو مسلموں کو جزیے سے مستثنیٰ قرار دے دیا ۔ ان میں بہت سے ایسے تھے ، جن سے ناجائز جزیہ لیا جاتا تھا ۔ ساتھ ہی تمام غیر مسلموں سے جزیہ وصول کیا ، اگرچہ ان میں سے بعض نے اس

---

1 ۔ مقریزی جلد اول ص ۷۷ سطر ۲۴ ۔
2 ۔ عبدالحکم ص ۱۵۴ سطر ۲۰ ۔
3 ۔ میکائیل شامی جلد دوم ص ۴۸۹ ۔
4 ۔ سیویرس ص ۷۲ ۔

وقت تک جزیہ ادا نہیں کیا تھا۔ عمرؓ بن عبدالعزیز نے یہ حکم بھی دے دیا کہ جو نو مسلم زمین کا مالیہ ادا نہیں کرتے ، ان کی زمینیں جماعت کی ملکیت قرار پائیں۔ ان واضح نتائج سے بیکر اور گرہمان ولہاؤزن کی پیروی میں انکار کر رہے ہیں - وہ کہتے ہیں :

۱ - قبول اسلام نے قبطیوں کو خراج سے مستثنیٰ کر دیا تھا -

۲ - عبدالعزیز نے نو مسلموں سے خراج لینے کی ممانعت کر دی -

۳ - عمرؓ بن عبدالعزیز نے نو مسلموں کو خراج سے بالکل مستثنیٰ کر دیا -

۴ - لہذا عبدالعزیز اور عمرؓ بن عبدالعزیز کے درمیانی وقت میں نو مسلموں سے ناجائز طریق پر خراج لیا جاتا رہا -

۵ - سب سے پہلے عمرؓ بن عبدالعزیز نے یہ نیا قاعدہ جاری کیا کہ خراجی زمین منتقل نہیں ہو سکتی - نو مسلم کو یا تو مالیہ ادا کرنا چاہیے یا زمین اس سے چھن جائے گی[1] -

بیکر نے ایک دلیل میں اقتصادی محرک پر زور دیا ہے ، جس سے قبول اسلام کی طرف لوگوں کو رغبت ہوئی[2] - آئیے اس اصل کا بھی جائزہ لے لیں -

اگر مصر میں قبول اسلام کے بعد ہر شخص خراج سے مستثنیٰ ہو جاتا تھا — عربوں کی سلطنت کے آغاز سے ۷۰۳ء میں عبدالعزیز کی وفات کے بعد تک — اور اگر ابن الجحاب کی مردم شماری (۷۲۵ء) کے بعد نو مسلموں کو جزیے سے

---

1 - بیکر ص ۱۰۷ - ۱۰۵ - گرہمان ص ۷۰ ، بنیا ایبٹ قرہ پیری ص ٦٧ -

2 - بیکر جلد اول ص ۲۵٦ -

مستثنیٰ کر دیا گیا ، نا کہ مالیے سے تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اقتصادی محرک ۶۴۰ء سے ۷۰۳ء تک زیادہ زبردست تھا ، نہ کہ ۷۲۵ء کے بعد ۔ گویا ہمیں توقع رکھنی چاہیے کہ ۷۰۳ء سے پیشتر زیادہ لوگوں نے اسلام قبول کیا ۔ ۷۲۵ء کے بعد رفتار زیادہ تیز نہ تھی ، لیکن حقائق کی شہادت اس کے بالکل برعکس ہے ۔ ۷۰۳ء سے پیشتر سیویرس نے قبول اسلام کے صرف ایک واقع کا ذکر کیا ہے ، یعنی کہا ہے کہ الاصبغ نے بہت سے لوگوں کو مسلمان ہونے پر مجبور کر دیا تھا اور ان میں پیٹر والی مصر بالا ، اس کا بھائی تھیوڈور ــ ابنائے تھیوفیز حاکم مریوط — نیز کسان اور دوسرے غیر مذہبی لوگوں کا ایک گروہ شامل تھا ، جس کا شمار مشکل ہے[1] ۔ مذہب کی یہ تبدیلی بہ حالت جبر ہوئی ۔ خراج سے استثناء کا معاملہ نہ تھا ۔

۷۲۵ء کے بعد قبول اسلام پر جزیہ معاف کر دیا گیا ۔ اس عہد کی دو کہانیاں ہمارے علم میں آئی ہیں ۔ اول ۱۲۷ھ (۷۴۴ء) میں مصر کے معزول گورنر الحفص بن‌الولید نے امیہ خاندان کے انقلاب سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنا سابقہ عہدہ غصب کر لیا اور اپنے ساتھیوں کی تعداد بڑھانے کے لیے اس نے وعدہ کر لیا کہ جو لوگ اسلام قبول کر لیں گے ، انھیں جزیے سے مستثنیٰ کر دیا جائے گا ۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مصر اور قرب و جوار کے چوبیس ہزار بپتسمہ یافتہ مسیحی مسیحیت چھوڑ گئے[4] ۔

۱۳۳ھ (۷۵۰-۵۱ء) میں مصر کے عباسی گورنر نے فرمان جاری کیا کہ جو لوگ اس کے ہم مذہب بن جائیں گے اور اس کی نماز ادا کریں گے ، انھیں جزیے سے مستثنیٰ کر دیا جائے گا ۔ اس بھاری خراج (یہاں لفظ خراج عام معنی میں استعمال ہوا ہے) اور دوسرے عائد شدہ واجبات سے بچنے کی خاطر

---

1 سیویرس ص ۵۲ ۔
2 ایضاً ص ۱۱۶ ۔

بہت سے دولتمندوں اور غریبوں نے مذہب مسیح ترک کر دیا[1] -

ان تین اقتباسات میں اس مسیحی مصنف نے تبدیل مذہب کا ذکر کیا ہے - ان میں سے دو واقعے ایسے ہیں ، جن میں اقتصادی محرک کا انتساب ایسے وقت پر کیا گیا ہے ، جب خود بیکر اور گرھمان کے اعتراف کے مطابق قبول اسلام سے صرف جزیہ معاف ہو سکتا تھا ، خراج نہیں - یہ سمجھنا بھی بھاری غلطی ہے کہ جزیہ ایک نہایت معمولی بار تھا اور یہ حقیقت ایفروڈیٹو کے دفاتر محاصل سے واضح ہو سکتی ہے - تمام متعلقہ محاصل کی مجموعی مقدار کو محصول گزاروں کی تعداد پر تقسیم کیا جائے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ۹۰۲۹ دینار محصول زمین پر تھا اور ۲۰۴۲ دینار بالاوسط جزیہ تھا - اگر محصول زمین کے ساتھ گندم وغیرہ کی مقدار شامل کر لی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ جزیہ پورے محاصل کا پینتیس فی صد تھا اور اکثر پچاس فی صد پر پہنچ جاتا تھا - کسی فرد کے محاصل میں ⅓ یا نصف کی تخفیف یقیناً ایک اقتصادی ترغیب تھی -

غرض جزیے سے مستثنیٰ ہونا قبول اسلام کا خاصا اقتصادی محرک تھا ، تاہم امویوں کے زمانے میں مصر کے اندر قبول اسلام کا سلسلہ برائے نام رہا - اس کا سبب کیا ہے ؟

ابتدا ہی سے قبول اسلام ہر قبطی کو جزیہ سے مستثنیٰ کر دیتا تھا ، مگر مالیۂ زمین سے نہیں - تین عامل قبول اسلام کی تحریک کے پھیلنے میں موانع بنے رہے - ان میں سے پہلی چیز یہ تھی کہ قبطیوں کی مذہبی جمعیت بڑی مستحکم تھی اور اس کی پوری تصدیق سیویرس سے ہوتی ہے - اگر کسی گاؤں کا کوئی قبطی جزیے سے بچنے کے لیے اسلام قبول کر لیتا تو وہ

---

1 - سویرس ص ۱۸۹ -

دوسرے مالی بار سے نجات نہ پا سکتا ۔ اگر وہ گاؤں ھی میں رھتا تو مسیحی برادری کی نگاھوں میں اس کی حیثیت ذات باھر کی ھوتی ۔ اگر ایک کسان ، جو نہ تعلیم یافتہ تھا اور نہ اسے کوئی فن آتا تھا ، الفسطاط منتقل ھو جاتا تو وھاں اسے کسی خاص نفع بخش مشغولیت کی امید نہیں ھو سکتی تھی ۔ اس کی تصدیق ان مفرورین کی تاریخ سے ھو سکتی ھے ، جن کا ذکر بنو امیہ کے زمانے کی روایات اور پپیری میں مسلسل آتا ھے ۔ اگر ان کے لیے مالی بار اس درجہ ناقابل برداشت ھو گیا تھا کہ وہ گاؤں چھوڑ کر بھاگ رھے تھے تو انھوں نے آسان ترین راستہ کیوں نہ اختیار کر لیا اور مسلمان کیوں نہ ھو گئے ؟

قبول اسلام میں جو دوسرا مانع تھا وہ خود عربوں کی حکومت تھی ، جن کی نہ یہ خواھش تھی کہ لوگ مسلمان ھوں ، نہ قبول اسلام کی حوصلہ افزائی کرتی تھی ، بلکہ غالباً اس کے خلاف تھی ۔ شہادت سراسر سلبی حیثیت کی ھے اور اس کا خلاصہ یہ ھے :

"قبول اسلام کی اطلاعات صرف اس وقت ملیں" :

(الف) جب عربوں نے جبر سے کام لیا ۔

(ب) جب انھوں نے نومسلموں کو جزیے سے مستثنیٰ کر دینے کی پیش کش کی " ۔

ھم دیکھ چکے ھیں کہ الاصبغ نے بعض سرکاری افسروں کو مسلمان ھو جانے پر مجبور کیا ۔ اسی طرح جب عمرؓ بن عبدالعزیز نے نو مسلموں کو جزیے سے مستثنیٰ کر دینے کی پیشکش کی ، ساتھ ھی حکم دے دیا کہ موازیت[1] یا دیہات کے رئیس مسلمان ھونے چاھئیں تو مختلف لوگوں نے اسلام قبول کر

---

1 - موازیت سے مقصود دیہات کے رئیس ھیں ، لیکن یہ کلمہ اصلاً یونانی ھے ، جس کا تلفظ Meizo:eros ھے ، اس کے معنی ھیں رئیس ۔ اسی طرح بہت سے رومی یا یونانی کلمے پپیری میں مستعمل ھیں ۔

لیا[1] - اگر عربوں نے جزیے سے استثناء کو اسلام کی طرف رغبت کا ذریعہ بنایا تو الحفص بن الولید نے کیوں ضروری سمجھا کہ سنہ ۳۴۷ء میں لوگوں کو جزیے سے مستثنی کر دینے کا فرمان جاری کرے، جس کے نتیجے میں چوبیس ہزار افراد نے اس کی پیشکش قبول کرلی -

تیسری مشکل یہ تھی کہ محاصل کی حیثیت عربوں کے، ماتحت زیادہ سے زیادہ مرکزی بن گئی تھی، جس کی وجہ سے افراد پر براہ راست نگرانی اس درجہ بڑھ گئی تھی، جس کی مثال سابقہ حکومتوں میں نہیں ملتی - شہادت سے ظاہر ہے کہ اسویوں کے ماتحت جزیے سے لوگوں کو مستثنی کرنے میں عرب حد درجہ ناخوش تھے -

اب ضروری ہے کہ مصری محاصل کی تاریخ کی دو نہایت مشہور عبارتوں پر غور کر لیا جائے۔ پہلی عبارت میں یہ بتایا گیا ہے کہ زمین پر مالیے کی تشخیص کا کیا طریقہ اختیار کیا گیا تھا۔

جب عمرو ابن العاص نے مصر پر پورا اقتدار حاصل کر لیا تو اس نے قبطیوں پر وہی محصول عائد کیے جو رومیوں کے زمانے میں عام تھے اور جو منصفانہ مانے جاتے تھے۔ اگر کوئی گاؤں خوشحال ہوتا اور اس کی آبادی زیادہ ہوتی تو اس پر محصول بڑھا دیا جاتا۔ اگر آبادی کم ہو جاتی یا خوشحالی میں زوال آ جاتا تو محصول گھٹا دیا جاتا۔

مختلف دیہات کے سرکاری افسر اور بڑے آدمی وقتاً فوقتاً جمع ہو کر خوشحالی یا اس کے زوال پر غور و فکر کرتے۔ جب وہ مقدار بڑھانے کا فیصلہ کرتے تو مقررہ حصے لے کر اپنے اپنے ضلعوں میں لوٹ جاتے۔

---

1 - الکندی نشر کردہ گیسٹ Guest ص ۶۹ سطر ۳ -

پھر ہر ضلع کے رؤسائے دیہات ضلع کی مقدار محاصل مزروعہ رقبے کی بنا پر تقسیم کر لیتے اور ہر گاؤں کو واجب الوصول رقم کی اطلاع دے دی جاتی ۔ یہ مقداریں ہر گاؤں اور اس کی مزروعہ زمین کے خراج میں جمع کر لی جاتیں ۔ پھر زمین میں سے دو فدان رقبہ کلیساؤں ، حماموں اور گھاٹوں کے لیے منہا کر لیا جاتا ۔ اسی طرح وہ رقم بھی الگ کر لی جاتی ، جو مسلمانوں کی مہمانداری اور سلطان کی آمد کے موقع پر خرچ کرنی ضروری تھی ۔

یہ کام ہو چکتا تو وہ لوگ ہر گاؤں کے فنکاروں اور مزدورں کا جائزہ لیتے اور ان کی حیثیت کے مطابق بتا دیتے کہ ان سے کتنی رقم وصول کی جائے گی ۔ اگر کہیں مفرورین ہوتے ہر حیثیت کے مطابق ان کا حصہ بھی مقرر ہو جاتا ۔ عموماً یہ حصہ مستقل اقامت رکھنے والے یا بیاہے ہوئے لوگوں کے ذمے لگتا ۔

پھر باقی خراج کا حساب کیا جاتا اور اسے مختلف دیہات کی باقی ماندہ زمین پر پھیلا دیا جاتا اور جو لوگ اس زمین میں کاشت پر آمادہ ہوتے ، ان سے حیثیت کے مطابق رقم وصول کر لی جاتی ۔

اگر کوئی شخص ضعیف و کمزور ہوتا اور کہتا ، میں زمین کاشت کرنے کے قابل نہیں تو وہ زمین حیثیت کے مطابق دوسرے لوگوں میں تقسیم ہو جاتی ۔ اگر کوئی شخص زیادہ زمین کا خواستگار ہوتا تو اسے کمزور و ضعیف آدمی کا حصہ دے دیا جاتا ۔ تقسیم پر جھگڑا ہو جاتا تو سب میں پوری زمین برابر تقسیم کر دی جاتی ۔

مالیے کی مقدار دینار کی قیراطوں کے مطابق متعین ہوتی ۔ دینار مں چوبیس قیراط مقرر تھے ۔ اسی بنا پر زمین تقسیم کی جاتی تھی ۔ اس سلسلے میں رسول اللہ ؐ کی ایک حدیث بیان کی جاتی تھی ۔ آپ نے فرمایا : ''تم ایک ایسی سر زمین فتح کرو گے ' جہاں قیراط رائج ہے ۔ اس سر زمین کے باشندوں سے اچھا برتاؤ کرنا'' ۔

فی فدان نصف اردب گندم اور دو دیبہ جو لیے جاتے ۔ برسیم پر کوئی محصول نہ تھا اور دیبہ اُس زمانے میں چھ مد کے برابر تھا ۔

(حضرت) عمرؓ ابن‌الخطاب ہر معاہد گروہ سے صرف اتنی رقم وصول کرتے ، جس کا فیصلہ معاہدے کے ذریعے سے ہو جاتا ۔ نہ اسے بڑھاتے اور نہ گھٹاتے ۔ جن لوگوں سے انھیں شرطیں طے کرنی پڑیں ، ان کا معاملہ جزیے کی بنا پر طے کرتے ۔ اس امر کی ضرورت وہیں پیش آتی جہاں کسی معین رقم کی بنا پر معاہدہ نہ ہوا ہوتا ۔ اگر (حضرت) عمرؓ دیکھتے کہ لوگ ضرورتمند ہیں تو محاصل گھٹا دیتے ۔ اگر لوگ دولتمند ہوتے تو اُن کے وسائل کے مطابق محاصل میں اضافہ کر دیتے[1] ۔

دوسری عبارت درج ذیل ہے ۔

یحییٰ فرماتے ہیں ، ہم کہتے ہیں ، جزیے کی دو قسمیں ہیں اول جزیہ جس سے مراد محصول سر ہے ، دوسرا جزیہ ، جو کسی گاؤں کے باشندوں پر عائد ہوتا ہے ، جن کے ساتھ ایسی ہی بنیاد پر صلح ہوئی ۔ اگر کسی گاؤں میں کوئی‌آدمی فوت ہو جائے جس کے ذمے مقررہ جزیہ (یعنی عام محاصل) ہے اور محصول سر والا جزیہ نہیں تو ہمارا خیال ہے کہ متوفی کی زمین—جس کے بچے یا ، وارث نہ ہوں—گاؤں کی ملکیت بن جاتی ہے تاکہ جزیے کی عام مقدار پوری ہو سکے ، لیکن جو شخص ان لوگوں میں سے فوت ہو جائے جن کے ذمے جزیہ محصول سر کے معنی میں عائد ہے تو اس کی زمین مسلمانوں کو مل جائے گی ۔

اللیث کہتے ہیں عمرؓ بن عبدالعزیز نے فرمایا : " جزیہ لوگوں کے سروں پر ہے ، نہ کہ زمینوں پر" ۔ یہاں موصوف نے اہل ذمہ کا ذکر کیا ۔

---

1 ۔ عبدالحکم ص ۱۵۲ سطر ۱۵ بعد ۔

عمرؓ بن عبدالعزیز نے حیان بن سریج کو لکھا کہ متوفی قبطیوں کا جزیہ زندہ قبطیوں پر ڈال دیا جائے۔ عبدالملک کی اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ عمرؓ بن عبدالعزیز کی روایت کے مطابق مصر کی زمین بہ زور فتح ہوئی تھی۔ جزیہ دیہات پر لگایا گیا تھا۔ دیہات میں سے کوئی بھی مر جاتا، اس کا جزیہ بدستور باقی رہتا، یعنی کسی کی موت سے جزیے کی رقم میں کوئی تخفیف نہ ہوتی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مصر معاہدے کے ذریعے سے فتح ہوا ہو اور معاہدہ باقی ماندہ لوگوں کے تعلق میں قائم رہا۔ گویا اگر کوئی مر جاتا تو جو رقم ادا کرنے کا فیصلہ گاؤں نے کر لیا تھا، وہ کم نہیں کی جاتی تھی[1]۔

آئیے اب پہلی عبارت کا جائزہ لیں۔ ہمیں بتایا گیا ہے کہ عمرو ابن العاص نے رومیوں کا نظام اختیار کر لیا۔ یہ بیان فی الجملہ درست ہے۔ آگے چل کر محاصل وصول کرنے کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ اس سلسلے میں پہلی حقیقت یہ نمایاں ہوتی ہے کہ محاصل سال بہ سال مستقل نہ تھے، بلکہ زمین کی پیداوار کے مطابق بدلتے رہتے تھے۔ جس نظام کا ذکر کیا گیا ہے، وہی ہے جسے عرب متناسب خراج کہتے تھے، نہ کہ مقررہ خراج۔ معلوم ہوتا ہے کہ زمین کی نجی ملکیت کا وجود ہی نہ تھا۔ اس کے بجائے تمام دیہات کو جمیعتوں کی بنا پر منظم کیا گیا تھا۔ ہر شخص کو زمین یا تو اس کی صلاحیت کار کے مطابق دی جاتی تھی یا قرعے ڈال لیے جاتے تھے۔ یہ نظام تقریباً ویسا ہی ہے جیسا قرون وسطیٰ کے یورپ میں عام تھا۔

پھر عبدالحکم نے اپنے بیان کردہ طریقے کی یہ کہہ کر تردید کر دی کہ (حضرت) عمرؓ مقررہ رقم کی بنا پر معاہدہ کرتے تھے، جس میں اضافہ یا کمی نہیں ہو سکتی تھی، لیکن جن لوگوں پر جزیہ عائد ہو جاتا تھا وہ مقررہ رقم ادا نہیں کرتے تھے۔ ان سے پیداوار کی حیثیت کے مطابق محاصل لیے جاتے۔

1۔ عبدالحکم ص ۱۵۴ سطر ۱۵ بعد۔

یہ حقیقت زور روشن کی طرح آشکارا ہے کہ پہلی منقولہ عبارت میں دونوں نظاموں کے درمیان واضح امتیاز قائم رکھا گیا ہے - ایک نظام کے مطابق لوگ پیداوار کی بنا پر محاصل ادا کرتے تھے ، دوسرے نظام کےمطابق سال بہ سال مقررہ رقم دیتے تھے - یہ بھی ظاہر ہے کہ تشخیص کا بیان کردہ نظام اُس مقام سے متعلق نہیں ، جس سے مقررہ خراج لیا جاتا تھا۔ بیکر ہمیں یہی بتاتا ہے۔بلکہ اس مقام سے متعلق ہے ، جہاں متناسب خراج لیا جاتا تھا - مزید برآں تشخیص کردہ محصول صرف مالیۂ اراضی اور مقررہ مقدار گندم ہے - یہ جزیہ نہیں جس کا ذکرنہیں ہوا ، حالانکہ ایفروڈیٹو پپیری سے ہم پر واضح ہےکہ ایسے دیہات سے جزیہ وصول کیا جاتا تھا - پیشہ‌ور لوگوں کی طرف اشارے سے اس دعوے کی تردید کا خیال ہو سکتا تھا ، بشرطیکہ بیل واضح نہ کر دیتا (ایفروڈیٹو پپیری ۱۴۱۹ سطر ۱۲--۱۵ نوٹ) کہ پیشہ‌ور لوگ جزیے (محصول سر) کے علاوہ اور محصول بھی گاؤں والوں کو دیتے تھے ، تاکہ اُس زمین کے حصے کی رقم ادا ہو جائے جہاں وہ کھیتی باڑی نہیں کرتے تھے -

دوسری عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ جزیے دو تھے ، ایک عام جو دیہات پر عائد تھا ، دوسرا خاص جو فی کس وصول کیا جاتا تھا - آخری جزیے سے مراد محصول سر ہے ، جو عام جزیے کا ایک حصہ تھا - ان اصطلاحات کی مزید تشریح کی گئی ہے - اگر گاؤں میں کوئی شخص مر جاتا اور اس کے ذمے عام جزیے کی رقم ہوتی تو اس کی زمین گاؤں والوں کو مل جاتی ، لیکن اگر کوئی شخص ایسے مقام پر لاوارث مر جاتا جہاں جزیہ بہ معنی محصول سر وصول کیا جاتا تھا تو اس کی زمین مسلمانوں کے حوالے ہو جاتی - سوال یہ ہے کہ اس آخری بیان کا مفہوم کیا ہے ؟

ظاہر ہے کہ مصنف زمین کی دو قسموں کے درمیان امتیاز کر رہا ہے - جو زمین مالک کے لا وارث مر جانے پر مسلمانوں کے

حوالے ہوتی وہ اصطلاحاً خراجی زمین تھی ۔ قانون شریعت کے مطابق ایسی زمین حق فتح کی بنا پر اسلامی حکومت کی ملکیت ہے ۔ جو کاشتکار اس زمین میں کھیتی باڑی کرتے ہیں ، وہ مالیۂ اراضی اور محصول سر یعنی خراج اور جزیہ دیتے ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ خراجی زمینوں کے کاشتکاروں کی تعریف یہ کی گئی : وہ لوگ جو ایسی جگہ رہتے ہیں ، جہاں جزیہ بہ معنی محصول سر عائد ہے ۔ جس زمین پر لوگ ایک مقررہ رقم دینے پر آمادہ ہو گئے ، وہ خراجی زمین نہیں ، بلکہ اسے ''احد'' کہتے تھے ۔ عمرؓ بن عبدالعزیز نے اس آخری قسم کی زمین کے متعلق حکم دیا کہ کسی قبطی کی موت اس رقم میں کمی کا موجب نہیں ہو سکتی ، جس کے ادا کرنے کا وعدہ لوگوں نے کیا تھا ، لہذا عمرؓ بن عبدالعزیز نے متوفی قبطی کا محصول زندوں کے ذمے لگا دیا ۔

گرھمان اور بیکر نے یہ دو عبارتیں پیش نہیں کیں ۔ دوسری عبارت میں سے صرف پہلا فقرہ دونوں نے نقل کیا ہے ، یعنی : ''ہم کہتے ہیں کہ جزیے دو تھے ۔ ایک جزیہ بہ معنی محصول سر ، دوسرا مجموعی جزیہ'' ۔ لیکن یہ دونوں اس فقرے کی تعبیر اس مفہوم کے بالکل برعکس کرتے ہیں ، جس کی تشریح یحییٰ نے بعد کے فقروں میں کر دی تھی ۔

غرض پہلی عبارت میں زمین کی دو قسمیں بتائی گئی ہیں :

۱ ۔ مرکزی شہروں کی زمین ۔

۲ ۔ زمین ، جس پر عہد کے مطابق مقررہ سالانہ خراج عائد تھا ۔

دوسری عبارت میں بھی دو ہی قسم کی زمینوں کا ذکر ہے :

۱ ۔ زمین جس سے عہد کی بنا پر مقررہ خراج لیا جاتا تھا ۔

۲ ـ خراجی زمین ـ

گویا یه دونوں عبارتیں تین مختلف حالتوں کی مظہر ھیں :

۱ ـ قبطی بلدیات ، مثلاً ایفروڈیٹو ـ

۲ ـ خراجی زمین جو براہ راست مسلمانوں کے ضبط و نظم میں تھی اور وھی محاصل وصول کرتے تھے ـ دیہاتی اہلکاروں کا واسطہ موجود نہ تھا ـ

۳ ـ تصبے ، جو عہد کی بنا پر ایک مقررہ رقم ادا کرتے تھے ـ

اب سوال پیدا ہوتا ھے کہ آیا تینوں حالتیں مصر میں موجود تھیں ؟ جواب اثبات میں ھے ـ قبطی دیہات کے متعلق کوئی ثبوت پیش کرنے کی ضرورت نہیں ـ تیسری حالت یعنی عہد کے سلسلے میں پینٹاپولس کے قصبوں اور دارالحکومت برقہ کی مثال موجود ھے (عبدالحکم ص ۱۷۰ سطر ۸) ـ اس سے ظاھر ھے کہ پینٹاپولس کا پورا علاقہ عہد میں شامل تھا ـ برقہ کو ھر سال تیرہ ہزار دینار ادا کرنے پڑتے تھے اور یہ رقم فی کس کے حساب سے فراھم کر لی جاتی تھی ـ اس کے سوا مالیہ زمین یا مقدار گندم یا اور کسی بار کا کوئی سوال نہ تھا ـ "خراج کا کوئی محصل ان دنوں برقہ میں داخل ہوا ـ اھل برقہ خود جزیے کی رقم مقررہ وقت پر پہنچا دیتے"[1] ـ گرھمان نے الطابلس پینٹاپولس کے محاصل کے متعلق جو پیپرس شائع کیا ھے ، اس سے اس کی تصدیق ہوتی ھے ـ یعنی صرف ایک محصول (محصول

---

1 ـ عبدالحکم ص ۱۷۰ سطر ۱۲ ـ بلاذری ص ۲۲۴ سطر ۲ ـ

سر) تھا ، جس کے مطابق مقررہ رقم خراج جمع کر لی جاتی تھی[1] -

باقی رہا خراجی زمین کا مسئلہ یعنی ایسی زمین ، جس کے متعلق کوئی معاہدہ نہ تھا تو ہمارے سامنے سکندریہ اور اس کے حوالی کی مثال ہے ' کیونکہ ۲۵ھ کی بغاوت سے اس نے اپنے حقوق ضائع کر دیے - اسی طرح بلہیت ، الخیس اور ساطیس بھی اسی وجہ سے خراجی زمینیں تھیں[2] - ان کے بعد سابقہ سرکاری زمینیں یا وہ جاگیریں آتی تھیں ، جن کا مالیہ براہ راست ادا ہوتا تھا - عربوں نے انھیں ضبط کر لیا اور جو کسان ان زمینوں میں کھیتی باڑی کرتے تھے ، وہ خراج اور جزیہ براہ راست مسلمانوں کو ادا کرتے تھے -

خراجی زمین کا بہت بڑا رقبہ مصر زیرین یعنی ڈیلٹا میں سکندریہ اور نئے دارالحکومت کے ارد گرد واقع تھا - غیر ملکی حکمران طبقہ بطلیموسیوں کے زمانے سے یہیں رہتا اور عرب بھی وہیں رہنے لگے - اکثر جاگیریں بھی اسی حصے میں تھیں ، جیسا کہ مقریزی اور عبدالحکم میں ان کی تقسیم سے واضح ہو سکتا ہے - اور یہ جاگیریں ضبط شدہ جائدادوں میں سے دی گئی تھیں - یہی خطہ ہے جس میں قبطی بطریقوں کی سرگزشتوں کے واقعات زیادہ تر پیش آئے اور اس سے غیر مشتبہ طور پر واضح ہو جاتا ہے کہ سیویرس نے محاصل کے متعلق جو کچھ بیان کیا ، وہ خراجی زمینوں کے بارے میں عربوں کی بیان کردہ روایت کے عین مطابق ہے اور مرکزی شہروں کی زمین کے محاصل سے مطابق نہیں ، جن کا ذکر ایفروڈیٹو پپیری میں آیا ہے - سیویرس میں اس کے متعلق اشارہ تک نہیں ملتا -

---

1 - پپیری della R Univ di Milano مرتبہ Vogliano, Ar pap 8, pp 262-266 ed Grohman -

2 - بلاذری ص ۲۱۵-۲۱۶ -

مثلاً یوحنا نام شخص کا واقع لے لیجیے ، جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے ۔ وہ حاکم سے مل کر راہبوں اور بشپوں کے خراج کا محصل بن گیا تھا ۔ اس کے ایماء کے مطابق غیر قبطی مسیحیوں ــ جنھیں کیلسیڈونی کہتے تھے ــ پر جزیہ دگنا کر دیا گیا [1]۔ یہ کہانی یا گرجوں کے املاک کے متعلق دوسرے بیانات کو ایفروڈیٹو کے حالات سے کوئی مماثلت نہیں ، کیونکہ وہاں کے گرجوں اور خانقاهوں پر پیگارکوں اور بلدیاتی کارفرماؤں کا ضبط و نظم قائم تھا اور وهی براہ راست محاصل وصول کرتے تھے ۔ مزید برآں هم دو موقعے بتا چکے هیں ، جن میں گورنر کی طرف سے جزیہ معاف کر دینے کا وعدہ هوا تو لوگوں نے اسلام قبول کر لیا ۔ معلوم هوتا هے کہ یہ نو مسلم ڈیلٹا میں رهتے تھے اور یقیناً وہ خراجی زمینوں کے کاشتکار تھے ۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل بیان سے اخذ کیا جا سکتا هے : ''هم نے ان لوگوں کا شمار کر لیا هے جو اپنی برادری میں سے نکل کر مذهب اسلام سے وابستہ هو گئے ۔ یہ مسیحی مصر اور اس کے قرب و جوار میں پتسمہ پائے هوئے تھے ۔ گورنر کے ایماء پر انھوں نے اسلام قبول کیا اور ان کی تعداد چوبیس هزار تھی'' [2]۔ گویا خراجی زمین کے متعلق جو طریق سلوک سواد میں اختیار کیا گیا تھا ۔ وهی مصر میں اختیار کیا گیا ۔ جو لوگ مصر میں ''دهاتین عراق'' کے همپایہ تھے ، یعنی وہ عربوں کی نگرانی میں مالیہ جمع کرتے تھے ' اکثر کلیسائی کارکن یا باقی ماندہ طبقہ امراء کے ممتاز افراد تھے جیسا کہ سیویرس سے واضح هے ۔

عملاً پورے مصر بالا اور مصر زیرین کے بے شمار شہروں کو مرکزی قصبوں کی زمین کی حیثیت حاصل تھی اور ان کی تنظیم ان معاهدوں کے مطابق هوئی تھی، جو فتح کے وقت کیے

---

1 ۔ سیویرس ص ٦٢ ، بیکر جلد اول ص ۲۵۴ ، بیکر تسلیم کرتا هے کہ خراج واقعی دگنا کر دیا گیا تھا ۔

2 ۔ سیویرس ص ١١٦ ۔

گئے ۔ بلاذری نے لکھا ہے کہ ہیلیو پولس (عین شمس)، فیوم، اشمونین، اخمیم، البشرودات اور مصر بالا کے دوسرے شہروں پر اسی طرح تنیس، دمیاط، تونه، دمیره، شطا، دقہلہ، بنا، بوصیر اور مصر زیریں کے دوسرے شہروں کے پاس معاہدات موجود تھے [1] ۔ یہ معاہدے تقریباً یکساں تھے اور ان میں یہی بتایا گیا تھا کہ دو دینار فی کس جزیہ دیا جائے ۔ مالیۂ اراضی ایک دینار فی فدان ہو ۔ ساتھ ہی گندم کی ایک مقدار دی جائے ۔ مسلمانوں کی مہمانداری کی جائے اور ایسے ہی دوسرے غیر معمولی بار برداشت کیے جائیں ۔ یہ شہر اور ان کے حوالی کی زمینیں ایک لحاظ سے خراجی زمینیں تھیں اور وہ یوں کہ انھوں نے قوت کے مقابلے میں حوالگی قبول کی اور عہد کے مطابق مقررہ خراج ادا نہ کیا ۔ یہ سب حکومت کی ملکیت سمجھے گئے ۔ ان کے محاصل میں عرب حکومت رد و بدل کر سکتی تھی اور اس نے کیا ، لیکن ڈیلٹا کی اصل خراجی زمینوں سے ان کی حیثیت مختلف تھی ، کیونکہ ان میں خود اختیاری ، اجتماعی زندگی اور مقامی بلدیاتی مشینری موجود تھی ، جو ان کے معاملات پر حاوی تھی اور اصل خراجی زمین براہ راست عربوں کے ضبط و نظم میں تھی، البتہ دونوں قسموں پر شرح محاصل یقیناً یکساں تھی ۔

مالی مقاصد کے لیے مصر کی پہلی باقاعدہ تنظیم عبداللہ بن سعد (۲۵ ھ - ۳۵ ھ) کے ہاتھوں ہوئی [2] ۔ پھر اس تنظیم میں اصلاحیں ہوتی رہیں ۔ مثلاً عبدالعزیز بن مروان ، قرہ بن شریک ، بشر بن صفوان ، عبداللہ بن عبدالملک ، عبداللہ بن الحجاب اور ابن رفاعہ کے ماتحت عربوں نے زمین کی پیمائش بھی کرائی اور مردم شماری بھی [3] ۔

---

1 ۔ بلاذری ص ۲۱۴ سطر ۳ ۔

2 ۔ سویرس P.O جلد اول ص ۵۰۱

3 ۔ مقریزی جلد اول ص ۴۹ سطر ۱۰ ، سویرس ص ۵۶ ۔

ابتدائی دور کے متعلق ہمارے سامنے کوئی قابل ذکر اطلاع نہیں - یہ حقیقت بہت جلد واضح ہو گئی ہوگی کہ سرعام دو دینار محصول عائد کر دینا غریبوں کے لیے بے انصافی اور دولتمندوں کے لیے فائدہ مند تھا - نیز جس زمین کے لیے آبیاری کا کوئی انتظام نہ تھا اور وہ کم زرخیز تھی ، اس سے سیراب زمینوں کے برابر محاصل وصول نہیں ہو سکتے تھے - مسئلے کا صرف ایک حل تھا اور وہ یہ کہ ہر فرد کے لیے الگ تشخیص کی جائے اور زمین کے ہر ٹکڑے کا جداگانہ جائزہ لیا جائے - اس میں تمام بڑے بڑے شہر بھی شامل ہوں اور متعلقہ دیہات ، گرجے اور خانقاہیں بھی -

مسئلے کا عقدۂ دشوار یہ ہے : کیا متعدد پیگارکیوں کو مقررہ رقم خراج فراہم کرنی پڑتی تھی جس میں سال بہ سال کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی تھی ، خواہ فصل اچھی ہوتی یا بری ، آبادی بڑھ جاتی یا گھٹ جاتی - مفرورین آ جاتے یا چلے جاتے یا سال بہ سال رقموں کی مقدار میں تبدیلی ہوتی رہتی تھی ؟ کیا عربوں کو اس معاملے سے کوئی تعلق نہ تھا کہ پوری رقم کیونکر جمع کی جاتی ہے اور بعض لوگ جزیہ ادا کرتے ہیں بعض نہیں کرتے - یا کسی زمین سے زیادہ رقم لی جاتی ہے اور کسی سے کم - یا عربوں کو تشخیص سے گہرا تعلق تھا - دوسرے لفظوں میں آیا مقامی تشخیص کنندے بہ طور خود سب کچھ کرتے تھے اور اپنا احساس انصاف پیش نظر رکھتے تھے یا عربوں کی طرف سے عام ہدایات کی پیروی کرتے تھے ؟ اگر وہ لوگ ہدایت و رہنمائی کے بغیر رقم جمع کر لیتے تھے تو سمجھ لینا چاہیے کہ یہ رقم خراج تھی ، جیسا کہ بیکر نے کہا ہے ، مگر فرض کر لیجیے کہ عربوں کی طرف سے اس قسم کی ہدایت جاری ہو جاتی تھی : " اپنے گاؤں کی تمام زمینوں کا اندراج رجسٹر میں کر لو ، جس سے یہ بھی واضح ہو کہ کس زمین سے پیداوار ہوتی ہے ، کس

سے نہیں ہوتی۔ پھر زمین کے ہر ٹکڑے پر ایک دینار فی فدان کے حساب سے رقم کا معاملہ طے کر دو۔ ساتھ ہی بتاؤ دو کہ اتنے گیہوں دینے چاہیں۔ اگر زمین ایک فدان سے کم یا زیادہ ہو تو اسے چوبیس پر تقسیم کر لو، کیونکہ ایک دینار میں چوبیس قیراط ہوتے ہیں۔ اسی حساب سے زمین کے مالیے کا اندازہ کر لو[1]۔ پھر ہر بالغ مرد پر جزیہ شامل کر لو، لیکن جزیہ عورتوں، بچوں، راہبوں، کلیسائی عہدہ داروں، بھکاریوں اور غریبوں سے نہ لیا جائے۔ ہمارے نزدیک جزیے کی مقدار دو دینار فی کس ہونی چاہیے؛ لیکن تمھیں پوری رقم طے کرتے وقت یہ دیکھ لینا ہوگا کہ کس سے زیادہ لی جائے اور کس سے کم۔ یہ حساب پورا ہو جائے تو ضمنی اور غیر معمولی محاصل کا اندازہ کر کے اصل رقم میں شامل کرلو۔ اس کام کی تکمیل کے بعد ہمیں بتاؤ اور ہم سے فراہمی کے متعلق ہدایات لے لو،،۔ اگر مرکزی شہروں کی زمینوں کے محاصل کا طریقہ یہ تھا تو محاصل خراج نہ تھے اور یہ مسلمان مؤرخوں کے بیان سے عین مطابقت رکھتے ہیں۔

فتح مصر کی تکمیل کے ساٹھ سال بعد ایک اعلیٰ درجے کا نظام محاصل موجود تھا۔ ہمیں علم نہیں کہ یہ کب شروع ہوا، کتنی مدت میں اس نے نشو و ارتقا پایا اور ایفروڈیٹو پیپری کے زمانے سے اسے کس قدر قرب حاصل ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ یہ نظام فتح سے تھوڑی مدت کے اندر اندر قائم ہو چکا تھا، لیکن اس کا کوئی ثبوت نہیں پیش کیا جا سکتا۔

ایفروڈیٹو پیپری کے مطابق عمل محاصل کے سلسلے میں پہلا قدم یہ تھا کہ ایک رجسٹر تیار کیا جائے یا ایسی کتاب، جس میں زمین کی پیمائش درج ہو۔ یہ کام پیگارک کا نہ تھا، بلکہ خاص آدمی اس کے لیے منتخب کیے گئے تھے، جس میں دیہات کے

۱۔ عبدالحکم کہتا ہے کہ دینار کو چوبیس قیراط پر تقسیم کیا گیا تھا ص ۱۵۳ سطر ۱۰-۱۱۔

میٹر اور ممتاز زمیندار شامل تھے ۔ ان رجسٹروں میں پوری مرد آبادی کے نام درج تھے ۔ ہر شخص کے نام کے سامنے لکھ دیا گیا تھا کہ اس سے کتنا جزیہ لیا جائے ؟ اس کے پاس کتنی زمین ہے اور زمین پر کتنا مالیہ لیا جاتا ہے ؟ نیز اور کیا کیا خاص خدمات انجام دیتا ہے ۔ یہ رجسٹر تیار ہو گئے تو الفسطاط میں سرکاری خزانے کے افسروں کے حوالے کر دیے گئے ۔ اکثر ایسا ہوتا کہ تشخیص کنندے رجسٹر لے کر دورے پر نکل پڑے ۔ اس کا ثبوت پیپرس نمبر ۱۳۳۹ سے ملتا ہے ۔ جو مظہر ہے :

”اپنے ضلع سے آدمی ساتھ لاؤ جن کے نام ہم نے سابقہ خطوط میں درج کر دیے ہیں ۔ ساتھ ہی وہ رجسٹر لاؤ ، جن میں ہر مقام اور اس کے بالغ مردوں کی آبادی درج ہو ۔ ساتھ ہی بتایا جائے کہ ان سے کتنا جزیہ لیا جاتا ہے (سطر ۶) ہر شخص کے قبضے میں کتنی زمین ہے ۔ وہ زمین بھی ، جس میں انگور بو رکھے ہیں اور وہ بھی ، جس میں کاشت ہوتی ہے ۔ یہ بھی بتایا جائے کہ اس شخص نے ھدایات کے مطابق یا ان کے بغیر کیا کیا خدمات انجام دیں ۔ رجسٹر میں ان لوگوں کے نام اور جدی نام بھی لکھے جائیں ، جو مفرورین قرار پائے ۔ مدعا یہ ہے کہ جو کچھ تمھیں معلوم ہو ، وہ اس رجسٹر میں درج کر لیا جائے ۔ جن لوگوں کو تمھارے ضلع کے مختلف مقامات سے بلایا گیا ہے ان سے بھی کہہ دوکہ اپنے اپنے مقام کے حسابات ساتھ لائیں ، تاکہ اگر ہمیں ان سے متعلق کسی معاملے کے باب میں کوئی اطلاع درکار ہو تو جو کچھ ان کے علم میں ہے ، وہ ہمیں بتانے کے لیے تیار رہیں “ ۔

اسی قسم کا حکم پیپرس نمبر ۱۳۳۸ میں درج ہے ۔

ان رجسٹروں کی بنیاد پر خزانے کے کارفرما ایفروڈیٹو کے ہر شہر ہی کا نہیں بلکہ پیگارک کے تمام دیہات اور خانقاہوں

کا حصہ بھی متعین کر دیتے تھے ، جو ان کے حلقۂ اثر میں شامل تھے - جب یہ حصے متعین ہو جاتے تو گورنر نتائج کا اعلان کردیتا - یہ اعلان پیگارک کے نام نہ ہوتا ، بلکہ پیگارکی کے مختلف انتظامی حلقوں کے لیے ہوتا ، جس میں نقد محاصل (جزیہ) اور گیہوں کی مقدار بتا دی جاتی - اس کے ثبوت کے لیے ضروری ہے کہ دولسانی پپیری میں سے گیارہ ایسے ہی اعلانات کا مطالعہ کیا جائے جو سٹراسبرگ میں ہیں اور انھیں بیکر[1] نے شائع کیا - ان میں سے پہلا دوسروں کے لیے نمونے کا کام دے گا :

"بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ عبداللہ بن شریک کا خط اہل باکونیس (واقع ایفروڈیٹو پیگارکی) کے نام ہے -تمہارے ذمے ۸۸ھ کے جزیے (بہ اصطلاح عام) چارسو اٹھانوے دینار ، ایک سو ساڑھے اٹھائیس اردب اور نصف دیبہ گندم ہے"-

جب یہ طلب نامہ پہنچتا ، لوگ جمع محاصل کے لیے چن لیے جاتے اور وہ ایک ایک باشندے سے تشخیص کردہ رقم لے لیتے - محصلین رجسٹر تیار کر لیتے ، جس سے واضح ہوتا کہ کتنی رقم جمع ہوئی ہے -

پوری طرح سمجھ لینا چاہیے کہ تشخیص کے دو مختلف فعل تھے اول رجسٹر تیار کر کے الفسطاط بھیجا جاتا اور اس کی بنا پر حصہ متعین ہو جاتا - دوم مطالبۂ اداء واجبات موصول ہونے پر اصل رقم کی فراهمی - بہت سے میرزموئی[2] (Merismoi) تو محفوظ رہ گئے ، لیکن کاٹاگرافون[3] (Katagraphon) کوئی بھی

1 - بیکر Papyri ص ۱۰۸—۱۱۳ -
2 - اس سے مراد ہے دفتر تشخیص مالیہ -
3 - اس سے مراد ہے دفتر تشخیص جزیہ -

محفوظ نہیں رہا ۔ ہمارے پاس یہ یقین کرنے کے وجوہ موجود ہیں کہ دونوں شکل و مقدار میں یکساں تھے اور اس کے بر عکس خیال کرنے کی کوئی وجہ نہیں ، جیسا کہ بیل نے بتایا ہے[1] ۔ غیر معمولی محاصل بھی اسی طرح الفسطاط کی طرف سے متعین کیے جاتے تھے[2] ۔

کاٹا گرافون کے باب میں خرانے کے افسروں کا انہماک اور اس کی بنا پر حصۂ رسدی کے تعین کا عمل ثابت کرتا ہے کہ یہ محصول خراج نہ تھا ۔ بیکر نے ہائیڈ برگ کی عربی پیپری بیل کے مرتبہ یونانی رجسٹر کی اشاعت سے پیشتر شائع کر دیں ۔ ان پیپری میں سے ہر ایک کا عربی متن ایک طلب نامہ تھا ، جس کی وضع و ہیئت وہی تھی ، جو بیکر نے خراج کے طلب نامے کے متعلق پیش کی ، لیکن اس معاملے کی توضیح میں تاخیر ہوئی اور بیل کو عربی سے متعلق اطلاعات کے لیے تعبیر و مشورہ کے سلسلے میں بیکر پر اعتماد کرنا پڑا ۔ چنانچہ بیل اس امر پر مجبور ہوا کہ خراج کے متعلق اپنے نظریے کو یونانی رجسٹروں کے مطابق بنائے ۔ وہ کہتا ہے : ’’بیزنطیم کے دور حکومت کی طرح ابتدائی دور خلافت میں بھی محاصل مرکزی حکومت کی طرف سے بالمقطع رقم کے انداز میں مختلف دیہات کے ذمے لگا دیے جاتے تھے ۔ ابتدائی محصول گزاروں کا معاملہ پیش نظر نہیں رکھا جاتا تھا ۔ صدر مقام کے افسروں کو اس معاملے سے کوئی تعلق نہ تھا کہ کوئی فرد محصول نقد دیتا ہے یا اس کے بدلے میں جنس حوالے کرتا ہے[3]‘‘ ۔ وہ پھر کہتا ہے : ’’غرض یہ واضح ہے کہ مالی تنظیم کا اصول برابر اجتماعی حیثیت میں رہا یعنی محاصل بہ ہر صورت گاؤں کی پوری آبادی پر عائد کیے جاتے تھے ، نہ کہ افراد پر اور محصولی اکائی کے اعتبار سے فرد کا

---

1 - ایفرو ڈیٹو پیپری XXVII - Sthott-Reinhardt ۔
2 ۔ ایضاً XXVIII ۔
3 ۔ ایفروڈیٹو پیپری XXX ۔

تعلق حکومت سے نہیں ، بلکہ اُس گروہ سے تھا ، جس کا وہ ایک حصہ تھا''۔

اس نظام کا مدعا یہ تھا کہ رقم یقینی طور پر بہ حیثیت مجموعی حاصل ہو جائے اور جب اسے ادا کرنے کا وقت آتا ، ہر اکائی مطلوبہ مقدار ادا کر دیتی ۔ سوال یہ ہے کہ آیا عمل تشخیص میں بھی اجتماعی نظام کارفرما تھا ؟ کیا طلب نامے کی حیثیت وہی تھی ' جو بیکر نے مقررہ خراج کے سلسلے میں پیش کی ہے ؟ یعنی حالات کا لحاظ رکھے بغیر پوری رقم وصول کر لی جاتی ۔ خواہ کوئی شخص مسلمان ہو جاتا یا مقام چھوڑ دیتا یا مر جاتا یا فصل اچھی نہ ہوتی یا قحط نمودار ہو جاتا ۔ اگر معاملہ یہی ہوتا تو حکومت نے پیگارکی کو کیوں اکائی نہ بنایا ؟ دیہات اور الگ خانقاہوں پر کیوں انحصار کیا ؟ اگر خراج کی یہی کیفیت تھی تو سال بہ سال مفصل رجسٹر تیار کرنے اور حصہ رسدی کے اعلان سے پیشتر تصدیق کے لیے الفسطاط بھیجنے میں کون سی مصلحت تھی ؟ اگر بیل کے بیان کے مطابق حکومت کو اس معاملے سے کوئی تعلق نہ تھا کہ کسی فرد کے لیے جزیہ تشخیص ہوا یا نہیں تو عربوں نے کیوں اس امر پر اصرار کیا کہ رجسٹروں میں ہر شخص کے نام کے سامنے تشخیص کردہ جزیے کی رقم واضح طور پر درج کی جائے ؟ اگر حکومت کو افراد سے حصہ وصول کرنے کا کوئی خیال نہ تھا تو پیپری میں کیوں بار بار واضح کیا گیا ہے کہ اگر تشخیص کنندوں نے کسی محصول گزار کا نام چھوڑ دیا تو ان کے خلاف سخت کارروائی ہوگی ؟ کیا یہ حد درجہ پر پیچ نظام دفتری کارروائی سے عربوں کی دلچسپی کا نتیجہ تھا ؟

جواب یہ ہے کہ بیل کو غلط فہمی ہوئی ۔ نظام محاصل اصلاً فرد ، اس کے کام اور اس کی مزروعہ زمین پر مبنی تھا ۔

---

1 - ایفروڈیٹو پیپری XXXII -

سب سے پہلے افراد کی فرد تشخیص تیار ہوتی تھی - پھر اس فہرست میں انفرادی رقموں کا اضافہ کر دیا جاتا - تیسرا قدم یہ تھا کہ ہر فرد سے تشخیص کردہ رقم وصول کر لی جاتی- چوتھا اور آخری قدم اجتماعی تھا ' یعنی گاؤں کی طرف سے پوری فراہم کردہ رقم کی ادائی -

یاد ہوگا کہ بیکر نے عبدالحکم سے تشخیص کی ایک لمبی کہانی بیان کی تا کہ ہر گاؤں کی اجتماعی ذمہ‌داری ثابت ہو جائے - اس بیان میں بتایا گیا ہے کہ محاصل ہر گاؤں کی خوشحالی کے مطابق گھٹتے بڑھتے رہتے تھے - یہ بیان مقررہ خراج کے تصور کا نقص ہے - مزید برآں جب تک ہر فرد اور اس کی زمین کے حالات پیش نظر نہ رکھ لیے جاتے محاصل کو گھٹانا یا بڑھانا کیونکر ممکن تھا ؟

مزید ثبوت کے لیے ہمیں تین بلدیاتی فردات حساب کی طرف متوجہ ہونا چاہیے ، یعنی پیپرس نمبر ۱۲ء۳ ' ۱۳ء۳ اور ۱۴ء۳ - پیپرس نمبر ۱۴ء۳ سب سے زیادہ پر پیچ ہے - اس میں محاصل کی سات قسمیں بتائی گئی ہیں ، یعنی :

۱ - نقد محصول ، جسے یونانی میں دیموسیا (demosia) کہتے تھے -

۲ - محصول جس کا نام ٹارٹیا (tetartia) تھا ، یعنی دیموسیا میں سے ایک فی صد جو غالباً جمع محاصل کے مصارف کے لیے وصول کیا جاتا تھا -

۳ - ایک محصول جس کا نام یونانی میں اپارورسموس ، دیانامون ، اینیو ، ٹائمسوس (aparurismos, dianamon, aneu, timesos) تھا ، یہ نقد وصول کیا جاتا تھا ، جس میں سے عربوں کے لیے رسد کی چیزیں مروجہ نرخ پر خریدی جاتی تھیں ، مثلاً بھیڑیں ، مرغ ، کشمش ، لبیذ ، بلیاں ، کھجور کے تنے وغیرہ -

۴ - اس محصول کا نام اپارگورس موس ، دائنومون ، ٹٹائیمیسی (apargurismos, dinomon, tetimesei) تھا - اس روپے سے حکومت کے لیے ضروری چیزیں مقررہ نرخ یا قیمت پر خریدی جاتی تھیں ، مثلاً چٹائیاں ، لنگر کے تار ، رسے ، تھیلے وغیرہ -

۵ - ایک محصول کا نام اپارگورس موس گلکتوس (apargurismos galaktus) تھا - یہ اس دودھ پر محصول تھا ، جس سے مکھن نکالا جاتا تھا -

۶ - ایک محصول اپارگورس موس میلیتوس (apargurismos melitos) تھا - یہ شہد پر وصول کیا جاتا تھا ایفروڈیٹو اور پاکونیس[1] یہ محصول ادا کرتے تھے -

۷ - ایک محصول لوجسمیا (logismia) تھا - یہ روپیہ تمام حصوں سے لیا جاتا تھا ، صرف ٹٹارٹیا اور محصول شہد مستثنیٰ تھے - اسی سے تمام غیر معمولی مصارف ادا کیے جاتے تھے ، مثلاً یروشلم میں تعمیر مسجد اور الفسطاط میں تعمیر محل کی اُجرت ، بابلیون کے مزدوروں کی اُجرت ، قزما[2] ، میں جہازسازی کی اُجرت ، متفرق چیزیں بنانے کی اُجرت ، مثلاً لوہے کی میخیں لنگر کے تار ، گدے ، کشتیاں وغیرہ -

بہ ہر حال یہ یقینی ہے کہ روپے کی جو مقدار عربوں کو نقد ادا نہیں کی جاتی تھی ، وہ مقامی طور پر جمع کر لی جاتی تھی اور عربوں کو اس روپے کا علم تھا - وقتاً فوقتاً وہ مختلف اشیاء اور خدمات کے لیے خاص احکام بھیج سکتے تھے ، جن کی اُجرت اس رقم سے ادا کی جاتی تھی ، یہاں تک کہ اس مد کی رقم پوری خرچ ہو جاتی

---

1 - Pakaunis -

2- Clyama غالباً یہ بحیرۂ حمر کی بندرگاہ تھی -

ہمیں یقین رکھنا چاہیے کہ گورنر کے مختلف خطوط میں پیگارکوں کے نام جو خاص مطالبے مسلسل جاری ہوتے رہتے تھے ، وہ کوئی زائد بار نہ تھے ، بلکہ اس سلسلے میں مختلف محاصل سے ایک رقم الگ کر لی جاتی تھی ، جو ایفروڈیٹو ہی محفوظ رہتی تھی -

ان حسابات کی دستاویزوں کا مسئلہ خاصا پریشان کن ہے اور بیل نے اس کے لیے کوئی تسلی بخش حل دریافت نہیں کیا -

سب سے پہلے ایک عنوان آتا ہے ، ایپی‌زیٹومینا (epizetoumena) اور اس کے ساتھ ایک رقم درج ہے - یہ عنوان محاصل کی ہر قسم کے لیے استعمال ہوا ہے ، مثلاً دیموسیا کے لیے ، متعدد اپارگورس سوئی کے لیے - مزید برآں ایپی‌زیٹومینا کے لیے جو رقم رکھی گئی ہے ، وہ ہر قسم میں یکساں رہتی ہے اور تینوں زیرغور پیپری میں اس کے اندر کوئی تبدیلی نہیں ہوتی البتہ پیپری ۱۴۱٦ میں یہ مختلف ہے - پیپری ۱۴۱۲ کا تعلق ٦۹۹ء -- ۷۰۴ء کے دور سے ہے اور پیپری ۱۴۱۳ء کا تعلق ۷۱٦ء -- ۷۲۱ء کے دور سے - اغلب ہے کہ ٦۹۹ء اور ۷۲۱ء کے درمیان ایپی‌زیٹومینا میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی ہو - بیل اس کا ترجمہ محصول حصہ رسدی کرتا ہے[1] -

اس کے بعد دو عنوان آتے ہیں ، اول ایف اون آئس ٹین سکیلن (aphon eis ten sakellan) اور دوسرا لوجسمیا - پہلے عنوان سے مقصود وہ مقدار ہے ، جو الفسطاط کے خزانے میں داخل کی جاتی تھی - دوسرے عنوان کی توضیح ہم کر چکے ہیں - ان دونوں رقموں کو جمع کر کے ایپی‌زیٹومینا سے منہا کر لیا جائے تو جو کچھ باقی رہتا ہے ، اسے لوئی پان (loipan) کہتے تھے ، جس کا مختصر ایل (l) تھا - مثلاً :

---

1 - بیل کی کتاب ایفروڈیٹو پیپری ص ۸۱ بعد -

افروڈیٹو سے	ایبی‌زیٹومینا
بہ سلسلہ دیموسیا	۶۹۵۱ دینار ۱۵ قیراط
بیت‌المال (خزانۂ مرکز کے لیے)	۳۰۹۸ دینار ۹ قیراط
بہ سلسلہ لوجسمیا	۱۳۸ دینار ۱۹ ۳/۴ قیراط
میزان	۳۲۳۷ دینار ۴ ۳/۴ قیراط
منہا[1]	۳۲۳۷ دینار ۴ ۳/۴ قیراط
لوئی پان	۳۷۰۳ دینار ۱۰ ۱/۴ قیراط

مشکل یہ ہے کہ باقی رقم کہاں خرچ ہوئی ؟ ہمیں معلوم ہے کہ یہ الفسطاط کے خزانے یا بیت‌المال میں نہیں دی گئی - پھر کیا یہ فراہم ہوئی تھی ؟ بیل نے دو امکانی نظریے پیش کیے ہیں :

۱ - باقی رقم جمع ہوئی اور مقامی مصارف پر صرف کی گئی -

۲ - عرب حکومت ہمیشہ محاصل کی مقررہ مقدار پوری وصول نہیں کرتی تھی -

بیل کا احساس یہ ہے کہ بہ حیثیت مجموعی جو حد درجہ معمولی شہادت موجود ہے ، اس سے پہلے نظریے کی تائید ہوتی ہے - چنانچہ بیل کہتا ہے کہ ایبی زیٹومینا سے مراد مطلوبہ اور فراہم شدہ رقم تھی اور جو رقم خزانے یا بیت‌المال میں داخل نہیں ہوتی تھی ، وہ مقامی طور پر صرف کی جاتی تھی[2] - مگر اتنی بڑی رقم کے مقامی طور پر خرچ ہونے کا کوئی حساب پیش کرنا ممکن نہیں - مثلاً بیت‌المال یا خزانے میں رقم ادا کرنے اور لوجسمیا الگ کر دینے کے بعد ایفروڈیٹو کی رقم کا بقایا ۳۷۵۴ دینار تھا - یہ پوری رقم مقامی طور پر صرف ہوئی - یہ مقامی

1 - Loipon -

2 - بیل ص ۸۳ -

سرکاری کارکنوں کی تنخواہوں میں نہ دی گئی ، کیونکہ تنخواہیں ٹثارٹیا سے ادا کی جاتی تھیں ۔ یہ دودھ ، بھیڑوں ، شہد ، لیڈ ، رسوں ، گدوں ، تھیلوں ، لنگر کے تاروں ، لباس ، ایندھن ، لوہے کے سامان اور دوسری غیر معمولی ضروریات پر بھی صرف نہ ہوئی ، کیونکہ ان تمام چیزوں کے لیے الگ الگ مدیں مقرر تھیں ۔ یہ گندم کی اس مقدار کے لیے بھی استعمال نہ ہوئی ، جو خراج کے ساتھ وصول کیے جاتے تھے ۔

نتیجہ صرف ایک نکلتا ہے کہ اس بقایا کا کوئی مصرف ذہن میں نہیں آتا ۔ رقم خاصی بڑی تو‌ی یعنی ایپی‌زیٹومینا کی تقریباً نصف اور جو رقم عربوں کے بیت‌المال میں داخل کی جاتی تھی اس سے یہ چھ سو چھ دینار زیادہ تھی ۔

ایک اور معاملے کی وجہ سے مسئلہ زیادہ پیچیدہ ہو جاتا ہے ۔ بعض مقامات ایسے تھے ، جو بقایا پاس رکھنے کی بجائے اپنے حصے سے زیادہ رقم بیت‌المال میں داخل کرتے تھے ۔ بعض مقامات میں یہ صورت وقتاً فوقتاً پیش آتی تھی ، دوسرے مقامات میں سال بہ سال یہی ہوتا تھا ۔ مثلاً قریۂ بسیرو[1] کا ایپی‌زیٹومینا ستر دینار اکیس قیراط تھا — ٦٩٩ء — ٧٠٣ء کی شش سالہ مدت کے اندر بیت‌المال میں مندرجہ ذیل رقوم جمع کی گئیں : ستتر دینار بارہ قیراط ، چھہتر دینار اکیس قیراط ، ستر دینار دس قیراط ، ستتر دینار چار قیراط ، اسی دینار چھ قیراط ۔ گویا ہر سال بقایا کے بجائے دس فی صد خسارہ رہا[2] ۔ دوسری طرف کرامیون[3] کا مقررہ حصہ پچاس دینار انیس قیراط تھا مگر مذکورہ شش سالہ مدت کے اندر بیت‌المال میں مندرجہ ذیل رقوم داخل کی گئیں : نو دینار تین قیراط ، نو دینار چار قیراط ، سات دینار دس قیراط ، سات دینار بارہ قیراط ، سات دینار آٹھ قیراط ، نو دینار چار قیراط

---

1 - Psyrus -

2 - پیپرس نمبر ١٣١٢ -

3 - Keramion -

جو باقی رقم بیت المال میں داخل نہ کی گئیں حصۂ رسدی کا اسی فی صد تھی ۔ پاکونیس کا حصۂ رسدی تین سو اکہتر دینار آٹھ قیراط تھا ۔ بیت‌المال میں مندرجہ ذیل رقمیں داخل کی گئیں : تین سو اکاسی دینار دس قیراط ، تین سو تراسی دینار بارہ قیراط ، تین سو ستاون دینار ، تین سو چھپن دینار اٹھارہ قیراط ، تین سو چھپن دینار اٹھارہ قیراط ، تین سو چوھتر دینار دس قیراط گویا تین سال بیشی رھی ، تین سال کمی ۔ یہ پیپرس قرہ بن شریک کے گورنر بننے سے تھوڑی مدت بعد ختم ھوگئی ۔ قرہ کے نظم و نسق سے دو سال بعد ھمیں رقموں کی ادائی میں بہت اضافہ ملتا ھے ، مثلاً پاکونیس کا حصہ رسدی پہلے تین سو اکہتر دینار آٹھ قیراط تھا ، اب وہ چار سو اٹھانوے دینار داخل کرنے لگا ۔ بسیرو کا حصہ ستر دینار اکیس قیراط تھا ، اب وہ ایک سو چار دینار بارہ قیراط ادا کرنے لگا ۔ کرامیون کا حصہ پچاس دینار اکیس قیراط تھا اور وہ بالاوسط آٹھ دینار سالانہ ادا کرتا رھا ؟ اب وہ ۲۵½ دینار ادا کرنے لگا ۔[1]

اس کی توجیہہ کیا ھے ؟ عربوں نے بسیرو کی کمی پوری کرنے کے لیے کرامیون سے زیادہ روپیہ کیوں نہ لے لیا ؟ بیل نے تین ایسی مثالیں پیش کی ھیں جب ایک گاؤں کی زیادہ رقم خود ایفروڈیٹو شہر نے ادا کی اور پیپرس نمبر ۱۳۱۶ میں ایک عنوان ھے ، جس سے ظاھر ھوتا ھے کہ پندرھویں تشخیص کی زائد رقم پہلی تشخیص کے روپے سے پوری کر لی گئی تھی ، لیکن یہ متفرق مثالیں بیسیوں معاملات کے لیے توجیہہ نہیں بن سکتیں ۔

میرے نزدیک اس مسئلے کا حل لفظ ایپی‌زیٹومینا کی تعریف میں مضمر ھے ۔ اس لفظ کے معنی ھیں محاصل کا حصہ لیکن محاصل کا سالانہ حصہ نہیں ۔

۱ ۔ چونکہ ایپی‌زیٹومینا کی مقدار ۶۹۹ء سے ۷۰۴ء تک

1 - بیکر قرہ پیپری Der Islam II ص ۲۶۷ ۔

غیر متبدل رهی ، پھر ٦۱٦ء اور ٧۲۱ء کے درمیان بھی مقدار میں کوئی فرق نہ آیا ، لہذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ ٦۹۹ء سے ٧۲۱ء تک مقدار ایک رہی - اگر یہ درست ہے تو سمجھ میں نہیں آتا کہ الفسطاط میں عرب سال بہ سال تشخیص کے رجسٹروں کی چھان بیں کیوں کرتے تھے -

۲ - پیپرس نمبر ۱۴۱٦ میں حصوں کی مقدار مختلف ہے - چونکہ پہلی اور پندرھویں تشخیص پیپرس نمبر ۱۴۱۲ اور نمبر۱۴۱۳ میں مذکور ہے اور پیپرس ۱۴۱٦ ان دو سے مشابہ نہیں ، لہذا وہ ٦۹۹ء — ٧۲۱ء کے اندر نہیں آسکتی اور اس کی اغلب تاریخ پیپرس ۱۴۱۳ کی پہلی تشخیص کے بعد آتی ہے یعنی ٧۳۲ء - اب پیپرس ۱۴۱٦ کا نہایت دلچسپ نکتہ یہ ہے کہ نئے ایپی‌زیٹومینا کو مختلف اعتبارات سے ان رقموں کے برابر رکھا گیا ہے جو ٦۹۹ء اور ٧۲۱ء کے درمیان خزانے میں داخل ہوتی رهیں - مثالیں جدول نمبر ۱ سے واضح ہوں گی -

جدول نمبر۱

نام قریہ	ایپی‌زیٹومینا ٦۹۹ء-٧۲۱ء	اوسط اداتی ٦۹۹ء-٧۲۱ء	ایپی‌زیٹومینا ٧۳۲ء
بولون	۴٠ دینار ۵ قیراط	۲۳ دینار ۱ قیراط	۲۲ دینار
کرامیون	۵٠ ,, ۱۹ ,,	۳٠ ,, ۵ ,,	۲۳ ,,
بسیرو	٧٠ ,, ۲۱ ,,	٧۲ ,, ٧ ,,	۸٦ ,,

۳ - قاطع ثبوت پیپرس نمبر ۱۴۲٠ سے ملتا ہے ، جس پر ٧٠٦ء ثبت ہے - یہ پیپرس جمع محاصل کی ایک دستاویز یا میرس موس (merismos) ہے - اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ محصول گزار فرد سے کتنا روپیہ وصول ہوا - اس محصول گزار کے نام جزیہ ، اس کی مزروعہ اراضی اور مقدار مالیہ سب کچھ درج ہے - جدول نمبر ۲ میں پانچ مزرعوں اور دو مزرعوں کے اعداد پیش کیے گئے ہیں -

جدول نمبر۲

محصول	پانچ مزرعے*	دو مزرعے†
مالیۂ اراضی	۱۶۷$\frac{۲}{۳}$	۱۷۱$\frac{۱}{۲}$
جزیہ	۲۳۰	۴۰$\frac{۱}{۳}$
میزان جو داخل بیت‌المال ہونی چاہیے -	۳۹۷$\frac{۲}{۳}$	۲۱۱$\frac{۱}{۲}$+$\frac{۱}{۳}$

* پیرس ۱۳۲۰ سطر ۲-۴ -

† پیرس ۱۳۲۰ سطر ۱۵۵-۱۵۷ -

اب ہمیں ایپی زیٹو مینا نہیں ، بلکہ یہ دیکھنا چاہیے کہ پانچ مزرعوں اور دو مزرعوں میں پیرس ۱۳۱۲ کے مطابق ۱۶۹۹ء سے ۱۷۰۵ء تک کتنی رقمیں داخل بیت‌المال کی گئیں - یہ رقمیں جدول نمبر۳ میں درج ہیں -

جدول نمبر۳

بیت‌المال میں داخل شدہ رقمیں

۱۶۹۹ء — ۱۷۰۵ء

	۱۶۹۹ء	۱۷۰۰ء	۱۷۰۱ء	۱۷۰۲ء	۱۷۰۳ء	۱۷۰۴ء	۱۷۰۵ء*
پانچ مزرعوں کے لیے	۳۴۴$\frac{۲}{۳}$	۴۲۰$\frac{۲}{۳}$	۳۸۵$\frac{۲}{۳}$	۳۸۵$\frac{۲}{۳}$	۳۸۵$\frac{۲}{۳}$	۳۹۷$\frac{۲}{۳}$	۳۹۷$\frac{۲}{۳}$
دو مزرعوں کے لیے	۲۳۳$\frac{۱}{۲}$+$\frac{۱}{۳}$	۲۲۶$\frac{۱}{۲}$+$\frac{۱}{۳}$	۲۰۵$\frac{۱}{۲}$+$\frac{۱}{۳}$	۲۰۵$\frac{۱}{۲}$+$\frac{۱}{۳}$	۲۰۵$\frac{۱}{۲}$+$\frac{۱}{۳}$	۲۱۱$\frac{۱}{۲}$	۲۱۱+$\frac{۱}{۳}$

*یہ رقمیں پیرس ۱۲۲۰ سے اخذ کی گئیں -

اس جدول سے واضح ہو گیا ہوگا کہ پپیرس ۱۳۲۰ کے مطابق پانچ مزرعوں کے لیے ۵۰۷ء میں جو رقم وصول کی گئی وہ ۷۰۴ء کی رقم کے برابر تھی یعنی ۳۹۷⅔ - چونکہ بیل ہمیں بتاتا ہے کہ محاصل ہر سال تشخیص کے بعد وصول کیے جاتے تھے - نتیجہ یہ نکلا ہے کہ پپیرس ۱۳۱۲ میں ۷۰۴ء کی تشخیص کا خلاصہ پیش کیا گیا ہے اور پپیرس ۱۳۲۰ کے رو سے تشخیص کے مطابق ۷۰۵ء میں رقم وصول کر لی گئی - یہ تبصرہ دو مزرعوں کے لیے بھی درست ہے - پپیرس ۱۳۲۱ پر کوئی تاریخ درج نہیں ، لیکن اس کی عام حیثیت ۱۳۲۰ کے برابر ہے - یہ تین مزرعوں کے لیے تشخیص کی دستاویز ہے - مالیے اور جزیے کی مجموعی رقم اس میں ۳٦٧⅓ بتائی گئی ہے - پپیرس ۱۳۱۲ (سطر ۴۷۸) کے رو سے تین مزرعوں نے ۷۰۴ء میں ۳٦٧⅓ دینار بیت‌المال میں داخل کیے - گویا پپیرس ۱۳۲۱ بھی اسی سال سے متعلق ہے ، جس سے ۱۳۲۰ یعنی ۷۰۵ء - ظاہر ہے کہ وہی روپیہ وصول کیا گیا ، جو بیت‌المال میں داخل کیا گیا - بقایا کو غیر حقیقی رقم سمجھ لینا چاہیے - دوسرے لفظوں میں ایپی زیٹو مینا اور بیت‌المال میں داخل شدہ رقم کے درمیان جو فرق نظر آتا ہے وہ وصول ہی نہ کیا گیا -

یقینی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ایپی‌زیٹومینا سالانہ وصول طلب حصہ نہ تھا - پھر یہ کیا تھا ؟ اغلب نظریہ یہ ہے کہ ایپی‌زیٹو مینا وہ حصہ تھا ، جو وقتی مردم شماری کے کسی ایک موقع پر عربوں نے مقرر کر دیا تھا - ایک مرتبہ مقرر ہو جانے کے بعد یہ رقم بہ طور ایک نصب‌العین کے قائم رہی - غالباً ابتدا میں پوری کی پوری وصول کر لی گئی ، پھر سال بہ سال حقائق پر نظر رکھتے ہوئے اس میں تخفیف ہوتی گئی - بعض دیہات زیادہ بڑے اور خوشحال ہو گئے، مثلاً بسیرو - بعض پر

زوال طاری ہو گیا ، مثلاً کرامیون ۔ پا کونیس اصل حالت پر قائم رہا ۔ گویا ہر سال محاصل کی تشخیص کے موقع پر عرب حقیقت حال پیش نظر رکھ لیتے تھے ، لیکن بقایا کے رجسٹروں میں سابقہ مردم شماری پر قائم شدہ ایپی‌زیٹومینا برابر درج ہوتا، تاکہ ایک ہی نظر میں تبدیلیوں کی کیفیت واضح ہو جائے ۔ پیپرس ۱۴۱۲ ' ۱۴۱۳ اور ۱۴۱۴ (۶۹۹ء - ۷۲۱ء) میں جس ایپی‌زیٹو مینا کا ذکر ہے ، وہ عبدالعزیز بن مروان کی کرائی ہوئی مردم شماری پر مبنی تھا ۔ اس کے بعد ابن‌الحجاب نے مردم شماری کرائی ، جس کی تاریخ ۷۳۵ء سے پیشتر نہیں سمجھی جا سکتی ۔ غالباً اس کے بعد سمجھنی چاہیے ۔ پیپرس ۱۴۱۶ ایپی‌زیٹومینا اسی مردم شماری پر مبنی تھا ۔ اس کی تاریخ ۷۳۲ء ہے ۔

خلاصہ یہ ہے :

۱ ۔ ایپی‌زیٹومینا محاصل کا مقررہ حصہ تھا، جو سابقہ مردم شماری پر مبنی ہوتا اور بعد کی مردم شماری تک جاری رہتا ۔

۲ ۔ جو محاصل جمع کیے جاتے تھے ، وہی تھے ، جنھیں بیت‌المال میں داخل کر دیا جاتا تھا ۔

۳ ۔ محاصل کا فیصلہ ہر سال حکومت انفرادی تشخیص کی بنا پر کرتی ۔ ان کی مجموعی مقدار آبادی اور زمین کی پیداوار کے مطابق بدلتی رہتی ۔

۴ ۔ ایسے محاصل کے اس نظام سے کوئی مناسبت نہیں ، جس کا ذکر بیکر نے کیا ہے ۔

اس کے بعد کی پیپری میرس موئی ہے ، یعنی الھیں جمع محاصل کے رجسٹر سمجھنا چاہیے ۔ یہ ۱۴۱۹ سے شروع ہوتی

ہے ۔ افسوس ان سے زیادہ معلومات حاصل نہیں ہوتیں کہ زمین پر مالیے کی تشخیص کا طریقہ کیا تھا ۔ تین پپیری (۱۳۲۷ ' ۱۳۲۸ ' ۱۳۲۹) میں محض ہر شخص کی زمینوں کا رقبہ بیان گیا ہے اور شرح مالیہ میں بہت اختلاف ہے۔ غالباً اختلاف کی وجہ یہ ہوگی کہ زمینوں میں آبیاری اور پیداوار کے اعتبار سے فرق ہوگا ۔ بیکر کا خیال بھی ہے[1] ۔ مختلف میرس موئی (جمع محاصل و تشخیص کے رجسٹر) میں بعض مشکلات بھی پیش آتی ہیں ، کیونکہ چودہ پپیری (۱۳۱۹—۱۳۳۲) میں سے صرف دو کی حیثیت یکساں ہے ، ایک ۱۳۲۱ دوسری ۱۳۲۳ ۔ ایک میں صرف محصول گندم کا ذکر ہے ، دوسری میں گندم کے بقایا کا ۔ ۱۳۲۰ کا تعلق مالیہ زمین ، جزیہ اور محصول گندم سے ہے اور ۱۳۲۱ میں محصول مصارف بھی شامل کر لیا گیا ہے ۔ طویل ترین پپیرس دو کو مستثنیٰ کرنے کے بعد ۱۳۱۹ ہے ، جس میں جزیے کا کوئی حساب نہیں ۔ البتہ مالیۂ اراضی محصول گندم کے علاوہ دو ایسی رقموں کا ذکر ہے ، جن کا تعین بیل نہیں کر سکا[2] ۔ میری رائے یہ ہے کہ ان دو رقموں میں سے لوجسمیا اور متعدد دوسرے محاصل شامل ہیں ، جن کے لیے اس مجموعے میں کوئی رجسٹر موجود نہیں ۔

تمام پپیری میں سے صرف ۱۳۲۰ ہی ایسی ہے ، جس میں پورے حلقۂ محاصل (پانچ مزرعے) کے متعلق کوئی رخنہ نہیں ۔ چونکہ مالیۂ اراضی ، جزیہ اور محصول گندم کا اس میں ذکر ہے اس لیے یہی پپیرس محتاط مطالعے کا بہترین موقع پیدا کرتی ہے ۔

پانچ مزرعوں میں پچانوے آدمی بہ حیثیت مجموعی دو سو لیس دینار جزیہ ادا کرتے تھے ، جو بالاوسط فی کس ۲٫۴۲ دینار بنتا تھا ۔ ۱۶۷٫۶۶ دینار مالیہ اراضی کے لیے تہتر اندراجات ہوئے اور بالاوسط ۲٫۲۹ دینار فی کنبہ بنتے ہیں ۔ مالیہ اراضی کے

---

1 ۔ بیل ص ۱۷۱ نوٹ نمبر ۱ ۔
2 ۔ بیل ص ۱۷۶ ۔

الدراجات میں ایسے عنوان بھی ھیں ، از ابنائے فلاں یا فلاں فلاں اصحاب تخصیص سے ۔ اس طرح ظاھر ھوتا ھے کہ بہتر سے زیادہ اشخاص رقم کی فراھمی کے ذمہ دار تھے ۔ جزیے کی تشخیص کی بنیاد پپیری ۱۴۲۶ سے ملتی ھے ۔ اس عجیب و غریب دستاویز میں کسی اور شخص نے ترمیم کی ، جو تقریباً سراسر غلط تھی ۔ حسن اتفاق سے صرف ادائے جزیہ کا حصہ تبدیل کیا گیا ۔ باقی دو رقمیں ، جن کا ذکر ھوا ، ان میں سے پہلی محصول نفقہ تھی ، دوسری محصول نفقہ اور جزیہ ۔ یوں اگر محصول نفقہ کو پوری رقم سے خارج کر دیا جائے تو ابتدائی رقم جزیہ معلوم ھو سکتی ھے جو ترمیم سے پیشتر مرقوم تھی ۔

اس رجسٹر کا فارمولا جدول نمبر ۴ میں پیش کیا گیا ۔ پہلی ، چوتھی اور گیارھویں سطر چھوڑ کر معلوم ھوگا کہ فی‌الجملہ شرح تخصیص دو دینار فی کس ھے ۔ یہ بیل کا نظریہ ھے کہ امیر اور غریب کے درمیان جزیہ برابر کرنے کی غرض سے دو دینار فی کس کی شرح مقرر کر لی گئی ، لیکن اکثر آدمیوں کو "فی کس" سے کم سمجھا جاتا تھا ، مثلاً تیسری سطر میں محصول گزار کو انسان کا $\frac{۲}{۳}$ فرض کیا گیا ھے ، لہذا اس سے دو دینار فی کس کے حساب سے صرف $۱\frac{۱}{۳}$ دینار لیے گئے ۔ دسویں سطر میں محصول گزار کو نصف آدمی مانا گیا اور اس نے صرف ایک دینار ادا کیا [1] ۔ آخری سطر میں محصول گزار کو $\frac{۵}{۶}$ آدمی تجویز کیا گیا اور اس سے $۱\frac{۲}{۳}$ دینار لیے گئے ، لیکن یہ بھی واضح رھنا چاھیے کہ تین صورتیں ایسی ھیں ، جن میں شرح بھی بدلتی رھی اور اس کے لیے کوئی وجہ جواز سمجھ میں نہیں آتی [2] ۔ تاھم اس پپیرس اور پپیرس ۱۴۲۰ سے مندرجہ ذیل امور اخذ کیے جا سکتے ھیں :

---

1 ۔ مراد یہ ھے کہ فرد کو نفس فرد کے اعتبار سے نہیں بلکہ وسائل کے اعتبار سے فی کس مانا گیا ۔ کسی کے وسائل کم ھوتے تو جزیہ گھٹا دیا جاتا زیادہ ھوتے تو بڑھا دیا جاتا ۔

2 ۔ بیل ص ۱۷۱-۱۷۲ ۔

۱ - جزیہ اُن اشخاص کے سالانہ بار میں کوئی بے حقیقت مقدار نہ تھی جو اسے ادا کر رہے تھے۔ یہ تقریباً مالیۂ زمین کی نقد رقم کے برابر تھا (یعنی محصول گندم اور دوسرے غیر معمولی محاصل کو الگ رکھتے ہوئے) اور اکثر بہت زیادہ ہوتا تھا۔

جدول نمبر ۴

سطر	نام	تعداد محصول گزاران	ہر فرد کا تناسب بہ اعتبار وسائل	جزیہ	شرح جزیہ فی کس
۱	....		۱	۳	۳
۲	....	.	۱	۲	۲
۳	....	۱	۲/۳	۱ ۱/۳	۲
۴	....	۱	۱	۲ ۱/۳	۲ ۱/۳
۵	....	۱	۲/۳	۱ ۱/۳	۲
۶	....	۱	۲/۳	۱ ۱/۳	۲
۷	....	۱	۲/۳	۱ ۱/۳	۲
۸	....	۱	۲/۳	غالباً ۱ ۱/۳	۲
۹	....	۱	اس کا صحیح مفہوم واضح نہ ہو سکا		
۱۰	....	۱	۱/۲	۱	۲
۱۱	....	۱	۲/۳	۱ ۱/۲	۲ ۱/۴
۱۲	....	۱	۲/۳	۱ ۱/۳	۲
۱۳	....	۱	۲/۳	۱ ۱/۳	۲
۱۴	....	۱	۲/۳	۱ ۱/۳	۲
۱۵	....	۱	۵/۶	۱ ۲/۳	۲

۲ - جزیه یقیناً محصول گزار کی دولت کے مطابق عائد کیا جاتا تھا - نمبر ۱۳۲۶ سے ظاہر ہے کہ تشخیص کے لیے محصول گزاروں کا فی کس تناسب بہ اعتبار وسائل مقرر کیا جاتا تھا -

۳ - معلوم ہوتا ہے کہ دو دینار محصول گزار کے لیے اوسط تجویز کر لیا گیا تھا یہ وہی عدد ہے ، جو اسلامی تاریخوں میں بیان ہوا -

یہ بھی معلوم ہوگا کہ پانچ مزرعوں میں ۱۳۲۰ کے مطابق پچانوے افراد جزیہ ادا کرتے تھے اور تہتر مالیہ اراضی - ہمیں پپیری میں ایسی مثالیں بھی ملتی ہیں کہ لوگ جزیہ دیتے تھے مالیہ نہیں دیتے تھے - اس کی بدیہی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ جن لوگوں کے پاس زمین نہیں تھی ، وہ مالیہ بھی نہیں دیتے تھے - اس کے دو ثبوت ہیں :

۱ - دوسرے اندراجات کے برعکس بے زمین محصول گزاروں کو کبھی مالکان زمین کی فہرست میں درج نہیں کیا گیا -

۲ - اکثر صورتوں میں محصول گزار کا پیشہ درج کر دیا گیا ہے اور جو لوگ مالیۂ زمین ادا نہیں کر سکتے تھے ، ان کا ذکر یوں آتا ہے : سٹیفن گڈریا (سطر ۱۲۹) ، بنیس روغن ساز (سطر ۱۳۳) ، لیونتیوس روغن ساز (سطر ۱۳۲) -

اس کے برعکس بے شمار آدمی ملتے ہیں ، جو مالیہ ادا کرتے تھے اور جزیہ نہیں دیتے تھے - اس سے ایک نیا نازک مسئلہ پیدا ہوتا ہے - یہ یقینی ہے کہ ان میں سے کوئی بھی نو مسلم نہ تھا ، ورنہ اس کا ذکر بہ طور مولیٰ کیا جاتا - اور مولیٰ ایک عام اصطلاح ہے ، جو ان دستاویزوں میں نو مسلموں کے لیے استعمال کی گئی - یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اسلامی حکومت نے مندرجہ ذیل لوگوں کو جزیے سے مستثنیٰ کر دیا تھا :

۱ - عورتیں -

۲ - لڑکے جو بالغ نہ ہوئے ہوں -

۳ - راہب اور پادری -

۴ - بہت مفلس ، سن رسیدہ ' اپاہج جو اپنی روزی پیدا کرنے کے ناقابل ہوں -

یہ حقیقت پیش نظر رکھ لینا مفید ہوگا کہ یہ قواعد پپیرس ۱۴۲۰ میں کس طرح منعکس ہوئے - اس میں ستاون افراد کا ذکر ہے ، جو مالیہ دیتے تھے ، جزیہ نہیں دیتے تھے - ان میں سے بارہ عورتیں (سطر ۴۶ ، ۵۴ ' ۷۲ ' ۷۶ ' ۸۰ ' ۹۱ ' ۹۵ ' ۱۱۹ ' ۱۲۰ ' ۲۰۸ ' ۲۱۱ ' ۲۵۱) ، چار لڑکے (سطر ۲۱ ، ۳۹ ، ۲۰۹ ' ۳۰۵ ، غالباً ۲۵۳) بھی لڑکا ہی تھا - چار پادری (سطر ۶۹ ' ۷۷ ' ۱۹۱ ، ۲۰۰)، ایک ڈیکن یعنی مسیحی مہتمم صدقات (سطر ۱۶۳) -

پپیری کے پورے مجموعے میں ایک بھی مثال موجود نہیں ، جس سے ثابت ہو کہ کسی ایسے آدمی سے جزیہ لیا گیا ، جو پادریوں میں محسوب تھا - یہی کیفیت صدقات کے مہتمموں اور دوسرے کلیسائی کارکنوں کی تھی - خانقاہوں اور گرجوں کے متعلق بہت سی دستاویزیں موجود ہیں ، جن میں بتایا گیا ہے کہ مالیۂ زمین اور محصول گندم وصول کیا گیا ، لیکن ایک نہایت عجیب و غریب استثناء کے سوا جزیہ وصول کرنے کی ایک بھی مثال نہیں ملتی - پپیرس نمبر ۱۴۱۹ میں گرجوں اور خانقاہوں کے ادائے مالیہ کی بے شمار مثالیں دی ہیں (سطر ۵۲۴ ' ۵۲۶ ' ۵۲۸ ' ۵۳۰ ' ۵۴۹ ' ۵۵۱ ' ۵۵۶ ' ۱۰۰۲ ' ۱۰۰۳) - سطر ۱۲۶۹ کے آغاز میں ہمیں چھ خانقاہوں کے ادائے محاصل کی فہرست ملتی ہے - اس میں سے پانچ نے مالیہ اور

گیہوں دیے ، لیکن ایک خانقاہ اباھر موت[1] کے سلسلے میں بڑی رقموں کی ایک تعداد کا عنوان ھے جزیہ ۔ یہ جزیہ ایفروڈیٹو کے کسی شخص کے لیے ادا کیا گیا اور رقم اٹھاون دینار تھی ۔ ستتر دینار کی ایک اور رقم سناروں کے لیے ادا کی گئی ۔ دو آدمیوں نے چار دینار اور چھ دینار دیے ۔ یہ قرین قیاس نہیں کہ کسی خانقاہ میں سناروں کی بڑی تعداد رہتی تھی ، جو اتنا جزیہ دینے کے لائق تھے ۔ اغلب یہ ھے کہ اس معاملے میں خانقاہ نے محصل کی خدمات انجام دی ۔ اس کی مزید تصدیق یوں ھوتی ھے کہ اباھرموت نے ان لوگوں کی طرف سے سڑسٹھ اردب گیہوں دیے اور پیپرس ۱۴۳۲ سطر ٦٣ سے ھمیں معلوم ہوتا ھے کہ خود خانقاہ کی طرف سے محصول میں صرف چھ اردب گیہوں دیے گئے ۔

اس حد درجہ مشتبہ استثناء کے سوا کسی راھب یا پادری کے جزیہ ادا کرنے کی کوئی مثال نہیں ملتی ۔ اس سے میرے دعوے کی سلبی شہادت ملتی ھے کہ الاصبغ نے ایک دینار فی راھب جو محصول لگایا تھا وہ مستقل نہ تھا ۔

اب پھر ھمیں پیپرس ۱۴۲۰ کی طرف متوجہ ھونا چاھیے (سطر ۷۷ — ۷۹) یعقوب نام ایک پادری اور دو اور آدمیوں کا ذکر کیا گیا ھے ، جو جزیہ ادا نہیں کرتے ، مگر زمینوں کے لیے مالیہ ادا کرتے ھیں ، جو ابا تورینو[2] میں واقع تھی ۔ بیکر نے خانقاہ کے نام جو طلب نامہ شائع کیا ھے ۔ اس میں مقام کو عربی میں طرین اور یونانی میں تورنیو بتایا گیا ھے[3] ۔ اس سے معلوم ھوتا ھے کہ پادری یعقوب اور اس کے دو ساتھی اسی خانقاہ سے متعلق تھے اور وہ جزیے سے مستثنیٰ تھے ۔ اور بہت

---

1 - Abba Hermaotos -

2 - Abba Taurinou -

3 - بیکر ص ۱۱۱ ، بیل پیپری XVII ۔

سے محصول گزار پادریوں کے بیٹے تھے ، جن میں سے بعض جزیہ ادا کرتے تھے اور بعض نہیں ، لیکن اس سلسلے میں باپ کے بیٹے کا ذکر غیر معمولی معلوم ہوتا ہے ۔ سمجھا جا سکتا ہے کہ جو بیٹے جزیہ ادا نہیں کرتے تھے ، وہ بلوغ کو نہیں پہنچے تھے ، مگر اس مفروضے میں پیچیدگی بدیں وجہ پیدا ہوتی ہے کہ پادری کا لفظ ہر جگہ بہ طریق اختصار استعمال کیا گیا ہے اور یقین کی بنا پر یہ کہنا ممکن نہیں کہ یہ حالت اضافی ہے ۔ مثلاً سطر ۷۴ میں اپولو[1] کولوتھ پری کے الفاظ درج ہیں اور ان کا ترجمہ یوں کرنا ممکن نہیں : اپولو بن کولو تھوس[2] پادری یا اپولوپادری ابن کولوتھوس ۔ اس بارے میں قطعی شہادت موجود نہیں ۔

باقی رہے غریب آدمی تو صرف ایک مثال ایسی ملی ہے، جہاں ایک آدمی ایک دینار سے کم مالیہ ادا کرتا تھا ، ساتھ ہی جزیہ بھی دیتا تھا اور دو شخص ایسے ملے ہیں ، جو پورا مالیہ بھی اد کرتے تھے اور جزیہ بھی دیتے تھے ۔ مالیہ فی کس بالاوسط دو دینار سے زیادہ ہے اور یہی کیفیت جزیے کی ہے ۔ جن افراد کا ذکر سطر ۲۰ ، ۲۲ ، ۳۵ ، ۵۵ ، ۵۶ ، ۷۵ ، ۱۰۰ ، ۱۶۸ ، ۱۹۰ میں آیا ہے ہم فرض کر لیتے ہیں کہ وہ اتنے غریب تھے کہ جزیہ دے نہیں سکتے تھے کیونکہ وہ بالترتیب ۱/۳ دینار ، ۲/۳ دینار ، ۱/۲ دینار ، ۲/۳ دینار ، ۲/۳ دینار ، ۱/۲ دینار ، ۲/۳ دینار ، ۱ دینار ، ۱/۲ دینار ، ۱/۲ دینار مالیہ ادا کرتے تھے ۔ اسی طرح جن لوگوں کا ذکر سطر ۲۰۴ ، ۲۰۵ ، ۲۵۷ میں آیا ہے اور وہ خانقاہی زمینیں سنبھالے بیٹھے تھے انہیں بھی مستثنیٰ رکھا گیا ۔

- Apollo - 1

- Kolluthos - 2

ستاون مثالوں میں سے پینتیس کے متعلق یہ وجہ پیش کی جا سکتی ہے کہ محصول گزار عورت تھی یا بچہ یا غریب آدمی یا پادری یا راہب ۔ باق لوگوں میں سنوتھیوس[1] (شنودہ) (سطر ۸۲) کو عالم (سکولیسٹیاکوس ،) (Scholastikos) ایلوخ[2] (سطر ۱۸۲) چوکیدار ، فوئی بامون[3] (سطر ۷۷) کو پانچ مزرعوں کا تشخیص کنندہ (سطر ۱) اور ساخو[4] (سطر ۸۳) ایک سرکاری عہدہ دار معلوم ہوتا ہے (پپیرس نمبر ۱۵۲۲) ۔ ہم اس سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ بعض لوگوں کو خاص استحقاق حاصل تھا یا وہ سرکاری افسر تھے اس لیے جزیہ ادا نہیں کرتے تھے ۔ ایک شخص الیاس ہورنحیوس[5] اور دوسرے لوگ سات دینار مالیہ ادا کرتے تھے ، لیکن جزیہ کی ایک پائی بھی ان کے ذمے عائد نہ تھی (سطر ۱۸۵)۔ چونکہ یہ اجتماعی ادائی تھی ، اس لیے سمجھا جا سکتا ہے کہ یہ سب کے سب غریب تھے ، اگرچہ ہمارے پاس کوئی ایسا ذریعہ نہیں کہ "دوسرے لوگ" میں کتنے افراد شریک تھے ۔ اگر پپیرس نمبر ۱۴۲۰ کا ایوب (سطر ۱۹۳) وہی تھا ، جس کا ذکر پپیرس نمبر ۱۴۱۹ (سطر ۹) میں آیا ہے اور جس نے خانقاہ کی طرف سے رقم ادا کی تو ہم سمجھ سکتے ہیں کہ یہ ایوب پادری یا راہب تھا ۔

مزید نتائج اخذ کرنا خطرناک معلوم ہوتا ہے ۔ واضح شہادت یہ ہے کہ عورتیں ، بچے ، پادری ، راہب اور مہتمین صدقات جزیہ نہیں دیتے تھے اور غریبوں سے بھی جزیہ نہیں لیا جاتا تھا ۔ سب سے آخر میں یہ کہ بعض افراد استحقاقاً جزیے سے مستثنیٰ تھے ، جس کی تائید عمرؓ بن عبدالعزیز کے ایک حکم

---

1 - Senuthios -

2 - Enoch -

3 - Phoibammon -

4 - Psacho -

5 - Horounchius

کی عجیب و غریب سلبی عبارت سے ہوتی ہے : '' عمرؓ (بن عبدالعزیز) نے حکم دیا کہ جزیہ ان تمام لوگوں سے وصول کیا جائے ، جو مسلمان نہیں ہوئے ، ان سے بھی جو جزیہ دینے کے عادی نہ تھے[1] - بہ ظاہر بہت سے لوگ جزیہ ادا نہیں کرتے تھے جیسا کہ خراسان میں یقینی طور پر ہوتا رہا ، لیکن اس پر بحث ہم آئندہ باب میں کریں گے -

بہ حیثیت مجموعی میرس موئی (Merismoi) میں جتنی بھی معلومات موجودہیں - ان سے جزیے کی مقدار اور تشخیص کے متعلق عربوں کے بیانات کی تصدیق ہوتی ہے -

اس باب کی آخری دلیل مفرورین کے مسئلے سے ملتی ہے - لوگ محاصل سے بچنے کے لیے راہ فرار اختیار کر لیتے تھے ، اور سرسری طور پر یہ ذہن میں آتا ہے کہ بچ نکلنے کی بہترین جگہ مصر سے باہر ہوسکتی تھی ، مگر بد قسمتی سے نا خوشگوار لوبیا کے سوا اور کوئی مقام نہ تھا ، جہاں مفرورین عربوں کی گرفت سے باہر ہوسکتے - ہمیں معلوم ہے کہ حرکت دو طرفہ تھی - مثلاً دو پیگارکیوں کو لیجیے - ایک الف اور دوسری ب - ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ قانوناً پیگارکی الف کے باشندے تھے ، وہ بھاگ کر پیگارکی ب میں چلے جاتے اور عین اسی وقت پیگارکی ب کے باشندے بھاگ کر پیگارکی الف میں چلے جاتے - یہ ثبوت پیپرس نمبر ۱۴۶۰ میں موجود ہے ، جو ۷۰۹ء کی مرتبہ ہے - اس میں ان مفرورین کی فہرست دی گئی ہے ، جو ایفروڈیٹو آئے ، ساتھ ہی اس مقام کا نام مذکور ہے ، جس کے وہ قانوناً باشندے تھے - پیپرس نمبر ۱۴۶۱ بھی اسی سال کی ہے - اس میں ان مفرورین کی فہرست درج ہے، جو ایفروڈیٹو سے نکل کر دوسری پیگارکی میں چلے گئے اس کا ذکر بھی کر دیا گیا ہے -

---

[1] سیویرس ص ۲۷ -

غرض پیپرس نمبر ۱۳٦۰ (سطر ۱۰۵ ، ۱۰٦) میں دو مفروروں کا ذکر ہے ، جو حپسیلس[1] سے ایفروڈیٹو آئے اور پیپرس نمبر ۱۳٦۱ (سطر ۲۲) میں چار آدمیوں کا ذکر ہے ، جو ایفروڈیٹو سے نکل کر حپسیلس پہنچ گئے -

فرار کے لیے محرک اقتصادی فائدہ ھی ہو سکتا تھا یعنی مفرور کو امید تھی کہ اس طرح محاصل کا بوجھ گھٹ جائے گا اور اس کی حالت بہتر ہو جائے گی - مگر مقامی حکام کی چشم پوشی کے بغیر فرار ممکن نہ تھا اور خیال ہے کہ اس طرح پیکارکیوں کو بھی فائدہ پہنچا ہوگا یا کم از کم نقصان نہ ہوا ہوگا - لیکن عربوں کو اس سے بھاری نقصان ہوا ، لہذا انھوں نے فرار کے خلاف ہنگامہ بپا کیا اور ضبط و نظم کے لیے انتہائی ذرائع سے کام لیا -

اب وہ نظریہ دریافت کرنا چاہیے ، جس سے مجوزہ تدبیروں پر عمل کا نقشہ سامنے آ جائے -

فرض کیجیے کہ ہم بیل اور بیکر کے یہ نظریے قبول کر لیتے ہیں کہ عربوں نے ہر مقام کے ذمے ایک مقررہ رقم لگا دی تھی اور انھیں اس امر سے کوئی سروکار نہ تھا کہ مقامی حکام اس رقم کو افراد پر کیونکر پھیلاتے ہیں - سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ

۱ - اگر عرب مقررہ رقم لے لیتے تھے تو انھیں مفرورین کے مسئلے پر اتنی تشویش ظاہر کرنے کی کیا ضرورت تھی ، جب رقم انھیں مل رہی تھی -

۲ - اگر ایفروڈیٹو سے آدمی جا رہے تھے تو مفرورین وہاں آ بھی رہے تھے - کون سی وجہ ہے کہ ایفروڈیٹو کے باشندوں نے

---

1 - Hupselis -

به ظاهر نو واردوں سے ان لوگوں کے مقابلے میں زیادہ فیاضانہ سلوک کیا ہوگا ، جو وطن چھوڑ کر بھاگ گئے تھے - نو وارد عرب کارکنوں کی نگاہوں سے چھپے کیونکر رہ سکتے تھے ؟ کون سی وجه ہے که ایفروڈیٹو کے حکام نے وہ رقم نو واردوں کے ذمے نہ لگا دی ، جو مفرورین کے ذمے عائد تھی ؟

۳ - اگر فرض کر لیا جائے کہ مصر کی آبادی اصل حالت پر بحال رہی تو صرف پیگارکیوں میں باشندوں کی منتقلی کا سلسلہ جاری رہا اور یہ بھی فرض کر لیا جائے کہ مقررہ رقم لی جاتی تھی تو لوگوں کے فرار سے جمع محاصل پر کیا اثر پڑ سکتا تھا ؟

ان سوالات کی کوئی منطقی توجیہہ موجود نہیں - اب آؤ ہم یہ نظریہ پیش نظر رکھیں کہ کوئی مقررہ خراج موجود نہ تھا ، بلکہ ہر فرد اور اس کی جائداد پر سال به سال نقد محاصل تشخیص کیے جاتے تھے اور نتائج رجسٹروں میں درج ہوتے تھے :

۱ - مفرورین ایفروڈیٹو سے حپسیلس چلے گئے - آئندہ سال ایفروڈیٹو میں محاصل کے رجسٹر تیار کیے گئے تو مفرورین کے نام خارج ہو گئے اور محاصل کی مجموعی مقدار مین کمی آ گئی -

۲ - مفرورین حپسیلس سے ایفروڈیٹو پہنچے - ان کے نام حپسیلس کے رجسٹر سے ناپید ہوگئے ، لیکن ایفروڈیٹو کے رجسٹر مں درج نہ ہوئے - انھیں چھپا لیا گیا اور ان کی محنت مزدوری نیز تخلیقی کام سے ایفروڈیٹو کے لوگوں کو خفیہ خفیہ امداد ملی - مفرورین سے اچھا برتاؤ ہوا اور یہ برتاؤ فرار کے لیے محرک بن گیا -

اب سوال یہ ہے کہ فائدہ کسے پہنچا ؟ ظاہر ہے کہ مفرورین اور اہل ایفروڈیٹو کو - نقصان کس کا ہوا ؟ عربوں کا - اس کا ثبوت کیا ہے ؟

۱ - سب سے پہلا ثبوت یہ ہے کہ عرب اس مسئلے کے طے کرنے میں منہمک رہے (پپیرس نمبر ۱۳۳۳ میں ہے) مفرورین کی طرف ان لوگوں کو بھیجو ، جو قابل اعتماد ہیں اور لکھ سکتے ہیں ۔ انھیں ہدایات دے دو کہ مفرورین کو کمیشن کے پاس لے جائیں اور وہاں ان کے نام اور خاندانی نام درج کیے جائیں ۔ یہ بھی بتا دیا جائے کہ کون کس مقام سے آیا ہے اور اس کا اصل وطن کون سی پیگارکی میں ہے ۔ یہ عمل ان لوگوں کے متعلق بھی ضروری ہے ، جنھیں وطنوں میں واپس بھیجنا منظور ہے اور ان لوگوں کے لیے بھی ضروری ہے ، جنھیں مقام توطن پر رہنے کی اجازت دی جاتی ہے ۔ شرط یہ ہے کہ وہ بہ حصہ رسدی محاصل ادا کرتے رہیں ۔

خط کشیدہ الفاظ سے ظاہر ہے کہ مفرورین محاصل میں اپنا حصہ نہیں دیتے تھے ۔

(پپیرس نمبر ۱۳۴۳ میں ہے) پیگارک کو ہدایت کی جاتی ہے کہ مفرورین کا رجسٹر تیار کرے ، جس میں ہر ایک کا نام اور اس کا سابقہ موضع ، نیز مملوکہ جائداد اور اس مقام پر مدت قیام درج ہو ۔

اس کا مقصد بھی یہی ہے کہ اگر ان لوگوں کے نام رجسٹر میں درج ہو گئے تو اس امر کی ضرورت نہ رہے گی، کہ ایفروڈیٹو میں کہاں رہتے ہیں اور ان کی جائداد کتنی ہے ۔

(پپیرس نمبر ۱۳۳۹ میں ہے) پیگارک کو تشخیص کا رجسٹر تیار کر کے الفسطاط بھیجنے کی ہدایت دیتے ہوئے بہ طور خاص حکم دیا گیا کہ تمام بالغ مرد باشندوں کے نام رقوم جزیہ ، قابل کاشت اراضی اور تاکستانوں کی تفصیل لکھ چکنے کے بعد ہر مقام کے مفرورین کے نام اور خاندانی نام' بھی ایک رجسٹر میں درج کرکے بھیجے جائیں ۔ اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ مفرورین کو تمام بالغ باشندوں کے کیٹاگرافون میں شامل نہیں کیا گیا ۔

۲ ۔ مقامی آبادی نے مفرورین کو چھپا لیا تھا ۔

(پیپرس نمبر ۱۳۴۳ میں ہے) ہم خدا کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ اگر ہمارے قاصد کی واپسی کے بعد یہ معلوم ہوا کہ کسی مفرور کا نام اس رجسٹر میں درج نہیں کیا گیا ، جو ہمیں بھیجا گیا ہے تو ہم ایسی سزا دیں گے ، جو تمہیں کچل کر رکھ دے ۔ بھاری جرمانہ بھی لیا جائے گا اور جسمانی سزا بھی دی جائے گی ۔ اس مقام کے باشندوں پر بھی جرمانہ عائد ہوگا جہاں مفرور پایا جائے گا اور یہ جرمانہ اتنا بھاری ہوگا کہ وہ ادا نہیں کر سکیں گے ۔ ہم وہاں کے مقدموں اور منتظموں کو ننگا کر کے ان کے تازیانے لگائیں گے اور یہ سزا ان کے تصور سے بھی بڑھی ہوئی ہوگی ... اور خدا گواہ ہے کہ ہم مصر کی کوئی بیگارکی نہیں چھوڑیں گے ، جہاں اپنے وفادار ، اور قابل کارندے نہیں بھیجیں گے ۔ انہیں مفرورین کی تلاش کی ہدایت دی جائے گی اور وہ سرگرمی و احتیاط سے یہ کام انجام دیں گے ۔ یہ حکم بھی دے دیا جائے گا کہ جو لوگ چھپے ہوئے اشخاص کے متعلق خبر دیں گے ، انہیں اتنا انعام دیا جائے گا ، جو تمہاری توقع سے زیادہ ہوگا ۔

(پیپرس نمبر ۱۳۸۴ میں ہے) جن لوگوں کے متعلق اب سے بعد ثبوت مل جائے گا کہ انہوں نے مفرورین کو چھپایا تو فی کس دس دینار جرمانہ عائد ہوگا ، نیز ہر مفرور سے پانچ دینار جرمانہ لیا جائے گا ۔ اسی طرح مقامی منتظموں ، مقدموں اور پولیس والوں سے پانچ پانچ دینار لیے جائیں گے ۔ رجسٹر بن جانے کے بعد جو شخص مفرورین کے متعلق اطلاعات بہم پہنچائے گا ، اسے دو دینار فی مفرور انعام دیا جائے گا ۔

۳ ۔ پیپرس نمبر ۱۴۶۰ کی شہادت پیش نظر رکھیے ۔ یہ ان مفرورین کی فہرست ہے ، جو دوسرے مقامات سے آ کر ایفروڈیٹو میں آباد ہوگئے ۔ ان کی فہرست محل اقامت کے اعتبار سے تیار

کی گئی تھی اور سرخی سے لکھ دیا گیا تھا " جو لوگ بیس ال یا زیادہ مدت سے ایفروڈیٹو میں رہتے ھیں" اور "جو لوگ پندرہ سال یا کم مدت سے ایفروڈیٹو میں مقیم ھیں" رجسٹر پیپرس نمبر ۱۳۳۳ کی ھدایات کے مطابق تیار کیا گیا تھا ۔ بہ حیثیت تقریباً ایک سو اسی مفرورین فہرست میں درج ھوئے تھے اور ان میں سے صرف ایک سو پندرہ کے نام ھم پڑھ سکتے ھیں ۔ ان میں سے کتنے آدمی ھیں ، جن کے نام محصول گزاروں کی حیثیت میں دوسری جگہ رجسٹر ھوئے ؟

ایک سو پندرہ میں سے صرف چودہ کا ذکر دوسری پیپری میں آیا ھے ۔ یہ حیرت انگیز حد تک معمولی عدد ھے ۔پیپری پر احتیاط سے نظر ڈالی جائے تو ظاھر ھوتا ھے کہ ایک ھی گروہ کا ذکر بار بار آتا رھا ۔

سطر نمبر ۷۰ میں چھ مفروروں کی فہرست ھے ، جو بیس سال یا زیادہ عرصے سے تین مزرعوں میں رہتے تھے ۔ ان میں سے کسی کا نام اس مقام کی فہرست میں شامل نہیں ، جو تین سال پیشتر تیار کی گئی تھی (دیکھیے پیپرس نمبر ۱۳۲۱) ۔

دس آدمیوں کا ذکر دوسری جگہ آیا ھے ، وہ بعد کی پیپری میں شامل کر لیے گئے ۔ اس سے ثابت ھوا کہ انھیں ادائے محاصل کے لیے رجسٹروں میں درج کر دینے کی بنا پر ایفروڈیٹو میں رھنے کی اجازت مل گئی تھی ان کا ذکر سطر ۱۰ ، ۳۶ ، ۶۹ ، ۷۴ ، ۷۵ ، ۸۳ ، ۱۰۴ ، ۱۰۵ ، ۱۵۵ ، اور ۱۸۱ میں آیا ھے ۔ ایک سو پندرہ میں سے صرف چار آدمی ایسے ھیں ، جن کے نام ۷۰۹ء سے پیشتر بہ طور محصول گزار رجسٹر میں درج ھوئے تھے ان کی کیفیت یہ ھے :

۱ - **سطر ۹ سنوتھیوس** (شنودہ) ابن جارج (ملاحظہ ھو پیپری ۱۳۲۰ سطر ۱۳۱) ۔

۲ - سطر ٦۱ سلیمان بن کالوتھوس (پیپری ۱۴۲۰ سطر ۱۳۷)-

۳ - سطر ٦۷ زکریا بن سنوتھیوس (شنودہ) پیپری ۱۴۲۰ سطر ۲۲ -

۴ - سطر ۱۷۳ پطرس بن جارج پیری ۱۴۲۱ سطر ۱۵۱ -

ان میں سے پہلے تین جزیہ ادا کرتے تھے اور مالیہ نہیں دیتے تھے - وہ غالباً فنکار تھے -

ان چار کے وجود کا علم جلد ہو گیا اور ان کے نام محصول گزاروں کی حیثیت سے رجسٹر میں درج کر لیے گئے ، لیکن ایک سو پندرہ میں سے صرف چار کا تناسب اس دلیل کا زبردست ثبوت ہے کہ مفرورین عموماً محصول گزار کی حیثیت سے رجسٹر میں درج نہیں ہوتے تھے -

بیکر آخر میں لکھتا ہے کہ قبطیوں نے کثیر تعداد میں اسلام قبول کر لیا تو قوموں کو سخت مشکلیں پیش آئیں - جو شخص مسیحیت چھوڑ کر مسلمان ہو جاتا اسے جزیے سے مستثنیٰ کر دیا جاتا مگر مسیحی جماعت کے لیے جو جزیہ پہلے سے تجویز ہو چکا تھا اس میں کوئی تخفیف نہیں ہوتی تھی - مزید بیان کرتا ہے کہ مفرورین بڑی تعداد میں الفسطاط پہنچتے رہے اور جو لوگ پیچھے رہ گئے ، ان کے لیے یہ امر مہلک نتائج [1] کا باعث بنا [2] -

لیکن ان دعووں کا کوئی ثبوت موجود نہیں - کسی پیپرس اور کسی عربی یا مسیحی تاریخ میں مذکور نہیں کہ مفرورین کی بڑی تعداد الفسطاط پہنچی اور قبول اسلام کی بھی معمولی سی شہادت موجود ہے اور جو شہادت ہے وہ اس خطے سے متعلق ہے ، جو الفسطاط کے پاس تھا - یعنی جس کی حیثیت خراجی زمین کی تھی اور مصر بالا کی قبطی بلدیات سے اسے کوئی تعلق نہ تھا - سب سے آخر میں پیپرس ۱۴۱۲ (۶۹۹ء - ۷۰۴ء) کا مقابلہ پیپرس

1- بیکر پیپری زنڈ ، ۲۷ (۱۹۰۸ء) XXII ص ۱۳۹ -

2- بیکر کلیٹو Klio IX حصہ دوم ص ۲۱۳ - ۲۱۴

۱۳۱۲- (۱۶ء-۱۷ء) اور پیرس ۱۳۱۶ (۳۲ء) سے کیا جائے تو ظاہر ہوتا ہے کہ زیادہ تر صورتوں میں مالیہ گھٹ گیا۔ اس طرح غیر متبدل خراج کے افسانے کا بھانڈا چوراہے میں پھوٹ گیا۔

غرض:

۱۔ قبطی موضع میں رہنے والے ہر فرد کے لیے اس کے ہمسروں کی کمیٹی سالانہ پانچ محصول عربوں کی خاص ہدایات کے مطابق تشخیص کرتی تھی:

(الف) جزیہ۔

(ب) مالیۂ زمین بہ صورت نقد۔

(ج) گندم بہ صورت محصول۔

(د) ایک رقم، جو غیر معمولی محاصل پورے کرنے کی غرض سے لی جاتی تھی، اسی میں مسلمانوں کی مہمانداری، ضیافت اور لباس کے مصارف شامل تھے۔

(ہ) ایک رقم مقامی حکام کے مشاہرے کے لیے۔

۲۔ یہ تشخیص رجسٹروں میں درج ہوتی تھی اور چھان بین کی غرض سے انہیں الفسطاط بھیج دیا جاتا تھا۔

۳۔ اس کے بعد بیت المال کے افسر گورنر کے نام ایک مطالبہ بھیجتے، جس میں ہر گاؤں کی زمین اور جزیے کی رقم بہ صورت نقد اور گندم کی مقدار بہ صورت جنس درج ہوتی۔ ان رقموں کے تعین کا طریقہ یہ تھا کہ رجسٹر میں درج شدہ انفرادی تشخیصات کو جمع کر لیا جاتا۔

۴۔ نقد محاصل تشخیص کے بعد کے سال دو بڑی قسطوں میں ادا کیے جاتے تھے۔ گندم کی مقدار تشخیص کے بعد کی فصل پر ادا کر دی جاتی۔

۵- غیر معمولی مقاصد کے لیے جو محاصل تھے جن کا ذکر ''د'' میں آیا ہے - مقامی بیت المال میں جمع رہتے تھے - عرب حکومت کو مقدار کے متعلق اطلاع کر دی جاتی اور وہ جب چاہتے کپڑے، خوراک، مصنوعات یا کارکنوں کی شکل میں وصول کر لیتے -

۶ - محاصل کی مقدار مقرر نہ تھی - یہ فرد کے حالات پر مبنی تھی - اور سال بہ سال آبادی کی تعداد اور اراضی کی پیداوار کے مطابق بدلتی رہتی -

۷ - اگر مسیحیوں نے اسلام قبول کیا یا آبادی گھٹ گئی یا مفروروں کے بچ نکلنے سے مجموعی محاصل میں کمی آ گئی تو اس سے قبطی گروہوں پر مالی بار میں کوئی اضافہ نہ ہوا -

۸ - اموئوں کے عہد میں مصر کے اندر کم لوگوں نے اسلام قبول کیا -

۹ - عرب قبول اسلام کی حوصلہ شکنی کرتے تھے اور بہت سی مثالیں ملتی ہیں کہ عرب نو مسلم کو جزیے سے مستثنیٰ قرار دینے سے انکار کرتے رہے -

۱۰ - عورتیں، بچے، راہب، غریب لوگ اور نو مسلم جزیہ ادا نہیں کرتے تھے -

۱۱ - الاصبغ نے تھوڑی مدت کے لیے راہبوں سے جزیہ لیا -

۱۲ - عمرؒ بن عبدالعزیز نے حکم دے دیا کہ تمام نو مسلم جزیے سے مستثنیٰ ہیں - وہ صرف مالیہ دیتے تھے -

۱۳ - پیپری سے عرب مورخوں اور فقیہوں کے بہت سے بیانات کی ایسی تصدیق ہوتی ہے کہ ہم ان تاریخی ماخذ کو زمانہ سابق کے مقابلے میں زیادہ قابل اعتماد سمجھتے ہیں -

چھٹا باب

خراسان

خراسان کا مطالعہ اس لیے آخر پر ملتوی رکھا گیا کہ اس صوبے کے نظم و نسق کے متعلق معلومات کے سب سے بڑے ذریعے یعنی طبری میں دو ایسی عبارتیں آئی ہیں، جن کی بنا پر ولہاوزن نے اپنا نظریہ قائم کیا ۔ دوسرے صوبوں کے نظام محاصل کی روشنی میں ان عبارتوں کی توضیح کی جا سکتی ہے ۔

عربوں کی فتوحات سے پیشتر غالباً خراسان کی انفرادی آمدنی کا بڑا حصہ زراعت کے بجائے دوسرے وسائل سے حاصل کیا جاتا تھا اور ساسانیوں یا بیزنطینیوں کے جن صوبوں پر ہم بحث کر چکے ہیں ، ان میں سے کسی کی بھی کیفیت یہ نہ تھی ۔ مطلب یہ نہیں کہ زراعت کو اہمیت حاصل نہ تھی ۔ باشندوں کی اکثریت کھیتی باڑی میں مصروف تھی اور سلطنت کی آمدنی کا سب سے بڑا واحد ذریعہ مالیۂ زمین ہی تھا ۔ بہ ایں همه بہت سے خوشحال شہروں میں ایسے فنکاروں اور صناعوں کے طبقے موجود تھے، جو سونے، چاندی، لوہے اور تانبے کا سامان بناتے تھے اور کپڑے بنتے تھے ۔ ان ہی کے برابر ایک خوشحال طبقہ تاجروں کا تھا ، جو مقامی مصنوعات تقسیم کرنے کے ذمہ دار تھے اور بین‌الاقوامی تجارت میں دلالی کرتے تھے ۔ تجارت کا سب سے بڑا سامان ریشم تھا ۔ ان لوگوں پر تجارت اور صنعت کے خاص محاصل عائد تھے ، تاکہ ان سے بھی رقمیں وصول ہوں ، جس طرح کسانوں سے مالیہ وصول ہوتا تھا ۔ اس کی تفصیل بہ سلسلۂ سواد دوسرے باب میں پیش کی جا چکی ہے ۔ پھر بیس سال سے پچاس سال تک کی عمر کا ہر فرد کسان سے تاجر تک

محصول سر ادا کرتا تھا ۔ یہ محصول ہر شخص کی آمدنی کے مطابق لیا جاتا تھا ۔ خاص طبقے اس سے مستثنیٰ تھے، یعنی امراء، سرکاری حکام ، سپاہی اور مذہبی پیشوا[1] ۔

جب عرب مشرق کی طرف پیشقدمی کرتے ہوئے خراسان میں سے گزرے اور انھوں نے دریائے جیحون عبور کیا تو راستے کے بہت سے دولتمند شہروں کے حکمران رئیسوں اور مذہبی پیشواؤں کو یقین ہو گیا کہ ساسانیوں کی قوت کا شیرازہ عراق کی شکستوں میں اس طرح بکھر چکا ہے کہ اسے دوبارہ اکھٹا نہیں کیا جا سکتا ۔ چنانچہ انھوں نے سمجھ لیا کہ مزاحمت بے سود ہے اور وہ جنگی نشیب و فراز کے خطرات قبول کیے بغیر معاہدوں کے ذریعے سے حوالگی میں عجلت کی۔ یہ معاہدے خراج اور جزیے کے لیے نہ تھے، نہ ان میں مالیۂ زمین یا جزیے کی تشخیص کی شرح مقرر تھی، بلکہ ہر معاہدے میں ایک رقم مقرر کر لی گئی تھی ، جسے سال بہ سال ادا کرنا ضروری تھا ۔ نہ اسے گھٹایا جا سکتا تھا ، نہ بڑھایا جا سکتا تھا ۔ مثلاً ہرات کے متعلق معاہدہ یہ ہے :

"بسم اللہ الرحمن الرحیم

عبداللہ بن عامر ہرات ، بو شیخ اور بادغیس کے والیوں کو حکم دیتا ہے کہ خدا سے ڈرو، مسلمانوں پر بھروسا کرو۔ جو علاقے ضبط و نظم میں آ چکے ہیں ، ان میں امن قائم رکھو۔ ہرات، اس کے میدانوں اور پہاڑوں کے لیے صلح کی شرطیں یہ طے ہوئی ہیں کہ حاکم نے جو جزیہ (یہاں یہ لفظ عام معنی میں استعمال ہوا ہے) ادا کرنے کا عہد کیا ہے ادا کرے اور اسے مختلف علاقوں میں منصفانہ طریق پر بانٹ دے ۔ جو شخص عائد شدہ رقم ادا کرنے سے انکار کرے گا، اس کے لیے نہ معاہدہ باقی رہے گا، نہ ذمہ ۔

---

1 ۔ کرسٹنسن (Christensen) کی فرانسیسی کتاب "ایران"، ص ۱۱۸-۱۲۳، ۳۶۲ ۔

ربیع بن نہمشل نے یہ معاهدہ لکھا اور ابن عامر نے اس پر مہر ثبت کی‘‘ [1] ۔

سالانہ خراج کی رقم درھموں میں درج ذیل ھے اور اسی کے مطابق فیصلہ ہوا تھا :

۱ ۔ طبسان[2] ساٹھ ھزار
۲ ۔ قہستان[3] چھ لاکھ
۳ ۔ نیشاپور[4] دس لاکھ
۴ ۔ نسا[5] تیس لاکھ
۵ ۔ ابی ورد[6] چار لاکھ
۶ ۔ طوس[7] چھ لاکھ
۷ ۔ هرات[8] دس لاکھ
۸ ۔ خاتون بخارا[9] دس لاکھ
۹ ۔ سمرقند[10] سات لاکھ

مروالشاهجهاں نے مقررہ رقم اور جنس دینے کا ذمہ اٹھایا اور اس معاهدے میں واضح کر دیا گیا تھا کہ مروالشاهجهاں کے باشندے مسلمانوں کو آبادی کے لیے جگہ دیں گے اور محاصل کی بہ حصہ رسدی

---

1 ۔ بلاذری ص ۴۰۵ سطر ۱۱—۱۶ ۔
2 ۔ ایضاً ص ۴۰۳ سطر ۴—۵ ۔
3 ۔ ایضاًایضا سطر ۱۶ ۔
4 ۔ ایضاً ص ۴۰۴ سطر ۳—۱۲ ۔
5 ۔ ایضاًایضاً سطر ۱۳ ۔
6 ۔ ایضاًایضاً سطر ۱۷-۱۸ ۔
7 ۔ ایضاً ص ۴۰۵ سطر ۸ ۔
8 ۔ ایضاًایضاً سطر ۱۸ ۔
9 ۔ ایضاً ۴۱۰ سطر ۲۱ ۔
10 ۔ ایضاً ص ۴۱۱ سطر ۱۶ ۔

تقسیم ان کا کام ہوگا ، نہ کہ مسلمانوں کا۔ مسلمان صرف نقد رقم وصول کرنے کے ذمہ‌دار ہوں گے ۔[1]

یہ معاہدے یا تو شہروں کے بلدیاتی کارفرماؤں نے کیے یا علاقے کے رئیس یا حکمران امیر نے۔ یوں پورا خراسان ''عہد،، بن گیا ۔ باشندے مقررہ خراج دیتے ، جو بہ طور خود جمع کر لیتے اور ان کی زمینیں خراجی نہ قرار پائیں ۔ عربوں نے جا بجا محروسہ ریاستوں کا ایک سلسلہ پیدا کر دیا اور قاری کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ ولہاؤزن اور بیکر نے خراج کا جو لظریہ پیش کیا ، اس کا اطلاق خراسان پر ہوتا ہے ، لیکن صرف خراسان پر ۔

ایک ایرانی فرد کے نقطۂ نگاہ سے نظام محاصل ساسانی تھا ، وہ مالیۂ زمین یا محصول تجارت اور جزیہ ادا کرتا تھا ، لہذا جو محصول سواد اور خراسان میں ادا کیے جاتے تھے، ان میں کسی نوع کا کوئی فرق نہ تھا ، یعنی خراج اور جزیہ یکساں عائد تھے ، مگر جمع محاصل کے طریق میں بڑا بھاری فرق تھا ۔ سواد میں عرب خود زمینوں اور لوگوں کے رجسٹر اپنے پاس رکھتے اور خود بعد تشخیص محاصل لیتے ۔ خراسان میں رجسٹروں کے ذمہ دار مقامی رئیس اور امراء تھے ، وہی مرضی کے مطابق محاصل جمع کرتے ۔ جتنے چاہتے ، اپنے پاس رکھ لیتے اور مقررہ رقم عربوں کو دے دیتے ۔

عرب قبائل بڑی تعداد میں خراسان پہنچ گئے تھے اور یہ ہجرت مصر کی جانب ہجرت سے بدرجہا بڑھی ہوئی تھی ۔ نتیجہ یہ نکلا کہ مصریوں کے مقابلے میں ، ایرانی زیادہ تیزی سے مسلمان ہو گئے ۔ اس کی دو وجہیں تھیں ، اول عرب طول و عرض ملک میں بکھر گئے تھے ۔ یہ نہ تھا کہ مرکزی شہر میں یا اس کے آس پاس ہی جمع ہوئے ، جیسا کہ مصر میں ہوا ۔ وہاں ایسی

---

1 - بلاذری ص ۳۰۵ - ۳۰۶ -

کوئی شہادت نہیں ملتی کہ کوئی عرب ایفروڈیٹو میں رہتا تھا۔ فاتح اور مفتوح کے اس قرب نے قبول اسلام کی حوصلہ افزائی کی۔ مختلف تاریخوں میں ''موالی'' کا نام بار بار آتا ہے اور ان عربوں کے ساتھ نو مسلموں کی بڑی تعداد کا ذکر کیا گیا ہے، جو ترکوں کے خلاف مہموں میں شریک ہوئے۔

دوم خراسان میں اسلام کی مخالفت کے لیے کوئی منظم قوت موجود نہ تھی، جس سے عربوں کو سابقہ پڑ سکتا۔ یہاں پر مصر ہی کی مثال سامنے رکھ لینی چاہیے۔ مصر میں مسیحی آبادی متحد تھی۔ کلیسائی اداروں نے پوری قوم کو ایک رشتے میں منسلک کر دیا تھا۔ گویا وہاں تبدیل مذہب کی روک تھام اور مسیحیوں کی حفاظت کے لیے زبردست مشینری موجود تھی۔ پھر مصر میں تبدیل مذہب کا مطلب یہ تھا کہ (مسیحیوں کے عقیدے کے مطابق) انسان عالم عقبیٰ میں لعنت کا موجب بنے اور اس دنیا میں بھی لعنت سے ملتی جلتی حالت اس کے لیے پیدا ہو جائے۔ اس حقیقت کو ہر فرد پر واضح کرنے کے لیے کلیسا کے پاس ہر حربہ موجود تھا۔ اس کے برعکس خراسان کی مسیحی، یہودی اور مجوسی جماعتیں اپنی جغرافیائی حیثیت اور مقامی حالات کے باعث اس قابل نہ تھیں کہ اسلام کی طرف لوگوں کے کھچے چلے آنے کی مزاحمت کر سکتیں۔

چونکہ تبدیل مذہب کی رفتار بہت تیز تھی، لہذا ہم تصور کر سکتے ہیں کہ اس کے نتیجے میں مالی مسئلے نے نازک صورت اختیار کر لی ہوگی۔ اگر تبدیل مذہب کی بنا پر مقامی باشندے ہر خراج سے مستثنیٰ ہو جاتے تھے تو جو لوگ اپنے مذہب پر قائم رہے ہوں گے، ان کا مالی بار یقیناً جلد ناقابل برداشت ہو گیا ہوگا، بہ شرطیکہ تعداد میں کمی کے تناسب سے واجب الوصول رقم میں بھی کمی نہ کر دی گئی ہوگی۔ عجب امر یہ ہے کہ طبری میں مالی بار کے ناقابل برداشت ہونے کا کوئی خفیف سا نشان

بھی نہیں ملتا ۔ نہ یہ پتہ چلتا ہے کہ عربوں نے معاہدے کے مطابق مقررہ رقم میں کوئی کمی کر دی تھی ۔

ان حقائق سے صرف یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ یا تو مقامی محصلین نو مسلموں کو محاصل سے مستثنیٰ کر دینے پر چنداں راضی نہ تھے یا ابتدا میں جو خراج مقرر کیا گیا تھا ۔ وہ چنداں گراں قدر نہ تھا یا دونوں صورتیں پیش آئیں ۔

عربوں کے دائرہ حکومت میں عام اصول یہی تھا کہ جو شخص حلقہ بگوش اسلام بن جاتا ، اسے جزیے سے مستثنیٰ کر دیا جاتا ، البتہ زمین کا مالیہ اس پر بہ دستور عائد رہتا اور یہ سمجھ لینا قرین قیاس ہے کہ جب عربوں نے دیکھا ، بے شمار لوگ اسلام قبول کر رہے ہیں تو مقامی محصلین کو حکم دے دیا کہ تمام نومسلموں کو جزیے سے مستثنیٰ قرار دے دیں ۔ مقامی محصلین کے کاروبار کی نگرانی نہیں ہوتی تھی ۔ انھوں نے یا تو اس حکم کو پس پشت ڈالے رکھا یا نو مسلموں کو جزیے سے مستثنیٰ قرار دینے کے ساتھ ہی ان پر دوسرے محاصل بڑھا کر امکانی نقصان کی تلافی کر لی ۔ آئیے اب اس مفروضے کا جائزہ طبری کی دو مشہور عبارتوں کی روشنی میں لیں ۔

۱۱۰ھ میں خراسان کے گورنر اشرس نے اپنے کارکنوں سے کہا کوئی ایسا آدمی بتاؤ جو پرہیزگار اور نیک ہو ۔ میں اسے ماورا النہر بھیجوں گا تاکہ وہ لوگوں کو اسلام کی دعوت دے ۔ کارکنوں نے ابو الصیدا صالح بن طریف کی سفارش کی ، جو بنو ضبو کا مولیٰ تھا . . . . ابوالصیدا نے کہا : میں صرف اس شرط پر جانے کے لیے تیار ہوں کہ جو لوگ اسلام قبول کر لیں ، انھیں جزیے سے معاف کر دیا جائے اور خراسان میں خراج لوگوں کے سروں پر عائد ہے ۔ اشرس نے یہ شرط منظور کر لی . . . چنانچہ ابوالصیدا سمرقند گیا ، جہاں کا گورنر اور محصل خراج حسن بن ابی العمرطہ الکندی تھا ۔ ابوالصیدا نے سمرقند اور قرب و جوار کے

لوگوں کو بلا کر اسلام کی دعوت دی ، ساتھ کہا کہ مسلمان ہو جاؤ گے تو جزیے سے معاف کر دیے جاؤ گے ۔ لوگوں نے بڑی تیزی سے یہ دعوت قبول کر لی ۔ اس پر غورک (مقامی امیر) نے اشرس کو لکھا کہ خراج ختم ہو رہا ہے ۔ اشرس نے گورنر کو لکھ بھیجا ''یقیناً خراج مسلمانوں کے لیے قوت کا باعث ہے ۔ مجھے معلوم ہوا کہ سغد اور آس پاس کے باشندے خلوص سے مسلمان نہیں ہوئے بلکہ صرف جزیے سے بچنے کی خاطر انھوں نے اسلام کا اعلان کیا ہے ۔ تمھیں چاہیے کہ اس معاملے کی پوری چھان بین کرو ۔ دیکھو جس نے ختنہ کرایا ہے جو اسلامی فرائض و عبادات ادا کرتا ہے قبول اسلام میں مخلص ہے اور قران مجید کی ایک صورت پڑھ سکتا ہے ، اسے خراج سے معاف کر دو ۔''

پھر اشرس نے سمرقند کے گورنر ابن ابی العمرطہ کو تحصیل ''خراج'' سے سبکدوش کردیا اور ھانی بن ھانی کو محصل مقرر کردیا ۔ اس اثنا میں ''مولی'' ابن ابوالصیدا نومسلموں سے ''جزیے'' کی وصولی روکنے میں کامیاب ہو چکا تھا ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دھاقین بخارا اشرس کے پاس پہنچے اور کہا جب ہر شخص ''عرب'' بن گیا ہے تو خراج کس سے لو گے ؟ اس پر اشرس نے ھانی ابن ھانی اور دوسرے کارکنوں کو لکھا ''تم لوگ جن سے خراج وصول کرتے تھے ضرور کرو اور جو لوگ مسلمان ہو چکے ہیں ان پر جزیہ بحال کر دو ''۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سغد کے سات ہزار افراد اسلام سے برگشتہ ہو گئے ۔ ابوالصیدا نے اس پر احتجاج کیا تو اسے قید میں ڈال دیا گیا ۔ اس کے رفیقوں نے ابو فاطمہ کی سرکردگی میں بغاوت کی اور یہ بغاوت فرو کر دی گئی ۔ پھر عرب ناظروں نے پورا خراج وصول کرنے پر اصرار کیا ۔ انھوں نے ایرانیوں سے بد سلوکی کی ۔ دھاقین کے کپڑے پھاڑ ڈالے ۔ دھاقین کا استہزا کیا ۔ ان کے سروں کی پٹیاں گردنوں میں ڈال دیں اور کمزور نومسلموں سے جزیہ وصول کر لیا[1]۔

---

۱ ۔ طبری ص ۱۵۰۷ سطر ۸ ۔ ص ۱۵۱۰ سطر ۱۰ ۔

اگر اس عبارت میں خراج کا ترجمہ، مالیہ اراضی اور جزیہ کا ترجمہ محصول سر کیا جائے تو عبارت کا کچھ مطلب نہیں بنتا۔ ولہاؤزن نے اس حقیقت کو بھانپ لیا تھا، اس نے کہا کہ یہاں یہ اصطلاحیں ہم معنی ہیں اور ان سے مراد خراج ہے[1]۔ لیکن مصیبت یہ ہے کہ اس طرح مسئلے کے تمام پہلو واضح نہیں ہوتے۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ طبری کو علم تھا، اس کے زمانے میں خراج اور جزیے کا مفہوم کیا تھا۔ بایں همہ کیا وجہ ہے کہ اس نے اپنے ماخذ و مصادر کو ٹھیک ٹھیک نہ سمجھا۔ اس سے بھی اهم تر ابوالصیدا کا یہ بیان ہے کہ جب اس نے ماورا النہر کے نو مسلموں کو جزیے سے مستثنیٰ کر دینے کا مطالبہ کیا تو ساتھ ہی یہ وجہ پیش کی کہ خراسان کا خراج لوگوں کے سروں پر عائد ہے[2]۔ "لوگوں کے سروں پر" کا مفہوم کیا ہے؟ "خراج یا جزیہ"۔ هم اس باب کے آغاز میں دیکھ چکے ہیں کہ خراسان اور ماورا لنہر میں مالی انتظامات یکساں تھے۔ یعنی ان سے مقررہ خراج لیا جاتا تھا۔ تاهم معلوم ہوتا ہے کہ ۱۱۰ھ تک کم از کم خراسان میں صورت حال بدل چکی تھی۔ کیونکہ ابوالصیدا ماورا النہر میں، لوگوں کو اس وقت دعوت اسلام دینے پر آمادہ ہوا جب تک وہاں کے باشندوں کو وہی ضمانت نہ دے دی جائے، جو خراسان کے باشندوں کو حاصل تھی یعنی جہاں خراج لوگوں کے سروں پر عائد تھا۔

لوگوں کے سروں پر کا جملہ دیکھتے ہی عبدالحکم کی وہ عبارت ذہن میں تازہ ہو جاتی ہے، جس میں اس نے دو "جزیوں" کی کیفیت بیان کی یعنی ایک جزیہ عام دوسرا جزیہ جو لوگوں کے سروں پر عائد تھا۔ هم گزشتہ باب میں بیان کر چکے ہیں کہ عبدالحکم نے ایک گاؤں کا ذکر کیا۔ جس کا جزیہ لوگوں کے سروں پر عائد تھا۔ اس سے مراد ایک گاؤں تھا۔ جس کی زمین

1 ۔ ولہاؤزن Das Arabich Reich ص ۲۹۹ ۔
2 ۔ طبری ص ۱۵۰۷ سطر ۱۳ ۔

خراجی نه تھی ۔ یعنی نه اس کی حیثیت مرکزی شہر کی زمین کی تھی اور نه عہد کی زمین کی ، بلکه عرب براہ راست اس کے نظم و نسق کے ذمه دار تھے ۔ وہاں اگر کوئی شخص لاوارث مر جاتا تو اس کی زمین مسلمانوں کے حوالے ہو جاتی ۔ حلقه بگوش اسلام بننے پر ایک شخص جزیے سے مستثنیٰ ہو جاتا تھا ، مگر مالیه زمین سے اس وقت تک نجات نه پاتا جب تک اس مقام سے ہجرت نه کر جاتا ۔

اگر ہم یه فرض کر لیں که طبری نے لوگوں کے سروں پر محصول سے خراسان میں ویسی ہی حالت کی توضیح کرنی چاہی جیسی عبدالحکم نے مصر میں بیان کی تھی تو عبارت کا اشکال خود بخود ناپید ہو جاتا ہے ۔ یعنی ہمیں سمجھنا پڑے گا که خراسان میں اصلاح ہو چکی تھی ۔ جس کے مطابق ''بلدیات عہد'' کی حیثیت بدل کر انھیں خراجی زمین کی حیثیت دے دی گئی تھی اور جہاں قبول اسلام کے ساتھ ہی لوگ جزیے سے مستثنیٰ ہو جاتے تھے ۔ ابوالصیدا اس سے چاہتا تھا که یہی صورت حال ماورا لنہر میں بھی پیدا ہو جائے ۔

قاری کو اب تک ''خراج'' اور ''جزیه'' اصطلاح عام و خاص سے بخوبی شناسائی ہو چکی ہوگی ۔ یه بھی یاد ہوگا که سویرس نے ''خراج'' کو محصول کے عام معنی میں بھی استعمال کیا ہے اور مالیه زمین کے خاص معنی میں بھی۔ مگر ''جزیے'' کوکبھی محصول سر کے سوا کسی معنی میں استعمال نہیں کیا ۔ پھر اگر طبری کی اس مشکل عبارت میں جزیے کا ترجمه برابر محصول سر کیا جائے اور ''خراج'' کو عام معنی میں لیا جائے تو تمام مشکلات ناپید ہو جاتی ہیں ۔

غرض اشرس چاہتا تھا که ماورا النہر کے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی جائے۔ اس نے ایک نو مسلم ابوالصیدا سے درخواست کی که داعی کی خدمت قبول کرے جو پرہیزگار اور صالح مسلمان تھا ۔ ابوالصیدا اس شرط پر راضی ہوا که نو مسلموں کو ''جزیے''

(طبری ص ۱۵۰۷ سطر ۱۳) سے مستثنیٰ کرنے کا حق دے دیا جائے‘‘
جیسا کہ خراسان میں تھا اور جہاں ’’خراج‘‘ (محصول) لوگوں
کے سروں پر عائد تھا ۔ اشرس نے یہ شرط مان لی ۔ چنانچہ مولیٰ
(ابوالصیدا) سمرقند گیا ، جہاں عام محاصل (خراج : طبری ص
۱۵۰۸) کی فراھمی کا ذمہ دار ابن ابی المعرطہ تھا ۔ مولیٰ
(ابوالصیدا) نے نو مسلموں کو محصول سر (’’جزیہ‘‘ ص ۱۵۰۸
سطر ۲) سے معاف کر دینے کی پیشکش کی اور بہت سے لوگوں نے
ابوالصیدا کی دعوت قبول کر لی ۔

اس واقعے نے مقامی امیر غورک کو چونکا دیا ، جس کے
ذمے یہ کام تھا کہ معاھدے کی مقررہ مقدار محاصل کی تشخیص
و فراھمی کے بعد عرب کارفرما ابن ابی المحرطہ کے حوالے کر
دے ۔ اس نے اشرس کو لکھا کہ جو عام رقم (خراج ص ۱۵۰۸
سطر ۴) میرے ذمے ھے ۔ میں فراھم نہیں کر سکتا ۔ یہ حالت دیکھ
کر اشرس نے ابن ابی المحرطہ کو تحریر کیا : کہ جو رقم معاھدے
کے مطابق سال بہ سال ادا کی جاتی ھے (خراج ص ۱۵۰۸ سطر ۴)
مسلمانوں کے لیے حد درجہ ضروری ھے اور محصول سر (جزیہ
ص ۱۵۰۸ سطر ۶) کے مالیے میں کمی کے باعث یہ رقم خطرے
میں پڑ گئی ھے ۔ کیونکہ لوگوں نے اخلاص کے بغیر اسلام کا
اعلان کر دیا ھے ۔ لہذا ضروری ھے کہ خوب چھان بین کی جائے اور
صرف مخلص مسلمانوں کو محصول معاف کیا جائے (’’خراج‘‘ ص ۱۵۰۸
سطر ۷ یعنی جو محصول ان کے سروں پر عائد ھے) ۔ پھر اشرس
نے ایک نیا محصل مقرر کر دیا یعنی ھانی (خراج ص ۱۵۰۸
سطر ۸ - ۹) اس اثنا میں ابوالصیدا نو مسلموں سے محصول سر
کی وصولی روکنے میں کامیاب ھو چکے تھے ۔ (جزیہ ص ۱۵۰۸،
سطر ۱۰ - ۱۱) پھر بعض دھاقین بخارا نے شکایت کی کہ ھم
اپنے حصے کی رقم (خراج ص ۱۵۰۸ سطر ۱۲ - ۱۳) فراھم
نہیں کر سکتے ۔ کیونکہ ھر شخص ’’عرب‘‘ بن رھا ھے (اور

محصول سر یا جزیہ دینے سے انکار کرتا ہے) اس پر اشرس کو یہ حکم ہانی کے نام جاری کرنا پڑا کہ جو محصول پہلے وصول کر رہے تھے ، وہ بدستور وصول کرتے رہو (خراج ص ۱۵۰۸ سطر ۱۴ - ۱۵) مالیہ زمین بھی اور جزیہ بھی - اس پر بغاوت ہو گئی - اسے فرو کر دیا گیا اور نئے محصلین حسب سابق محاصل وصول کرنے لگے - (خراج ص ۱۵۰۹ سطر ۱۰) جو دھاقین پہلے ذلت کھا چکے تھے ، وہ مقررہ خراج سب سے بالجبر لینے لگے - نتیجہ یہ ہوا کہ محصول سر (جزیہ ص ۱۵۱۰ سطر ۱) ان نو مسلموں سے لیا گیا جو کمزور تھے ضمناً یہ بھی واضح ہو گیا کہ جو قوی تھے ، وہ مستثنیٰ رہے -

اس ترجمے میں جزیے سے ہر جگہ مراد محصول سر ہے اور خراج سے بالعموم مراد دونوں چیزیں ہیں ، مقرہ رقم بھی جو فراہم ہونی لازم تھی اور محصول سر بھی یعنی خراج جو سروں پر عائد تھا -

ایک دلچسپ امر یہ ہے کہ تبدیل مذہب کی مخالفت عربوں کی طرف سے نہیں بلکہ دھاقین اور غورک کی طرف سے ہوئی - ولہاؤزن اس کی وجہ صرف مالی بتاتا ہے ' یعنی یہ لوگ بہ مشکل مقرہ رقم فراہم کر سکتے تھے ' کیونکہ اشرس کا پروگرام کامیاب ہو گیا تھا[1] - طبری نے یہی نقطہ نگاہ پیش کیا ہے - اور اسے بھی اس وقت تک درست مان لینا چاہیے ' جب تک اس کے خلاف کوئی امر سامنے نہ آ جائے -

اب سب سے پہلے یہ سوال پیش نظر آتا ہے کہ اشرس کیوں ماورا لنہر کو حلقہ بگوش اسلام بنانے کا خواہاں تھا - اسے یقیناً علم ہوگا اس سے رقم خراج پر زد پڑے گی - اگرچہ نو مسلموں کا صرف جزیہ معاف کر دینے سے نقصان اتنا نہ ہوتا ' جتنا

1- ولہاؤزن ص ۲۸۵

تمام محصول معاف کر دینے سے ہوتا ۔ مزید برآں جب غورک نے اشرس کو دعوت اسلام کے نتائج سے مطلع کیا تو اسے زیادہ غصہ مالیے کے نقصان پر نہیں آیا تھا ، اس امر پر آیا تھا کہ قبول اسلام اخلاص پر مبنی نہ تھا ۔ پھر دھاقین کی یہ شکایت بھی دلچسپ ہے کہ لوگ مسلمان نہیں ہو رہے بلکہ "عرب" ہو رہے ہیں ۔

ان حقائق نیز دوسرے حقائق نے بار تھولڈ[1] اور گب[2] کو اس رائے پر مائل کر دیا کہ مقامی امراء کی مخالفت کا سبب صرف مقررہ رقم خراج کا معاملہ نہ تھا بلکہ کچھ اور بھی تھا ۔ ان امراء کے پیش نظر ایک سیاسی مصلحت تھی یعنی اپنے اقتدار کا قیام اور اسلام کی اشاعت سے اس اقتدار کی جڑ کھوکھلی ہو رہی تھی ۔ اشرس کے پیش نظر حب دین نہ تھی ۔ اس کی اولین غرض یہ تھی کہ اہل سغد کی اطاعت کے باب میں اطمینان بخش صورت پیدا ہو جائے اور اس کے نزدیک اہل سغد کا حلقہ بگوش اسلام بن جانا اصل مقصد کے حصول کا ایک ذریعہ تھا ۔ غورک نے مہم اشاعت اسلام کی مخالفت اس لیے کی کہ اس طرح آئندہ کسی موقع پر آزادی و خود مختاری حاصل کر لینے کی امید ختم ہوتی تھی[4] ۔ پورے معاملے کی یہی اغلب توجیہہ معلوم ہوتی ہے ۔

اب ہم نصر بن سیار کی اس اصلاح پر متوجہ ہوتے ہیں ، جس کا اعلان ۱۲۱ھ (۷۳۸ء) کی ایک تقریر میں کیا گیا تھا ۔ (طبری ص ۱۶۸۸ ، سطر ۹ بعد):

"کیا بہر امسیس نے مجوسیوں سے رعایت نہ برتی ؟ انھیں امداد نہ دی ، ان کی حفاظت نہ کی اور

1- Barthold -

2- Gibb -

3- گب کی کتاب The Arab Conquests of Central Asia ص ۶۹ ۔ نیز بارتھولڈ کی جرمن کتاب جلد دوم ص ۲۵-۲۴ ۔

ان کا بار مسلمانوں پر نہ ڈالا ؟ کیا اسی طرح اشبداد بن جریجور نے مسیحوں کی پاسداری نہ کی اور کیا عقیبہ نے یہودیوں کو دوسروں پر مقدم نہ رکھا ؟ پھر میں کیوں مسلمانوں سے رعائت نہ برتوں ۔ ان کی مدد نہ کروں ۔ ان کی حفاظت کا فرض انجام نہ دوں اور ان کا بار مشرکوں پر نہ ڈالوں ؟ میں پورے خراج کے سوا کوئی چیز کیوں قبول کروں ، جو تحریر میں آ چکا ہے اور جس کا علم سب کو ہے ؟ میں نے منصور بن عام بن ابی‌الخرقا کو نگران و ناظم مقرر کر دیا ہے اور اسے حکم دے دیا ہے کہ تمھارے ساتھ عدل سے پیش آئے اگر کسی مسلمان سے جزیہ (محصول سر) لیا گیا ہے یا اس پر خراج کا بوجھ زیادہ ہے اور اس کے مقابلے میں نا مسلموں پر یہ بوجھ کم ہے تو اسے چاہیے کہ اپنا معاملہ منصور کے پاس پیش کر دے ۔ منصور مسلمان کا بوجھ نا مسلموں کی طرف منتقل کر دے گا ۔ دوسرا ہفتہ نہیں گزرا تھا کہ تیس ہزار مسلمان منصور کے پاس پہنچے ، جن سے جزیہ وصول کیا جا رہا تھا اور اسی (۸۰) ہزار غیر مسلموں کو جزیہ معاف کر دیا گیا تھا ۔ منصور نے غیر مسلموں پر جزیہ لگا دیا اور مسلمانوں کو جزیے سے مستثنیٰ کر دیا ۔ پھر اس نے خراج کی از سر نو تنظیم کی اور معاہدہ حوالگی کی شرطوں کے مطابق اس کی تشخیص کا انتظام کر دیا ۔ امویوں کے زمانے میں مرو سے خراج کے علاوہ ایک لاکھ درم لیے جاتے تھے ۔

ولہاؤزن کہتا ہے کہ یہ پہلا موقع تھا جب خراج اور جزیہ محظ خراج نہ رہے بلکہ خراج کا مطلب مالیہ اراضی اور جزیے کا مطلب محصول سر قرار پایا ۔ نصر کا فیصلہ یہ تھا کہ

خراج مسلمانوں اور غیر مسلموں دونوں کو یکساں ادا کرنا چاهیے لیکن جزیه صرف غیر مسلموں سے لیا جائے۔ اس مالی انقلاب کے نفاذ کے لیے نصر نے فرمان صادر کیا : خراج صرف املاک اراضی سے لینا چاهیے ۔ چنانچه مالیه زمین کی تشخیص از سر نو هوئی ۔ جزیے کو مقررہ خراج میں شامل کرنا غیر ضروری هے ، لهذا اگر اس کی رقم گھٹ بھی جائے گی تو میزانیه پر اس سے کوئی اثر نه پڑے گا[1] ۔

ولهاؤزن تیس هزار مسلمانوں کے بیان کو سمجھ نه سکا ۔ جو جزیه ادا کر رهے تھے ، لهذا اس نے یه بیان مبهم اور علی‌الاطلاق نا قابل‌قبول قرار دے کر رد کر دیا[2] ۔

هم اس عبارت کو سمجھنے کے لیے ص ۱۵۰۷ پر لفظ جزیه سے مراد خراج لیتے هیں اور ص ۱۶۸۸ پر اس کا مطلب محصول سر قرار دیتے هیں گویا ص ۱۶۸۸ سطر ۱۶ - ۱۷ کی عبارت یوں بنی :

اگر کوئی ایسا مسلمان هے جس سے جزیۂ سر لیا گیا ۔

یہاں فعل ''لیا گیا'' استعمال هوا هے ، جس کا مطلب یه هے که زمانه ماضی میں ایسا هوا ۔ لهذا اس کا صرف ایک هی مفهوم هے اور وہ یه که ماضی میں مسلمان جزیے سے آزاد تھے مگر بے انصافی سے کام لیتے هوئے انهیں ادائے جزیه پر مجبور کیا گیا ۔ نیز (ص ۱۶۸۸ سطر ۱۷) میں بتایا گیا هے که زمانه ماضی میں مسلمانوں پر زیادہ مالیه اراضی لگایا گیا ۔ اور غیر مسلموں پر یه بوجھ بہت هلکا رکھا گیا ۔ ظاهر هے که مالیه اراضی (خراج) اور محصول سر (جزیه) کے درمیان امتیاز نصر کے زمانے سے پیشتر موجود تھا ، جیسا که فعل ماضی کے استعمال سے

1 - ولهاؤزن ص ۲۹۷—۳۰۰ ۔
2 - ایضاً ص ۲۹۸ ۔

واضح ہے اور ولہاؤزن کا یہ خیال صحیح نہیں کہ یہ امتیاز نصر کے مندرجہ بالا حکم سے شروع ہوا۔

پھر ہم پر بھی واضح ہوتا ہے کہ خراج سے مراد ہر حال میں مالیہ اراضی نہیں ہوتا۔ بعض اوقات اسے عام معنی میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ نصر کہتا ہے (ص ۱۶۸۸ سطر ۱۲) :

"کیا میں خراج کی پوری رقم سے کم کوئی چیز قبول کر لوں جو تحریر میں آ چکا ہے"؟

یہاں خراج سے مراد عام واجب الادا رقم ہے نہ کہ مالیہ اراضی اور (ص ۱۶۸۸ سطر ۱۷) میں اس سے مراد مالیہ اراضی ہے[1] - ولہاؤزن کے ترجمے سے یہ حقیقت پوری طرح واضح نہیں ہوتی - جیسا کہ طبری کی عبارتوں (۱۶۸۸ سطر ۱۴ اور ۱۶۸۸ سطر ۱۷) کے جرمن ترجموں کو بالمقابل رکھ کر دیکھا جا سکتا ہے۔

اس عبارت کی حقیقی تعبیر بالکل سادہ اور واضح ہے۔ خراسان کے مختلف شہروں اور ضلعوں کو ہر سال ایک مقررہ رقم ادا کرنی پڑتی تھی - یہ رقم مالیہ اراضی اور محصول سر کے ذریعے سے فراہم ہوتی تھی - اس رقم کی تشخیص و فراہمی مقامی امراء کے ذمے تھی - اور مختلف مذہبی جماعتوں کے رؤسا ان سے تعاون کرتے تھے - عربوں نے اپنے عام اصول کے مطابق حکم دے دیا تھا کہ نو مسلموں کو جزیے سے مستثنیٰ رکھا جائے - ایک شخص جس کا نام بہرامسیس تھا، مجوسیوں کے محاصل کی تشخیص کرتا تھا - جب مجوسیوں میں سے کوئی شخص مسلمان ہو جاتا تو بہرامسیس نہ محض اسے محصول سر (جزیے) ہی سے مستثنیٰ کرتا بلکہ سزا کے طور پر محاصل بڑھا

---

1 - ولہاؤزن ص ۲۹۷ -

دیتا اور اس نومسلم کی وضعیت کو زیادہ تکلیف دہ بنانے کے ارادے سے دوسرے مجوسیوں کے بار محاصل میں تخفیف کر دیتا ۔ اسی طرح گریگوری (جریجور) کے بیٹے نے مسیحیوں کے تعلق میں اور عقیبہ نے یہودیوں کے متعلق وهی روش اختیار کی جو بہرامسیس نے مجوسیوں کے متعلق اختیار کر رکھی تھی ۔ نتیجه یه هوا که تیس هزار نو مسلموں سے بالکل غیر منصفانه طریق پر جزیه لیا جاتا تھا اور اسی هزار غیر مسلم اس سے مستثنیٰ تھے۔ مزیدبرآں یه تشخیص کنندے مالیه اراضی میں بے انصافی پر کار بند تھے ۔ یعنی نو مسلموں سے زیادہ اور اپنے غیر مسلم بھائیوں سے کم مالیه لیتے ۔ اس صریح بے انصافی کی اصلاح نصر بن سیار نے کی ۔ نتیجه یه نکلا که تیس هزار نو مسلم جزیے سے مستثنیٰ قرار پائے اور اسی هزار غیر مسلموں پر جزیه عائد هو گیا ۔ پھر ایک خاص شخص مالیه اراضی کی چھان بین کے لیے مقرر هو گیا ۔ اس نے یه سراغ لگایا که نو مسلموں سے نا واجب طریق پر مالیه وصول کیا جاتا هے ۔ اس شکائت کی بھی تلافی کر دی گئی ۔ اس نے خراج کی بھی اصلاح کی ۔ اور معاهدے کی شرطوں کے مطابق رقم کی تشخیص کر دی (ص ۱۶۸۹ سطر ۵-۶) اس کا فیصله یه نه تھا که آئندہ خراج صرف زمین سے لیا جائے ۔ جیسا که ولهاوزن نے اس عبارت کی تعبیر کی هے ۔

طبری کا یه ساده اور واضح بیان هے ۔ نصر بن سیار مصلح تھا، موجد نه تھا ۔ اس نے کوئی نیا نظام نہیں بنایا تھا نه نئے امتیازات قائم کیے تھے اور نه عربوں کی سلطنت کے مالی نظام میں کوئی انقلاب پیدا کیا تھا ۔ اس کا کام صرف پرانے نظام کی بعض خرابیوں کی درستی پر مبنی تھا ، طبری همیں صرف یه بتاتا هے ، اس سے زیادہ کچھ نہیں ۔

تاهم خراسان میں جو کچھ هو رها تھا۔ اس کی همیں واضح تر تصویر مل جاتی هے ۔ سابقه ساسانی نظام میں ایک مخصوص طبقه

جیسا کہ ہم بار بار بتا چکے ہیں ، ذلت خیز محصول سر ادا نہیں کرتا تھا ۔ عربوں کے ماتحت یہی مخصوص طبقہ خراج کے سلسلے میں محاصل جمع کرتا تھا اور محصول سر یا جزیے سے مستثنیٰ تھا ۔ گب اور بارتھولڈ بتا چکے ہیں کہ اس طبقہ کے پیش نظر اپنے اقتدار اور اختیار کی حفاظت کے سوا کچھ نہ تھا ۔ اس اقتدار پر اشاعت اسلام نے ضرب لگائی اور قبول اسلام کے خلاف مقامی حکمرانوں کے پاس ایک زبردست حربہ تھا یعنی ذلت خیز محصول سر (جزیہ) ۔ چنانچہ وہ نو مسلموں سے یہ محصول وصول کرتے تھے ۔ ان کی زمینوں پر خلاف انصاف مالیہ بڑھا دیتے تھے اور غیر مسلموں کی بڑی تعداد کے بار محاصل کو ہلکا کر دیتے تھے ۔ اس طرح نومسلموں کی وضعیت غیر مسلموں کے مقابلے میں زیادہ خراب ہو جاتی تھی ۔

ولہاؤزن کہتا ہے قبول اسلام کے بعد ہر شخص "تمام" محاصل سے مستثنیٰ ہو جاتا تھا ۔ یہ صحیح نہیں ۔ اگر وہ کہتا — اور صحیح شرعی حیثیت یہی تھی — کہ قبول اسلام کے بعد ہر شخص جزیے سے مستثنیٰ ہو جاتا تو اس صورت میں بھی اس کا بیان نا درست ہی رہتا کیونکہ حقیقت اس کے بر عکس تھی ۔ حقیقت یہ تھی کہ اگر کسی نو مسلم کو زیادہ خراج ادا کرنے پر مجبور نہ کیا جاتا تو یہ اس کی خوش نصیبی ہوتی ۔ اور اگر وہ جزیے سے نجات پا لیتا تو یہ اس کی مزید خوش بختی کا ثبوت تھا ۔

خراسان کے جو حالات بیان کیے گئے ہیں ، ان سے گزشتہ باب کے اس عجیب و غریب واقع پر مزید روشنی پڑتی ہے یعنی یہ کہ مصر میں بہت سے آدمی تھے جو جزیہ ادا نہیں کرتے تھے مثلاً :

عمرؓ بن عبدالعزیز نے ان تمام لوگوں پر جزیہ عائد کر دیا جو مسلمان نہیں ہوئے تھے اور ان سے جزیہ نہیں لیا جاتا تھا[1] ۔

اگر ہم طبری کی عبارت ص ۱۶۸۸ کے تحت ولہاؤزن کی تعبیر ہی کو درست مان لیں تو اس صورت میں بھی اس اعتراف پر مجبور ہوں گے ، جیسا کہ وہ خود مجبور ہوا ، کہ اصل نظام ہی میں جس کے مطابق سال بہ سال خراج وصول ہوتا تھا ، مالیہ اراضی اور جزیے میں امتیاز موجود تھا ۔ نصر بن سیار ان مقامات کے احوال کے مطابق اصلاح کا خواہاں تھا جو عہد کی بنا پر حوالے ہوئے ۔ وہ موجد نہ تھا ، محض مصلح تھا اور چونکہ اس نے اپنی تقریر میں فعل ماضی استعمال کیا ، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اراضی عہد کے ملکی محاصل کا نظام اس لیے بدلا گیا کہ نو مسلموں کو جزیے سے نجات پانے کا موقع نکل آئے ۔

اس سے اس تعبیر کی توثیق ہوتی ہے جو طبری نے صفحہ ۱۵۰۷ پر پیش کی ہے ۔ مزید یہ واضح ہوتا ہے ، جب ابوالصید نے کہا تھا کہ خراسان کے شہروں کا خراج آدمیوں کے سروں پر عائد ہے تو اس سے اس کا مقصود کیا تھا ۔ اور وہ کیوں چاہتا تھا کہ ماوراالنہر کے قصبہ جات ''عہد'' میں بھی وہی قاعدہ جاری ہو جائے جو خراسان کے قصبہ جات ''عہد'' میں جاری تھا ۔ بیان کی آخری سطر پر بھی روشنی پڑتی ہے ، جس کا مفہوم یہ ہے کہ دھاقین نے ان نو مسلموں پر جزیہ عائد کر دیا جو

---

1 ۔ (مترجم)مصنف کا مقصد یہ ہے کہ جس طرح خراسان میں بہت سے مجوسیوں، مسیحیوں اور یہودیوں نے عربوں کے اعتماد سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے نو مسلموں پر سختیاں کیں اور ان پر محاصل کا بوجھ بڑھایا اس کے برعکس اپنے ہم مذہبوں کو فائدہ پہنچایا اسی طرح مصر کے قبطی مسیحیوں نے کیا اور بے شمار ذی اثر قبطی جزیے سے محفوظ رہے ۔

کمزور تھے ۔ جو نو مسلم قوی تھے ، ان پر جزیہ عائد کرنے کا انھیں حوصلہ نہ ہوا یعنی وہ لوگ جنھیں عربوں میں سیاسی اثر و رسوخ حاصل تھا ۔ مثلاً ابوالصیدا ۔

سب سے آخر میں اسی عبارت سے ہم پر یہ واضح ہوتا ہے کہ کس طرح اسلام کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کے باوجود مقررہ خراج کے تحت زندگی بسر کرنے والوں پر کوئی زائد بار نہ پڑا ۔ نومسلم اکثر حالتوں میں محاصل سے بچتے نہیں تھے ۔

بہ ہر حال یہ حقیقت روشن ہو گئی ہوگی کہ عباسی انقلاب کی اقتصادی تعبیر کے باب میں مفروضات قائم کرنا بہت خطرناک ہے ۔ وان ولوٹن[1] نے یہ سمجھا کہ ایران کی آبادی محاصل کے بار سے لڑکھڑا رہی تھی اور بغاوت کے اولین موقع سے فائدہ اٹھانے کے لیے تیار بیٹھی تھی ۔ یہ نظریہ محتاط تحقیقات کی ایک کرن بھی برداشت نہیں کر سکتا ۔ "موالی" سے ناجائز فائدہ ان کے ہم قوموں نے اٹھایا ، نہ کہ عربوں نے ۔ جب انقلاب بپا ہوا نصر بن سیار کو خراسان پر حکومت کرتے ہوئے دس برس گزر چکے تھے اور نظم و نسق میں اسے عادل ترین اور منصف ترین گورنر قرار دیا جاتا ہے جو بنو آمیہ کی طرف کے خراسان کے لیے مقرر ہوا اور وہ ایسا شخص تھا ، جس کے متعلق ولہاوزن کو اعتراف ہے کہ "موالی" سے انصاف اس کے پروگرام کا ایک حصہ تھا ۔

Van Vloten - 1